سید السادات سالار عجم   دست او معمار تقدیر امم

امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر

بسعی و اہتمام

محمد اسلم

استاد شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

ندوۃ المصنفین

سمن آباد ○ لاہور

وادی کشمیر میں جن بزرگوں نے اسلامی تعلیمات کو رواج دیا ان میں سرفہرست سید علی ہمدانی المعروف بہ شاہ ہمدان ہیں۔ آپ نہ صرف اسلام کے مخلص اور جان نثار مبلغ ہی نہ تھے بلکہ ایک عظیم مجاہد، زبردست عارف، جہاں بین زاہد اور پرعزم مومن تھے جن کی نگاہ سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی تھی۔

وادی کشمیر میں دین و ثقافت اور تہذیب و تمدن میں آپ کے دم قدم سے حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی مساعی سے اہل کشمیر کے دلوں میں ایمان اس طرح راسخ ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی اسے متزلزل نہ کر سکی۔ یہ وہ کارنامہ تھا جسے دنیا کے عظیم بادشاہوں کی عظمت اور سطوت بھی اتنے کم عرصہ میں سرانجام نہ دے سکی۔ علامہ اقبال نے سید علی ہمدانی کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

سرورق : سلامہ:

امیر کبیر سیّد علی ہمدانیؒ

ڈاکٹر سیّدہ اشرف ظفر

ایم اے ، پی ، ایچ ، ڈی

گورنمنٹ کالج برائے خواتین ، لائل پور

ناشر

ناظم ندوۃ المصنفین

سمن آباد ○ لاہور

طبع اول ـــــ دسمبر ۱۹۷۲ء

ناشر ـــــ مینجر ندوۃ المصنفین، لاہور

طابع ـــــ اشرف پریس لاہور

قیمت ـــــ Rs : 13/-50

ملنے کا پتہ

۱۔ ندوۃ المصنفین، ۹۵۰، این، سمن آباد، لاہور

۲۔ آئینۂ ادب، چوک مینار، انارکلی، لاہور۔

ندوۃ المصنفین
کا
نام
کتاب
کے
معیاری
ہونے
کی
ضمانت
ہے

فہرست

عنوان | صفحہ

انتساب

میں اپنی اس تصنیف کو

اپنے والدین

کے نام

محبت اور احترام کے جذبات کے ساتھ

معنون

کرتی ہوں

عرض ناشر

ندوۃ المصنفین دہلی کا قیام ۱۹۳۸ء کے اوائل میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی،
مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔
انھوں نے جس نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اس ادارے کی بنیاد رکھی تھی یہ اسی کا
ثمرہ تھا کہ اس ادارے نے آگے چل کر ایک علمی تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ ہمیں
اس بات پر فخر ہے کہ عصر حاضر میں علوم اسلامیہ کے احیاء اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ
میں اس ادارے نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان میں ہمارا ادارہ اس عظیم
ادارے کا جانشین ہے اور ہم یہاں وہی کام کرنا چاہتے ہیں جو ندوۃ المصنفین
نے دہلی میں انجام دیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس سے پہلے ہم۔ دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر، تاریخی مقالات اور عبداللہ بن مسعودؓ اور
ان کی فقہ۔ جیسی بلند پایہ علمی کتابیں شائع کر کے علمی حلقوں میں اپنے ادارے کا تعارف
کروا چکے ہیں، اب ہم خدا تعالیٰ کے لطف و کرم سے۔ امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ۔ اہل علم
کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب محترمہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ کی تصنیف ہے جسے موصوفہ نے
فارسی زبان میں تحریر کیا تھا اور اس پر پنجاب یونیورسٹی نے انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری
عطا کی تھی۔ ہماری استدعا پر انھوں نے اس تحقیقی مقالہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جسے اب
ندوۃ المصنفین شائع کر رہا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ کا فریضہ صوفیائے کرام نے انجام دیا ہے لیکن یہ
بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تک کسی اسکالر نے الا ماشاء اللہ، ان بزرگوں پر سائنٹفک
طریقے سے کام نہیں کیا۔ اس کی غالباً بڑی وجہ یہی ہے کہ جن بزرگوں نے اس ملک میں
اسلام کی شمع فروزاں کی تھی ان کے حالات تذکروں میں نہ ہونے کے برابر ہیں اور

جن تذکرہ نویسوں نے تبرکاً ان کا ذکر اپنے اپنے تذکروں میں کیا ہے وہاں بھی زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین اور قطب الاقطاب الواصلین جیسے ہم قافیہ الفاظ کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور اگر کسی تذکرہ میں کوئی کام کی بات نظر آتی ہے تو اس پر بھی عقیدت کی اتنی دبیز تہہ چڑھی ہوتی ہے کہ بزرگ کے اصلی خدوخال نظر سے چھپے رہتے ہیں۔ ان حالات میں عصر حاضر میں ان بزرگوں کے سوانح اور کردار لکھنے کے لیے چیونٹیوں کے منہ سے دانہ دانہ لے کر خرمن تیار کرنا ہوتا ہے۔

ہم محترمہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ کی کاوش کی داد دیتے ہیں کہ انھوں نے اس دقیق موضوع پر قلم اٹھایا اور چیونٹیوں کے منہ سے دانہ دانہ لے کر خرمن تیار کر دیا۔ ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ تی زمانہ جہاں خواتین کی اکثریت ناول اور افسانے لکھنے یا پڑھنے میں وقت ضائع کر رہی ہے وہاں ڈاکٹر حنیفہ رضی اور ڈاکٹر سیدہ اشرف جیسی قابل صد احترام خواتین بھی موجود ہیں جو ادق اسلامی موضوعات پر لکھ کر ہمارے معاشرے میں ایک صحت مند رجحان کی ترجمانی کر رہی ہیں۔ ندوۃ المصنفین ان قابل احترام خواتین کے علمی کارناموں سے اہل علم کو متعارف کروانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللھم زد فزد۔

اظہار سپاس

ادارہ اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں جناب میاں فضل احمد چیئرمین شیخ میاں محمد فاؤنڈیشن کی مالی اعانت کا مشکور ہے۔

محمد اسلم

حرفِ اوّل

وادیٔ کشمیر میں جن اولیائے کرام نے اسلامی تعلیمات کو رواج دیا ان میں سرِ فہرست سید علی ہمدانیؒ المعروف بہ شاہ ہمدان ہیں۔ آپ نہ صرف یہ کہ اسلام کے مخلص اور جان نثار مبلغ تھے بلکہ ایک عظیم مجاہد، زبردست عارف، جہاں بین زاہد اور پختہ عزم مومن تھے جن کی نگاہِ عرفان سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ ہمدان، ختلان اور کشمیر میں آپ نے تعلیماتِ اسلامیہ کے مرکز قائم کیے۔
خطۂ بے نظیر کشمیر میں دین، ثقافت اور تہذیب و تمدن میں آپ کے دم قدم سے حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی مساعی سے اہلِ کشمیر کے دلوں میں ایمان اس طرح راسخ ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی اسے متزلزل نہ کر سکی یہ وہ کارِ جلیل تھا جسے دنیا کے عظیم بادشاہوں کی عظمت و سطوت بھی اتنے کم عرصہ میں سرانجام نہ دے سکی۔ حکیم ملت علامہ اقبالؒ نے سید والاصفات کی اسی روحانی وجاہت کا اعتراف کرتے ہوئے جاوید نامہ میں آپ کو "معمارِ تقدیرِ اُمم" کہا ہے۔
شاہ ہمدان کی زندگی صرف ریاضت و مجاہدہ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ ایک باعمل انسان تھے جنہوں نے تمام بلادِ اسلامیہ کی تین بار سیاحت کی تھی۔ آپ سیاح ہونے کے علاوہ باذوق شاعر اور باسلیقہ انشاء پرداز ہیں آپ کی تصانیف ستر سے متجاوز ہیں بعض رسائل مطالب کی گہرائی و گیرائی کے علاوہ زبان کی سادگی اور لطافت کی بنیاد پر فارسی ادب کا قابلِ قدر سرمایہ ہیں ان میں موضوع کے لحاظ سے بڑی وسعت اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ آپ کی کتاب ذخیرۃ الملوک انسانی فرائض اور جہانبانی کے اصول کا اہم مجموعہ ہے۔ رسالہ مکارم الاخلاق میں انسانی امراض کی پہچان اور علاج مرقوم ہے۔ آپ کا منظوم کلام چالیس غزلوں پر مشتمل اور چہل اسرار کے نام سے معروف ہے۔

میں نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

الف:- سید کے حالاتِ زندگی اور کارنامے۔ ب:- تصانیف۔

یہ کام راقم الحروف نے اپنے محترم مایۂ ناز استاد اور عظیم محقق مرحوم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کی رہنمائی میں کیا ہے۔ مولوی صاحب خود بھی شاہ ہمدانؒ کی شخصیت میں گہری دلچسپی رکھتے تھے اور مجھے بھی اُنھوں نے اس طرح متعارف کیا کہ میرے نزدیک شاہ ہمدانؒ آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر صوفی، اور مبلغ ہیں، ان کی سیرت بڑی دلکش، ایمان افروز اور جامع ہے آپ کا فلسفہ فعال اور حرکی ہے۔

شاہ ہمدانؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں قدیم ترین اور اہم ترین تذکرہ کتاب خلاصة المناقب ہے جسے ان کے مرید نورالدین جعفر بدخشیؒ نے ان کی وفات کے فوراً بعد قلمبند کیا۔ یہ قلمی نسخہ دانشگاہ پنجاب کے کتابخانہ میں محفوظ ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرا اہم قلمی نسخہ رسالہ مستورات ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے اور میں نے اس کی مائیکروفلم سے استفادہ کیا ہے۔

کتابخانہ دانشگاہ پنجاب میں شاہ ہمدانؒ کے رسائل میں سے صرف رسالہ مشارب الاذواق اور کتاب ذخیرة الملوک دستیاب ہیں باقی رسائل میں سے بیشتر، تہران فرانس اور برطانیہ کے معروف کتابخانوں میں قلمی صورت میں موجود ہیں، میں نے برٹش میوزیم میں موجود قلمی نسخوں کی مائیکروفلم سے استفادہ کیا ہے۔ یہ مائیکروفلم مجھے محترم ڈاکٹر ظہور احمد صاحب کی وساطت سے ملی اس سلسلہ میں ان کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے اسی طرح میں جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب کی بھی ممنون ہوں کہ اُنھوں نے ندوة المصنفین کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سیدہ اشرف ظفر

اسم والقاب

سیدِ موصوف کا نام نامی مسلّمہ طور پر علی ہے۔ آپ کشمیر میں امیر کبیر، میر اور شاہ ہمدان کے نام سے مشہور ہیں، آپ کو مرید علی ثانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

توجیہہ القاب

۱۔ امیر کبیر: سیدؒ کے والد ماجد سید شہاب الدین ہمدان کے حاکم اور امیر تھے، باپ کی مناسبت سے آپ کو بھی امیر کہتے تھے، آپ کے ممتاز اور ارفع مقام و منزلت کی بدولت سیدؒ کو امیر کبیر کہا گیا۔ سادات کو احتراماً بھی "میر"، "امیر" اور میرزا کہتے ہیں[1]۔

سر والٹر لارنس نے لکھا ہے کہ برِ صغیر پاک و ہند میں جب کوئی سید اپنی روحانی وجاہت قائم رکھتا تو لفظ "میر" اس کے نام کا جزو ہو جاتا تھا[2]۔ اسی نسبت سے سید علی ہمدانیؒ امیر کبیر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۲۔ علی ثانی: آپ کا یہ لقب ابتدائی اور اہم سوانح حیات خلاصۃ المناقب میں نہیں ہے، لیکن بعد میں اسی نام سے شہرت ہوئی اس کی وجہ یقیناً آپ کی سیادت، روحانی

---

[1] دائرۃ المعارف، آریانا۔ کابل ج ۳، ص ۸۹۴ - ۸۹۵

[2] پروونشل گیزیٹیر آف انڈیا، جموں، کشمیر ص ۳۶۔

کمالات اور نام کی مناسبت بھی ہے۔ آپ کے ماہ ولادت کی مماثلت بھی تھی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ماہِ رجب میں پیدا ہوئے اور شاہ ہمدان کا ماہ تولد بھی رجب المرجب تھا۔ رسالہ مستورات میں لقب علی ثانی کی توضیح یہ کی گئی ہے کہ سید علی ہمدانیؒ اپنی سیاحت کے دوران شیخ ابو سعید حبشی[1] سے ملے اور ان سے خرقہ بھی حاصل کیا تھا۔ شیخ ابو سعیدؒ نے رؤیائے صادقہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی اسی خواب میں حضور سرورِ کائنات نے شیخ کو بشارت دی کہ وہ بہت جلد علی ہمدانیؒ سے ملیں گے، پھر موصوف کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔

"وہ (علی ہمدانی) میری اولاد میں سے ہوگا۔ پھر ارشاد کیا۔ اگر میں موجود نہ ہوا تو علی بن ابی طالب ہوں گے اور اگر وہ بھی نہ ہوئے تو مشارٌ الیہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔

یا رسول اللہ! پس وہ کب ہوگا؟

فرمایا: میری ہجرت کے ۷۱۲ سال بعد عراق کے شہر ہمدان میں وہ ستارہ طلوع ہوگا میں نے گزارش کی: یا رسول اللہ، میری آنکھوں کے نور، اللہ کے نبی، اس کا نام کیا ہے؟

فرمایا۔ علی ہمدانی

حضور فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ جب مریدوں نے یہ واقعہ سنا تو وہ شاہ ہمدان کو علی ثانی کہنے لگے۔ اس لقب کی وجہ جو کچھ بھی ہو یہ سید کی غیر معمولی روحانی وجاہت اور عوام کی بے پناہ عقیدت کا مظہر ہے۔

---

[1] شیخ ابو سعید حبشیؒ کی شخصیت متنازعہ فیہ ہے۔ روایات میں آپ کی عمر بے حد طویل بتائی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوئے۔ حضرت آمنہ اور جناب عبداللہ کی تزویج کے موقع پر مکہ معظمہ میں تھے۔ حیاتِ رسول مقبولؐ کو پایا اور اتنی دیر زندہ رہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں شاہ ہمدانؒ نے ان سے خرقہ حاصل کیا۔ رجال احادیث کی کتب میں ان کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ ان کی شخصیت بہرصورت مجہول ہے۔

اپنی تمام تر توجیہات کے باوجود کہنا پڑے گا کہ یہ مرید دل کی ارادت کی اختراع ہے۔

یعقوب صرفی لکھتے ہیں[1]:

ہمچو علیؑ، دانشش ربانیش	زان لقب آمد علی ثانیش
چوں بہ علیؑ نسبتش آمد تمام	ہم بہ حسب ہم بہ نسب ہم بنام
از رہِ تعظیم بنا شد عجب	اگر علی ثانیش آمد لقب
ظاہر از و سرِّ علی دلی،	بل ہو سرٌّ لابیہ[2] العلی

ہست بریں نکتہ دلیل قبول

الولد سرٌّ، لقول رسول،

۲۔ شاہ ہمدان: سید کا یہ لقب پہلے کشمیر اور پھر برِصغیر پاک و ہند میں مشہور ہوا اس کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ سرزمینِ پاک و ہند میں نہ صرف سید کو شاہ کہتے ہیں بلکہ غیر سید صوفیا کو بھی احتراماً شاہ کہا جاتا ہے[3]۔ چونکہ سید کا وطن مالوف ہمدان تھا اس لئے آپ کو "شاہِ ہمدان" کہا گیا۔

مختلف تذکروں میں ان القاب سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔

قطب زمان، شیخ سالکانِ جہاں۔ (یغماص ۲۴۴)

قطب الاقطاب، محی العلوم الانبیاء والمرسلین، افضل المحققین واکمل المدققین الشیوخ الکامل الکمل المحقق الصمدانی۔ (رسالہ فتوتیہ)

سلطان السادات والعرفاء (تذکرۃ الشعراء دولتشاہ)

---

[1] فرہنگ ایران زمین شمارہ ۶ سال ۱۳۳۰ ش ص ۴۱۔

[2] حدیث ہے کہ الولد سرٌّ لابیہ۔

[3] امیر علی۔ روحِ اسلام، ص ۲۷۴

ولی الکامل، صاحب الکشف والکرامت، زبدۃ السادات، قدوۃ العارفین، مولانا ومقتدانا[1]۔ نخیرِ قدوم، مغیثِ ردم، برگزیدۂ آفاق، میر اللہ منش، خلاصۂ خاندانِ مصطفوی، سلالۂ دودمانِ مرتضوی، نور افزای خورشید مبین، منیر قطب فلک برین[2]۔

جعفر بدخشی نے آپ کو مندرجہ ذیل ناموں سے یاد کیا ہے[3]:

شاہباز باپرواز آشیانِ عمی،	شاہسوار میطانِ غزہ رحمی،
شمس سمای قدسی	نور فضای قدوسی،
کیمیای وجود اناسی،	مختار خیار حضرت الرحمن،
الشکور المخمور بجناب الدیان	قرۃ عین محمد الرسول،
ثمرۂ فواد المرتضیٰ والبتول	المطلع علی الحقائق والتفاسیر،

المرشد الطالبین فی الطریق السبحانی، الموصل للمتوجھین الی الجمال الرحمانی، العارف المعروف بالسید علی ہمدانی[4]۔

۲۔ تاریخِ ولادت

نزہۃ الخواطر (ج ۲ ص ۸۷)، بدر کلمان (ج ۲ ص ۳۱۱)، کشمیر (ج ۲ ص ۸۵) تحائف الابرار (ص ۱۱)، تذکرہ علمائے ہند (ص ۱۴۸)، قاموس الاعلام (ج ۵ ص ۱۰۵) دائرہ معارف اسلامیہ (EI ج ۱ ص ۳۹۲) میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۲ رجب المرجب ۷۱۴ھ ہجری، ۱۲ اکتوبر ۱۳۱۴ء ہے اور مادۂ تاریخ ولادت "رحمۃ اللہ" ہے۔

---

[1] ینابیع المودۃ، طبع استنبول ص ۲۴۲

[2] رسالہ مستورات برگ ۲۴۳ ب۔

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۳ الف۔

[4] لغت نامہ دھخدا میں سید کو ہمدانی کی بجائے مسعودی لکھا ہے یہ غالباً غلط فہمی ہے۔

خلاصۃ المناقب میں تاریخ پیدائش مذکور نہیں اور کل عمر تہتر برس اور تاریخ وفات ۷۸۶ھ ہجری منضبط ہے۔

"جناب سیادت دوازدہ سالہ بودہ است کہ بسلوک راہ خدائی توجہ نمودہ است و در سنِ ہفتاد و سہ از دارِ فنا بدارِ بقا رحلت کردہ"۔

اس سے آپ کا سالِ ولادت ۷۱۴ھ ہجری کی بجائے (۷۸۶ھ - ۷۳ = ۷۱۳ھ) ۷۱۳ھ منضبط ہوتا ہے۔ ترجیہہ لقب میں رسالۂ مستورات کا یہ جملہ بھی مؤید ہے۔

"بعد از ہجرتِ من ہفتصد و سیزدہ	یعنی میری ہجرت کے سات سو تیرہ
سال در زمین عراق در شہر ہمدان	سال بعد وہ ستارہ عراق کے شہر
آن ستارہ طلوع خواہد نمود"۔	ہمدان میں طلوع ہوگا۔

باقی تمام تذکرے خلاصۃ المناقب اور رسالہ مستورات سے بعد کے ہیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا زیادہ قرینِ صواب ہے کہ سیدؒ کی تاریخِ ولادت پیر ۱۲ رجب المرجب ۷۱۳ھ ہجری مطابق ۱۳۱۳ء ہے۔

صاحب رسالہ مستورات نے شیخ نظام الدین یحییٰ الغوری الخراسانی (م ۸۰۲ھ) سے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے کہ شیخ مذکور نے سید ہمدانیؒ کے شب تولد دیکھا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام خوبصورت کپڑے ہاتھوں میں لئے سید شہاب الدین ہمدانی کے گھر جا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

"امشب در آں منزل پسری مولود	آج رات اس گھر میں ایک بیٹا پیدا
گردیدہ کہ بسیار عالی مقام خواہد بود	ہوا ہے کہ جو بہت بلند مرتبہ ہوگا اور
ایں جامہ بعنوان تبرک آنجا میبریم"	یہ کپڑے بطور تبرک وہاں لے جاتے ہیں۔

۳۔ مولد

سیدؒ ہمدان میں پیدا ہوئے۔ لفظ ہمدان کی وضاحت پہ آپ نے ایک

رسالہ ہمدانیہ بھی لکھا ہے، محمد نور بخش نے، جو سید کے مرید اور داماد خواجہ اسحاق ختلانیؒ کا مرید ہے، رسالہ صحیفۃ الاولیاء میں آپ کا مولد ہمدان بتایا ہے:۔

وگہ شیخ شیخم کہ او سید است
علی نام دالوندی المولد است[1]

الوند یہاں ہمدان کے لئے مستعمل ہے اور اس پہ فخر کرنے کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ چار سو اولیاء اس پہاڑ کے دامن میں مرتبہ کمال تک پہنچے تھے اور یہ پہاڑ کبھی بھی ابدال و اقطاب سے خالی نہیں رہا۔ حضرت خضرؑ و الیاسؑ کی ملاقات یہیں پہ ہوئی تھی۔ یہ جگہ ہمیشہ ساداتِ عظام اور اولیائے کرام کا مسکن رہی ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ عرفان اور صاحبانِ ایقان بھی یہاں ظہور پذیر ہوتے ہیں[2]

ہمدان چونکہ کوہ الوند کے دامن میں واقع ہے اس لئے سیدؒ کو الوندی المولد کہا ہے۔

نسب

سید علی ہمدانیؒ حضرت امام زین العابدینؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سید شہاب الدین تھا۔ آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے[3]

" سید علی ہمدانیؒ بن سید شہاب الدین بن محمد بن علی بن یوسف بن شرف بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن حسین بن جعفر الحجہ بن عبداللہ بن زاہد بن الحسن

---

[1] حکمت! یغما ص ۲۳۹
[2] حاجی زین العابدین شیروانی: ریاض السیاحۃ ص ۷۰۹
[3] خلاصۃ المناقب برگ ۳

بن علی زین العابدین بن حسین الشہید الذکی بن علی الوصی الرضی السخی۔

اس نسبت سے آپ حسینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

خلاصۃ المناقب کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سید شہاب الدین ہمدان کے حاکم تھے اور امراء و سلاطین سے ان کا میل جول اور راہ و رسم تھی، مگر ان کے فرزند ارجمند علی ہمدانی عبادات میں مصروفیت کی بناء پر حکومت کی کارگذاریوں سے بے نیاز تھے[1]۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ سیدؒ شہاب الدین حاکمِ مطلق نہ تھے بلکہ حکام میں شامل تھے۔ یعنی معاونِ حاکم یا افسرِ اعلیٰ ہوں گے اگرچہ حسنی سادات حسینی سادات کے مقابلہ میں زیادہ باقتدار رہے ہیں۔ مگر یہ علوی خاندان عہدِ سلاجقہ سے لے کر تیموریوں کے اوائل عہد تک نیم مقتدر رہا ہے اور ہمدان میں بڑے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ مختلف اوقات میں اس خاندان کے اکثر افراد عہدیدار رہے ہیں۔ راحۃ الصدور میں بھی ہمیں دو علوی حاکموں کے نام ملتے ہیں[2]۔

علاء الدولہ عربشاہ اور علاء الدولہ تاج الدین۔

سیدؒ علی ہمدانیؒ کے ماموں علاء الدولہ سمنانی (م: ۷۳۶ ہجری) ایلخانی زمانہ میں حاکم ہمدان تھے۔

شاہ ہمدانؒ کی والدہ کا اسم گرامی سیدہ فاطمہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب سترھویں پشت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے[3]۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۴ الف

[2] راحۃ الصدور ص ۴۱ - ۴۵ - ۱۶۳

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۳ ب، کشمیر ج ۱، ص ۸۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۹۳

چونکہ سید کا سلسلہ ارادت و فتوت بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے لہٰذا ان نسبتوں کی بناء پر آپ کو جامع انساب ثلاثہ بھی کہا جاتا ہے۔[1]

سید شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ نے اپنے مرید تاج کرگری ہمدانی کو یہ نسب اس طرح سمجھایا ہے۔

و دوستی مردم اہل بیت را بعضی تقلیدی باشد، بعضی نسبت صلبی، بعضی نسبت قلبی، بعضی نسبت حقی و ایں بیچارہ را من حیث الحقیق نسبت صلبیہ و قلبیہ و حقیہ است والحمد للہ علی ذالک، و از ہمہ خوشتر آنست کہ ایں معنی از چشم خلق مخفی است و ظن مردم خلاف اینست	لوگوں میں اہل بیت کی دوستی بعض کی یا تو تقلیدی ہوتی ہے بعض کی صلبی نسبت سے اور بعض کی قلبی اور بعض کی حقی نسبت سے، اور اس بیچارہ (یعنی سید علی ہمدانی) کی از روئے تحقیق صلبی، قلبی اور حقی نسبت سے دوستی ہے اس کے لئے اللہ کا شکر ہے اور سب سے بہتر ہے کہ عوام کی نگاہوں سے یہ معانی مخفی ہیں، اور ان کا گمان اس کے خلاف ہے۔

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ ۶۵۹ ہجری میں سمنان کے نواحی علاقہ بیابانک میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ملوک سمنان میں سے تھے اور آپ ماں کی جانب سے سید تھے۔ آپ کے جد سیدہ زہرہ بنت القاسم کے شوہر تھے۔ ۶۸۶ ہجری میں ایک جذبہ کی بناء پر بغداد میں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی کی خدمت میں پہونچے اور حجاز سے مراجعت پر ۶۹۰ ہجری میں ارشاد و تعلیم کی اجازت حاصل کی۔ بہ سنہ ۷۲۰ھ

---

[1] ینابیع المودة ص ۲۶۵۔

تک سکا کیہ خاندان میں سولہ سال کی مدت میں ایک سو چالیس چلّے کاٹے اور کہتے ہیں کہ پوری زندگی میں ایک سو تیس مزید چلّے کاٹے ۷۳۶ھ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا شیخ عبدالرزاق کاشانی سے مسئلہ توحید وجودی اور توحید شہودی پہ بحث ہوئی تھی[۱]۔

آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ تھے اُنھوں نے بے شمار ارادتمندوں کو باکمال بنایا اور بیسیوں باکمالوں کی تربیت کی ہے۔ خود شاہ ہمدانؒ نے بھی اپنے ماموں کے تربیت یافتہ مندرجہ ذیل تین بزرگوں سے یکے بعد دیگرے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ شیخ اخی ابوالبرکات علی دوستی سمنانیؒ۔ (وفات ۷۳۴ یا ۷۴۳ ہجری)
۲۔ شیخ ابوالمیامن محمود ابن عبداللہ مزدقانی رازیؒ۔ (وفات ۷۶۶ ہجری)
۳۔ شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائنیؒ (وفات ۷۷۸ھ یا ۷۷۹ھ)
یہ بات یاد رہے کہ شیخ مزدقانی سید علی ہمدانیؒ کے چچا کے پیر بھی تھے[۲]۔

۴۔ روحانی تربیت

سیّد علی ہمدانیؒ نہ صرف ایک مقتدر اور محترم خاندان کے فرد تھے بلکہ خود بھی ذہین و فطین اور جوہر قابل تھے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مطابق صغر سنی ہی سے رُشد و ہدایت کے نشان آپ کی جبینِ پُر تمکین سے ہویدا تھے، آپ بچپن ہی سے کھیل کود کی بجائے اکتساب علم کی طرف راغب تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حضرت علاء الدولہ سمنانیؒ سے حاصل کی اور انہی کے زیرِ تربیت کلامِ پاک حفظ کیا، خود فرماتے ہیں۔

---

[۱] روضات الجنان وجنات الجنان ج ا ص ۳۴۳
نفحات الانس ص ۵۰۴، مجالس المؤمنین ص ۳۰۹، ریاض العارفین ص ۱۷۸۔ سفینۃ الاولیاء ص ۱۰؛
شدالازار بضمیمہ تعلیقات ص ۳۲۲۔ مجلہ یغما سال ہشتم دہم، مقالہ سعید نفیسی۔

[۲] کشمیر سلاطین کے عہد میں : ص ۷۷

مرا خالی بود ملقب سیّد علاء الدین	میرے ایک ماموں تھے جن کا لقب
گفتندی و او از اولیاء اللہ بود از	سیّد علاؤالدین تھا۔ وہ اولیاء اللہ میں سے
حسنِ تربیت او در صغر سن مرا قرآن	تھے۔ ان کے زیرِ تربیت مجھے بچپن ہی میں قرآن
محفوظ گشت۔[1]	حفظ ہو گیا تھا۔

آپ بارہ سال تک اپنے ماموں کے فیضان سے مستفید ہوتے رہے اور تمام دینی علوم سے بہرہ ور ہوئے، طریقت وحقیقت سے بھی آگاہی ہوئی، عقلی و نقلی علوم بھی اپنے ماموں سے سیکھے۔[2]

سلوک کا آغاز

۷۲۵ ہجری - ۷۳۳ ہجری

بعد ازاں حضرت علاء الدولہ سمنانیؒ نے اپنے ہونہار بھانجے کو ایک مردِ متقی کے سپرد کیا، یہ مردِ متقی اخی شیخ تقی الدین ابو البرکات علی دوستیؒ (م ۷۳۳ یا ۷۳۴ ہجری) ایک مردِ عارف اور دائم البسط صوفی تھے۔ نور الدین نے لکھا ہے کہ شیخ علاء الدولہؒ اپنے کمال مقام افرادی کے باوجود شیخ اخیؒ کے آستانۂ خلوت پر بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے۔ "علی دوستی مارا مریدی و شاگرد لیسے کہ صد ہزار شیخ و استاد را شیخ و استاد است"[3]

سید ہمدانی تجسس طبع کے مالک تھے۔ جب آپ استادِ متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ خلوت خانہ میں صباح (صبح کا ذکر) اور رواح (شام کا ذکر) میں سر ہلاتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۴ الف

[2] حاجی محی الدین: تحائف الابرار موسوم بہ تاریخ کبیر ص ۱۲

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۱۵ الف۔

حال چیست ؟ (حال کیا ہے ؟)

جواب تھا: ذکر میگویم (ذکر کرتا ہوں)

پوچھا :- ذکر را بسر جنبانیدن احتیاج است۔ (کیا ذکر میں سر ہلانے کی ضرورت ہے)

جواب تھا آری مرا شیخ محمود مزدقانی قدس سرہ چنین تعلیم دادہ است۔

بے شک شیخ محمود مزدقانی قدس سرہ نے مجھے اس طرح تعلیم دی ہے۔

پھر اُستاد سے التماس کی کہ مجھے بھی وہ ذکر تعلیم فرمائیں۔ اُستاد نے قبول کیا۔ جب ہمیں روزان کے ساتھ ذکر میں موافقت کی تو اچانک "غیبت" حاصل ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔

چوں سہ روز با او در ذکر موافقت نمودم ناگاہ مرا غیبتی بحصول موصول گشت و جمال جہاں آرای مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بدیدم بر بام بلند چون خواستم تا در آن مقام بروم مصطفیٰ[۱] فرمود کہ فرزند نزد شیخ محمود مزدقانی برو تا ترا درین مقام بیارد۔[۱]

یعنی تین روزان کے ساتھ ذکر میں موافقت کی کہ اچانک حالتِ غیبت طاری ہوئی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا سے مشرف ہوا، دیکھا کہ آپ اونچی چھت پر تشریف فرما ہیں میں نے اس مقام پر جانا چاہا مگر حضور نے فرمایا کہ شیخ محمود مزدقانی کی خدمت میں جاؤ تاکہ وہ تمہیں اس رفعت تک پہنچائیں۔

---

[۱] خلاصۃ المناقب، برگ ۱ ب، ۱۱ الف، رسالہ مستورات برگ ۲۸ ع الف میں یہ روایت یوں ہے۔
اما دیں طریق بدانکہ سبب دریافت حضرت ابوالمعالی شرف الدین مزدقانی قدس سرہ آن جناب بہ سید ندکہ چہ بود ! بزبان حال چنین تقریر کردند کہ درستی روا ندہ بودم شبی در خواب دیدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بر کوشکی معا صحاب نشستہ اند، خواستم کہ پیش حضرت بزرگوار روم، نردبانی نبود، ہر چہار طرف نگہ و دور کردم، راہی بالا رفتن نیافتم و دل تنگ شدہ فریاد کردم کہ یا حضرت بزرگوار مرا پیش خود برسان، آنحضرت کاثنات بزبان مبارک (۲۷۹ الف) بدان تقریر فرمودند یا ولدی . . . ترجع الی مقدم ابوالمعالی شرف الدین محمود مزدقانی۔

جب سیدؒ غیبت سے شعور میں آئے تو اُستاد سے عرض کرتے ہوئے التماس کی کہ وہ انہیں شیخ محمود مزدقانیؒ (م: ۷۶۶ھ) کی خدمت میں لے جائیں۔ شیخ محمود مزدقانیؒ اس وقت مشایخ صوفیہ میں شمار ہوتے تھے، اخی علی دوستیؒ ان کے طریقت میں اور شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے فتوت میں مرید تھے[1]۔ خود مزدقانیؒ طریقت میں علاء الدولہؒ کے مرید تھے۔ چنانچہ باطنی تعلیمات کے حصول کے لئے ہمدانی مزدقان[2] آئے۔ جب شیخ مزدقانی کی خدمت میں پہنچے تو شیخ نے کہا۔

"اگر برای مخدومی در خانقاہ آمدی من
از سر قدم میسازم کہ مرا نباید از خدمت
تقصیر کنم و اگر از برای خادمی آمدی،
کفش این غلام سیاہ کہ اوست
کناس خانقاہ پیش او باید نہاد تا
بمقصود رسی[3]۔

یعنی اگر مخدومی کے لئے آئے ہو تو میں
سر کے بل حاضر ہوں کہ مجھے خدمت سے
کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اگر خدمتگزاری
کے لئے آئے ہو تو اس سیاہ غلام کے جو
خانقاہ کی صفائی پر متعین ہے، جوتے اس کے
سامنے رکھنے ہوں گے تاکہ دُرِ مقصود حاصل ہو۔

گویا شیخ نے سالک حقیقت کی تربیت اس نہج پہ کی کہ خالص للہیت کا جذبہ ابھرے اور دل خدمتگزاری سے معمور ہو یعنی اگر خانۂ خدا کا احترام مقصود ہے تو شعائر الٰہی کی تعظیم و تکریم کی بناء پر خواہ اس کا ایک ادنیٰ خادم ہی کیوں نہ ہو اس کے احترام سے عار نہیں ہونی چاہیئے۔

پھر شیخ نے شکستِ نفس کا احساس بھی اُجاگر کیا اس لئے کہ سیدؒ علی ہمدانی ایک حاکم

---

[1] جامی، نفحات الانس ص ۵۱۵۔ اسی وجہ سے اخی علی کو سربین الاقطاب کہتے تھے۔

[2] مزدقان "رے" کے پاس ایک چھوٹی سی بستی تھی یہاں رباط صوفیہ بھی تھی (معجم البلدان ج ۴ ص ۵۳)

[3] خلاصۃ المناقب، برگ ۱۰ الف، رسالہ مستورات برگ ۳۵۰ الف۔

کے بیٹے اور اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے گھر میں غلام خدمت گزاری کے لئے موجود تھے، دولت و حشمت، جاہ و مرتبت اور عزت و شہرت، اسے انسانی طبع میں رعونت و تکبر آجاتی ہے۔ اس کے تزکیہ و تصفیہ کے لیے تذلیلِ نفس کی ضرورت ہے جسے شیخ موصوف نے ایک حقیر کام کی تفویض سے پورا کیا یوں سید ایک ادنیٰ خادم کی جوتی اٹھانے پر مامور ہوئے یہ خدمت برضا و رغبت قبول کرتے ہوئے آپ نے بیعت کی۔

سال بھر ذکر میں مصروف رہے مگر توفیق حضور نہ ہوئی۔ ایک روز شیخ سے التماس کی کہ اس کناس (خاکروب) کا کام مجھے سونپ دیں مگر شیخ کا جواب تھا۔

کناس مثبر زیر خانقاہ پاک میباز ند	کناس خانقاہ کا صحن صاف کرتا ہے
در تو نفسِ خود را پاک نمیتوانی ساخت	اور تو اپنے نفس کو بھی پاک نہیں کر سکتا
برو در خلوت و ہمت بلند دار تا بر	جا خلوت میں بیٹھ کر ہمت سے کام
آید کار۔[1]	لو تاکہ تمہارا مقصد پورا ہو۔

شیخ کی جہاں بین نگاہ نے اندازہ لگایا کہ ابھی سید کا دل پوری طرح تکبر سے خالی نہیں ہوا اس لیے چیلنج کیا کہ خاکروب تو خانقاہ کا بیت الخلا صاف کرتا ہے اور تو نفس کی پاکبازی بھی نہیں کر سکتا۔ خلوت میں جاؤ۔ بلند ہمتی سے کام لو تاکہ منزل پاسکو تو شیخ نے یہ سوچتے ہوئے کہ کہیں بد دل نہ ہو جائیں ہمت بندھائی مگر اب سید کی آزمائش اور احتساب کٹھن تھا، تین مہینے زنجیروں میں رکھا، نہایت کم کھانا دیا جاتا تھا، صرف اتنا کہ رمقِ زندگی باقی رہ سکے۔ اس زمانہ کو "چاہِ زندان" کے نام سے یاد کیا ہے۔

نور الدین جعفر بدخشی رقمطراز ہے۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۲۴ الف، رسالہ مستورات برگ ۳۵ الف۔

حضرت کو صغر سنی میں چاہِ زندان میں ڈالا گیا اور مریدؔ[1] آپ سے مناجات سنتے تھے[2] اور وہ مناجات یہ ہیں ۔

الا ایھا المامول فی کل حاجۃ ترجمہ اے ہر حاجت کی جائے امید میں نے تیری طرف
رجوعتک فاکشف ضرمالی وفاقتی[3] رجوع کیا ہے پس ہماری مصیبت و غربت (فاقہ و درویشی) کا مداوا کر ۔

الا یا رجائی انت کاشف کربتی اے امیدوں کے مرکز تو ہی رنج و اندوہ
فہبلی ذنوبی واقض حاجتی دور کرتا ہے، پس میرے گناہ معاف فرما اور میری حاجت برلا ۔

شیخ کی ہمتِ کاملہ، باطن کے صدق و صفا اور خلوص و گداز کی بنا پر یہ حضور حاصل ہوا مگر بعد میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ شیخ دوسروں کو منع کرتے تھے کہ سید کے پاس ذکر بلند نہ کریں ورنہ جان جانے کا خوف تھا ۔

"پس شیخ فرمود کسی بنزدیک سید ذکر بلند نگوید کہ خوفِ انزہاق روح است"[4]

اب شیخ نے آپ کو منزہ خانقاہ صاف کرنے پر متعین کیا۔ سید نے یہ خدمت بڑی سعادتمندی سے قبول کی ۔ وہ ڈھیلے جو شیخ کے لیے بیت الخلا میں رکھے جاتے تھے آپ اپنی پیشانی سے صاف کرتے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ پیشانی کا گوشت و پوست گھس گیا۔ ہڈیاں نظر آنے لگیں لیکن آپ نے اپنی ٹوپی سے چھپا لیا۔ ایک دن شیخ نے اپنی بصارت

---

[1] یہاں مرید سے مراد وہ ارادتمند ہیں جو شیخ مزدقانیؒ کی خانقاہ میں جمع ہوتے تھے ۔

[2] خلاصۃ المناقب برگ ۱۲ الف ، رسالہ مستورات برگ ۳۵۰ الف ۔

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۲۴ ب ۔

[4] خلاصۃ المناقب برگ ۱۲ الف ، رسالہ مستورات برگ ۳۵۰ الف

سے دیکھا تو کہا :-

"یا سید این قدر رنج بہ جان خود نباید کرد ... اگر می توانی آب طہارت درویشان آوردہ باش[1]"

یعنی اے سید اپنی جان کو اتنی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اگر ہو سکے تو درویشوں کی طہارت کے لئے پانی لایا کرو۔

آپ کچھ عرصہ تک پانی لاتے رہے[2]۔ ان دنوں سفر و حضر میں ان کا یہی معمول تھا۔
نورالدین جعفر بدخشی لکھتا ہے :

"جناب سیادت نے فرمایا کہ ایک بار شیخ محمود مزدقانیؒ کی خدمت میں سفر میں تھا، شیخ مع درویشوں کے روزہ سے تھے، افطاری کے لئے پانی میرے پاس تھا، چھ فرسنگ راستہ طے کیا، اوّل وقت نمازِ عصر میں مشغول ہوئے۔ میں بھی نماز میں تھا کہ ایک بیوقوف نے (جو ساتھ ہی تھا) پانی کے اسی برتن کو منہ لگایا، لازماً باقی پانی گرا دیا، دوبارہ اسی منزل تک جہاں پانی تھا، آیا اور پانی لے کر قیامگاہ پہ افطاری کے وقت پہنچ گیا، شیخ نے بڑے تعجب سے مجھے دیکھا اور تبسّم کیا، اسی رات شیخ کی برکتِ نظر سے مجھ پر ایسے اسرار منکشف ہوئے جو چلّوں میں نہ ہو سکے تھے[3]۔

صحنِ خانقاہ میں ہفتہ میں دو بار مجلسِ سماع ہوتی تھی اس میں سید بھی رقص کرتے تھے۔

---

[1] رسالہ مستورات برگ ۳۵۱ ولف (۲) رسالہ مستورات برگ ۳۵۱ الف۔

[2] خلاصۃ المناقب برگ ۲، ب، رسالہ مستورات برگ ۳۵۱۔ الف، ب۔ مزید لکھا ہے کہ میں اتنا پانی لایا جو دو روز کے قیام میں تمام احباب کے پینے اور طہارت کے لیے کافی ہوا پھر شیخ کی اجازت سے ذکر میں مصروف ہوا۔

۲۔ تزکیۂ باطن کی مشق معنوی استاد پہ چون و چرا سے بالاتر ہے۔

۳۔ اسلامی تصوف میں صرف مراقبہ اور عزلت نشینی نہیں بلکہ تزکیہ قلب اور تصفیۂ باطن کے ساتھ جسمانی پرداخت کا بھی خیال ہے کہ گوشہ نشینی سے کہیں انسانی قوای مضمحل اور سست نہ ہو جائیں ان سے انسان میں کسلمندی اور تساہل نہ پیدا ہو، اس لئے چستی اور ہوشیاری اور پھرتی کے لئے جسمانی ریاضت کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ (یہ ریاضت اور تربیت ایک اچھی اور منظم فوجی تربیت کی مانند ہے۔)

دو سال بعد (۷۳۳ ہجری) اخی علی دوستیؒ نے سید موصوف کو حکم دیا کہ آپ محمود مزدقانیؒ کی صحبت میں چلے جائیں مگر سید نے عزم جازم کے لئے دس روز توقف کیا، مقررہ وقت پر جو چاشت کا وقت تھا، اخی خلوت سے باہر نہ آئے، درویشوں کو تشویش ہوئی انھوں نے سیدؒ سے خلوتخانہ میں جانے کی التماس کی، سیدؒ داخل ہوئے دیکھا کہ اخی اثباتِ ذکر[1] کی جانب سر مبارک زانوں پہ رکھے رحلت کر گئے ہیں پھر کلمۂ استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) کہا اور باہر آئے۔ تدفین کے تین روز بعد موصوف کے اشارہ سے شیخ مزدقانیؒ کی صحبت میں چلے آئے۔ اب شیخ مزدقانیؒ نے آپ کو سیر و سیاحت کی اجازت دی[2] (۷۳۳ ہجری/ ۱۳۳۲ء)

سیدؒ علی ہمدانیؒ صوفیا کے کبرویہ سلسلہ سے منسلک تھے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کے

---

[1] ذکر: لاالہ الا اللہ کے دو جزو ہیں! جزو اوّل یعنی لاالہ نفی ذکر ہے یعنی اللہ کے سوا اور کوئی الہ نہیں، ہر قسم کے معبود یعنی شرک کی نفی ہے۔

جزو دوم: اِلَّا اللہ ! الہ العالمین اللہ کا اقرار ہے، اسے اثبات ذکر کہتے ہیں۔

[2] خلاصۃ المناقب برگ ۵ ب

نام رسالہ نوریہ[1] میں بصورت نظم درج ہیں اور سید علی ہمدانیؒ نے اپنے دو رسالوں میں
داؤدیہ اور فقریہ میں قلمبند کیے ہیں یہ نام، خلاصۃ المناقب میں بھی منضبط ہیں
اور ان کی ترتیب یہ ہے۔

سید علی ہمدانیؒ (م ۔ ۷۸۶ھ) شیخ محمود مزدقانیؒ (م، ۷۶۶ھ)
شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ (م ۔ ۷۳۶ھ) شیخ عبدالرحمن اسفرائنیؒ (م ۔ ۷۰۰ ہجری)
شیخ احمد جوزقانیؒ (م ۔ ۶۶۹ھ) شیخ علی لالاؒ (م ۔ ۶۴۷ ہجری)
عمار یاسرؒ (م ۔ ۵۸۲ھ)
شیخ نجم الدین الکبریٰؒ (مقتول ۶۱۸ھ) شیخ ابا النجیب السہروردیؒ (م ۵۶۳ھ)
شیخ احمد غزالیؒ (م: ۵۱۴ھ) شیخ ابابکر نساجؒ (م ۔ ۴۸۷ ہجری)
شیخ ابا القاسم الجرجانیؒ (م: ۴۵۰ھ) شیخ ابا عثمان المغربیؒ (م، ۳۷۲ ہجری)
شیخ ابا علی الکاتبؒ (م ۔ ۳۴۶ھ) شیخ ابا علی الرودباریؒ (م: ۳۲۱ ہجری)
شیخ ابا القاسم جنید البغدادیؒ (م ۔ ۲۹۷ ہجری)
شیخ سری سقطیؒ (م ۔ ۲۵۱ھ) شیخ معروف کرخیؒ (م: ۲۰۰ھ)
امام موسیٰ الکاظمؒ (م ۔ ۱۵۹ھ) امام جعفر صادقؒ (م، ۱۴۸ھ)
امام محمد باقرؒ (م: ۱۱۴ھ) امام علی زین العابدینؒ (م، ۹۴ھ)
امام حسین الشہیدؓ (۶۱ ہجری) اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالبؓ (۴۰ ہجری)
سید المرسلین رسول رب العالمین ﷺ[2]
شاہ ہمدانؒ نے خرقۂ فتوت شیخ ابوالمیامن نجم الدین محمد بن محمد دیا احمد)

---

[1] مائیکروفلم برٹش میوزیم برگ ۱۵۶ الف
[2] ایضاً برگ ۱۰ ب

الاذکانیؒ (۶۹۵ھ - ۷۴۸ھ) سے حاصل کیا تھا اور وہ بھی شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے
مرید تھے۔ رسالہ مستورات میں خرقہ حاصل کرنے کا واقعہ اس طرح آیا ہے۔

"... از جناب سیادت پرسیدند که
اجازت حضرت قطب الاقطاب،
غوث الحق والدین سلطان الکاملین
شیخ محمد اذکانی الاسفرائنی قدس سرہ
چه بود؟ فرمودند که در اسفرائن رفتیم
چون درمیان بازار رسیدیم، صاحب
جمالی دیدم، در حال او نظر کردم
بیهوش شدم، تمام مردم بنظاره می
آمدند و یک درویشی که در آن مجلس
از مردان حضرت شیخ حاضر بود، در خدمت
شیخ رفته تقریر کرد که قلندری را دیدم
که در حسن پسری نظر کرده۔ وافتاد ناگاه
در خاطر مبارک شیخ شد که آن فقیر را
بیارید... چون بهوش آمدم... گفتند
که شیخ محمد اذکانی ترا طلب می کند،
دلشاد شده در حضرت شریف رفتم چون
بخدمت مشرف شدم، شب در واقعه
دیدم که حضرت رسالت پناه صلی اللہ
علیه وسلم حاضر آمد و گفت، که

جناب سیادت سے پوچھا کہ حضرت
قطب الاقطاب، غوث الحق والدین،
سلطان الکاملین شیخ محمد اذکانی الاسفرائنی
قدس اللہ سرہ سے اجازت کیسے حاصل کی؟
آپ نے فرمایا کہ اسفرائن میں جا رہا تھا،
بازار میں پہنچا ایک صاحب جمال پر نظر
پڑی، اس کے حال پر غور کیا اور میں
بے ہوش ہو گیا، تمام لوگ میرے نظارے
کے لئے آئے، ان میں حضرت شیخ کے
حلقہ کا ایک درویش بھی تھا شیخ کی خدمت
میں جا کر صورت حال کہی کہ میں نے ایک
قلندر دیکھا ہے جس نے ایک لڑکے
کے حسن پر نگاہ ڈالی اور گر پڑا، اچانک
شیخ کے دل میں خیال آیا کہ اس فقیر کو لاؤ،
جب ہوش آیا تو لوگوں نے کہا کہ شیخ محمد
اذکانی تجھے طلب کرتے ہیں، خوش ہو کر
نیک جذبات کے ساتھ خدمت عالیہ سے
مشرف ہوا، رات واقعہ میں دیکھا کہ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا

"یا ولدی حضرت شیخ محمد از کانی غنیمت شمر"	"اے فرزند! حضرت شیخ محمد از کانی کو غنیمت سمجھ"
چوں بیدار شدم بعد از نماز بامداد شیخ	جب بیدار ہوا، نماز صبح کے بعد شیخ نے ہمیں طلب کیا،
مرا طلب کرد و در خلوت برد و گفت کہ امشب	خلوت میں لے گئے اور کہا آج رات حضور
سرورِ کائنات برائے شما التماس کردہ باید	صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے التماس کی تھی،
کہ بیعت مارا قبول کنی، بعد از ایشاں	تمہیں ہماری بیعت کرنی چاہیے پھر ان سے
بیعت کردم، چندگاہ در خدمت شریف	بیعت کی، کچھ عرصہ خدمت شریف میں
بودم و خرقۂ مبارک از ایشان تفاخر	رہا، پھر ان سے خرقہ حاصل کیا جو
آمد۔ (۵۲ الف وب)	جو ملائکہ کے لئے بھی باعث فخر
	تھا۔

سید کا سلسلہ فتوت بھی کبرویہ تھا۔

فتوت یا جوانمردی صوفیانہ اصطلاح میں شریعت، طریقت اور حقیقت کی مانند ایک مسلک ہے جس سے دینِ اسلام کے اخلاقِ اعلیٰ نمایاں اور تصوف نمایاں تر ہوتا ہے، اس کا موضوع انسانی نفس ہے۔ فتوت کی برکات سے نفس افعال جمیلہ اور صفاتِ حمیدہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ تصوف کے تمام سلسلے سرکار رسالت مآبؐ پہ منتہی ہوتے ہیں اور چونکہ فتوت بھی سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام، اسلامی فقر کا لازمہ اور ولایت کا تکملہ ہے اس لئے اس کا سرچشمہ بھی منبع ہدایت، شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے تصوف کے سلاسل میں سے اگرچہ نقشبندیہ سلسلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے لیکن فتوت کے تمام سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہ منتہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے نفائس الفنون فی عرائس العیون[1] میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قطب مدار فتوت

---

[1] ج ۲، ص ۱۱۳

کہا گیا ہے۔ اور سید علی ہمدانیؒ نے آپ کو
"منبع عین فتوت و معدن جود و مروت" لکھا ہے۔

فتوت کی متعدد توجیہات ہیں جو کلام پاک، احادیث رسولِ مقبولؐ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں کی جاتی ہیں سید علی ہمدانیؒ نے فتوت کی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پہ ایک رسالہ فتوتیہ[1] لکھا ہے۔ اس میں تقریباً دس بزرگوں کے قول نقل کیے ہیں۔

فتوت کے تین درجے ہیں۔

اول: سخا: یعنی جو کچھ بھی ہے اُسے دوسروں کو دینے میں دریغ نہ کرے۔

دوم: صفا: یعنی سینہ کبر و کینہ سے پاک ہو۔

سوم: وفا: بندے اور معبود کے درمیان رشتۂ صحبت بہر صورت برقرار رہے۔

بقول غالب وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے۔

آئین فتوت میں اسادت کی پانچ شرطیں ہیں۔

صدق دل سے توبہ، دنیوی اشتغال و علائق سے اجتناب، دل اور زبان کی سچائی اور موافقت، بزرگوں کی اقتدا اور خواہشات سے احتراز، بشرطیکہ طالب دین اسلام کا پابند ہو، مردانگی، بلوغت، عقل، پختگی، مروت اور حیا کا مالک ہو، فتوت کی بیشمار صفات ہیں مگر سید علی ہمدانیؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسناد سے لکھتے ہیں کہ ان تمام صفات کا مدار مندرجہ ذیل چار چیزوں پہ ہے۔

الف: قدرت اور طاقت کے باوجود معاف کرنا۔

---

[1] یہ رسالہ تہران یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد ریاض نے تصحیح و تحشیہ کے بعد ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے طور پر ۱۹۶۸ء میں پیش کیا ہے۔ ۱۹۴۲ء میں یہی رسالہ استنبول سے چھپا تھا۔

(ب)۔ غصے کے وقت بُردباری۔

(ج)۔ دشمن کی خیر خواہی۔

(د)۔ احتیاج کے باوجود ایثار کرنا۔

حلقۂ فتوت میں آنے والے ایک دوسرے کو اخی کہتے تھے۔ سید علی ہمدانیؒ لکھتے ہیں کہ اخی کو چاہیئے، مکارمِ اخلاق سے موصوف اور پسندیدہ فضائل سے آراستہ ہو، بزرگوں کا احترام، جوانوں کو پند و موعظت، بچوں پہ شفقت اور کمزوروں پہ رحم کرے۔ نیز درویشوں میں سخاوت، علماء کی تعظیم، ظالموں سے دشمنی، فاجروں کی اہانت، اور مخلوقِ خدا سے احسان و مروّت سے پیش آئے، اسی طرح وہ اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے، نفس سے پیکار، خلقِ خدا سے صلح، خواہشات کی مخالفت، شیطان سے محاربت رکھے علاوہ ازیں لوگوں کی جفا پہ متحمل، اعدا کے مقابل بُردبار، مصائب میں صابر، حالت رجا میں شاکر ہو۔ اُسے چاہیئے کہ اپنے نفس کی برائیاں پہچانے اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کرے۔ وہ شریعت میں راسخ، طریقت پہ ثابت قدم، مواضع تہمت سے محترز، علم نجات کا طالب، اہل غفلت سے متنفر، اندک دنیا پر قانع، آخرت کے احوال و اہوال پہ متفکر، اپنے افعال و اقوال سے خائف اور قیامت کی رسوائی سے ترساں ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے حوالے سے شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ حقیقتِ فتوت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تو خیر و احسان کا ذریعہ، بندگانِ حق کی راحت و آرام کا وسیلہ بنے احسان کی بساط پہ بُروں کے مقابلہ میں برائی کی شطرنج نہ کھیلے۔

عفت، امانت، شفقت، حلم، تواضع اور تقویٰ سے متصف اخی کو تعلیم و تربیت کے لئے آستانۂ خدمت میں مقبول کیا جاتا تھا۔ خرقہ یعنی خلعتِ فقر کا ایک حصّہ اسے ملتا جو مندرجہ ذیل دو چیزوں پہ مشتمل ہوتا تھا۔

(الف)۔ کلاہ و عمامہ: احترام و توقیر کے لئے بقول سید ہمدانیؒ یہ کلاہ تاجِ کرامت ہے۔

(ب) سراویل ، عفت ، پاک دامنی اور تقشف کی یاد دہانی ۔ اس کے لئے کہا جاتا ہے " سر بابہ و سراویل مدہ "

اخی کو یہ لباس عطا کرتے وقت نمکین پانی کا پیالہ پلاتے تھے جسے " کاس الفتوۃ " کہتے تھے ۔

سید علی ہمدانی نے سلسلہ فتوتیہ کی سند اس طرح لکھی ہے ۔

میں نے لباس فتوت جو خرقۂ مبارکہ کا جزو ہے اپنے شیخ ، امام و رہنما اور طریق فتوت میں جن پر اعتماد اور یقین ہے امام محدثین ، قدوۃ العارفین ، سلطان المحققین ، نجم الحق والملتہ والدین ، ابو المیامن محمد بن محمد اذکانی ۔ (اللہ ان کے انفاس شریفہ سے مسلمانوں کو مستفید کرے) کے دست مبارک سے زیب تن کیا ۔ انھوں نے شیخ عارف محمد بن حمبائی سے انھوں نے نور الدین سالارؒ سے ، انھوں نے شیخ علی لالا غزنوی ۔ (م : ۶۴۲ ھ) سے

انھوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے ۔ انھوں نے اسمٰعیل القصیری سے

انھوں نے محمد المانکیل سے انھوں نے داؤد بن محمد سے

انھوں نے ابو العباس بن ادریس سے انھوں نے ابا القاسم ابن رمضان سے

انھوں نے ابو یعقوب طبری سے انھوں نے عبد اللہ عمر بن عثمان (م : ۲۹۶ ھ) سے انھوں نے ابا یعقوب النہر جوری (م : ۳۳۰ ھ) سے انھوں نے ابا یعقوب السوسی سے انھوں نے عبد الواحد بن زید (م : ۱۷۷ ھ) سے انھوں نے کمیل بن زیاد (م : ۸۲ ھ) سے اور انھوں نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انھوں نے خاتم المرسلین رسول رب العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ۔

---

[1] سرچشمۂ تصوف در ایران ، سعید نفیسی ، ص ۱۴۴ - ۱۵۳ ۔

شیخ نجم الدین محمد بن محمد اذکانیؒ نے خرقۂ فتوت کے علاوہ سید کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کا فرش مبارک اور خیمہ شریف کا ستون بھی مرحمت کیا تھا یہ دونوں تبرک شاہ ہمدانؒ کی مسجد سری نگر میں محفوظ ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں تبرک حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھے، آپ کی شہادت کے بعد دوسروں تک پہنچے۔

نورالدین جعفر بدخشی نے لکھا ہے کہ اپنے زمانہ صغر سنی میں جناب سیادت مآب ایک مجلس میں چار سو اولیاء سے شرفیاب ہوئے۔ اس اجتماع کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ وقت کو خراسان اور عراق کے اکابر و علماء سے ملنے کی آرزو ہوئی، اس نے وزراء سے مشورہ کیا، وزراء نے جواب دیا کہ اکابرین کو بلا وجہ طلب نہ کرنا چاہیے اس لئے ان سے مدرسہ اور خانقاہ بنوائیں بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی اور تعمیر کا حکم دیا، جب عمارت مکمل ہوئی تو خراسان و عراق کے علماء اور فقراء کو مدعو کیا، اس جلسہ میں شرکت کے لئے شاہ ہمدانؒ کے والد اور ماموں بھی گئے اور سید علی ہمدانیؒ کو اپنے ہمراہ لیا، چار سو محقق بادشاہ کی دائیں جانب اور بے شمار علماء بائیں جانب متمکن تھے، ان کے والد نے علی ہمدانیؒ کو ہاتھ پکڑا اور فاتحہ کی التماس کی، تمام علماء اور فقراء نے جو وہاں حاضر تھے، فاتحہ پڑھی، پھر التجا کی کہ مجلس میں شریک ہر محقق بچے کے لئے ایک ایک حدیث بیان کرے تاکہ وہ بطور تبرک ملے، سب سے پہلے خواجہ شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ اور سب سے آخر میں خواجہ قطب الدین نیشاپوریؒ نے حدیث بیان کی اس طرح سعادات فواتح کے ساتھ چار سو حدیثیں سننے کا شرف حاصل ہوا[1]

یہ بادشاہ کون تھا؟ اور واقعہ کس سال ہوا؟

نورالدین نے کچھ وضاحت نہیں کی، البتہ شاہ ولی اللہؒ نے اس واقعہ کو

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۱۳ الف

سلطان محمد خدابندہ (م۔ ۷۱۶ہجری) سے منسوب کیا ہے[1]۔ اگر یہ اجتماع سلطان کے سال وفات یعنی ۷۱۶ ہجری میں ہوا تو اس وقت سید علی ہمدانی کی عمر بمشکل تین یا چار سال ہو گی جبکہ رسالہ مستورات[2] میں اس واقعہ کا سن ۷۱۵ھ ہجری لکھا اگر ایسا ہی ہے تو اس وقت سید موصوف ایک یا دو سال کے ہوں گے۔ کسی حاکم کا اتنے چھوٹے سے بچے کو علماء و فقراء کی مجلس میں لے جانا محال ہے۔ اس سلسلہ میں رسالہ اسناد و راد فتحیہ عن احد من المریدین[3] کی بات قرین صواب ہے کہ یہ اجتماع سلطان ابوسعید بہادر خان بن الجائتو سلطان بن ارغون خان بن اباقا خان (۷۱۶ھ - ۷۳۶ھ) کے فرمان سے ہوا[4]۔ غالب گمان ہے کہ علماء و فقراء کی یہ مجلس ۷۲۵ھ ہجری میں منعقد ہوئی، اس زمانہ میں جب سید علی ہمدانیؒ نے اپنے ماموں علاء الدولہ سمنانیؒ سے کلام مجید حفظ کیا ہے اس موقع پر آپ کے لئے خیر و برکت اور سعادت کے طور پر فاتحہ پڑھنے کی التماس کی گئی، اور ہر محقق نے ایک ایک حدیث بیان کی تاکہ کمسن حافظ قرآن اب احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور انہیں سمجھے۔

یہ لفظ صغر سن تو اس کا اطلاق بارہ برس کی عمر تک ہوتا ہے۔

ان اکابر اولیاء میں سے ۳۳ تینتس نے سید کو "غربای دیار طالب حق"[5] کی تعلیم و

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء ص ۱۲۵ [2] برگ ۳۶۰ ب - ۳۶۱ ب۔

[3] برگ ۱۷۷ الف۔ [4] ہفت اقلیم: میں ہے کہ سلطان الجائتو نے سلطانیہ میں اپنے لئے مقبرہ بنایا۔ افاضل و اکابر، علمائے گرامی اور سادات و مشائخ کے حاضر ہونے کا حکم دیا کہ ہر ایک گنجینۂ خاطر پیش کرے تاکہ وہ افادات اس گنبد عالی کی زینت بنیں، امیر سید علی ہمدانی اُس وقت سات سال کے تھے ان کے ماموں آپ کو کندھے پر بٹھا کر مجلس میں لے گئے۔ آنجناب نے ان سب سے ذکر حاصل کیا، بعد میں اسے ترتیب دی اور اسے "اوراد فتحیہ" کے نام سے یکجا کیا۔ (۳-۲۰۴ ص)

[5] طریقت میں نو وارد۔

ہدایت کی اجازت دی مگر آپ اجازت کے باوجود ان اشغال کی طرف ملتفت نہ ہو سکے حتیٰ کہ ایک بزرگ اپنے بیٹے کو معترانش سید کی خدمت میں لائے اور گزارش کی کہ اسے اپنی مریدی میں قبول کیجیے۔ لیکن سفروں میں مشغولیت کی وجہ سے یہ التماس پوری نہ ہو سکی کیونکہ سید کے خیال میں جب مرید قبول کیا جائے تو اس کی تربیت اطمینان اور سکونِ خاطر سے کرنی چاہیے۔

وہ بزرگ طیش میں آئے اور کہا: "احدث من تطلع الطریق" آپ نے معذرت چاہتے ہوئے درخواست قبول کی اور بزرگ نے فرمایا کہ

یا سید! خواہ آپ مقیم ہوں یا مسافر تو بر طریقت کا سوال ہمیشہ قبول کیجیے۔

علی ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے ہمیشہ اس وصیت کا خیال رکھا۔[1]

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۱۳ ب۔ اس واقعہ کی رُو سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ علماء و فقراء کی مذکورہ مجلس ۷۳۳ھ ہجری کے لگ بھگ منعقد ہوئی! جب سلوک و طریقت کے مراحل طے کرنے کے بعد سید ہمدانیؒ اس مرتبہ کے اہل ہو گئے کہ وہ اب دوسروں کو فیضیاب کر سکتے تھے۔

سیر و سیاحت

سنہ ۳۳۳ ہجری - سنہ ۷۵۳ ہجری

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ رقمطراز ہیں کہ "کچھ مشائخ ہمیشہ سفر کرتے رہتے ہیں اور کسی جگہ مقیم ہونا پسند نہیں کرتے۔"[1] شیخ موصوف کے نزدیک اس سفر کی وجہ کچھ اہم مقاصد ہوتے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ مشائخ کے ابتدائی سفر کا اہم مقصد مشائخ اور مخلص بھائیوں کی زیارت ہے۔

۲۔ دوسرا مقصد کیمیائی نظر رکھنے والے بزرگوں کی تلاش ہے۔[2]

۳۔ تیسرا مقصد مجاہدۂ نفس ہے کہ دوستوں، عزیزوں اور وطن کی جدائی کے تلخ گھونٹ پینے کا عادی ہو۔

۴۔ ترکِ لذت: شیخ نوری فرماتے ہیں کہ تصوف نفس کی لذتوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ سفر کے ذریعہ وہ (سالک) ایسا صاف اور درست ہو جاتا ہے، جس طرح چمڑا دباغت اور رنگنے کے بعد صاف و شفاف نکل آتا ہے۔

۵۔ سفر کا ایک مقصد آثارِ قدیمہ کی زیارت اور عبرت انگیزی ہے۔

---

[1] اُردو ترجمہ عوارف المعارف ص ۱۶۴ [2] ایضاً ص ۱۶۵

۶۔ سفر کا ایک مقصد شہرت سے بیزاری ہے[۵۱]۔ یعنی ایک مقام پر ان کی ریاضت و عبادت کی بنا پر عوام میں جو شہرت و عقیدت ہوتی ہے سفر میں جب انسان غریب الوطن ہوتا ہے وہ شہرت اجنبیت میں بدل جاتی ہے۔

اس لئے جب ایک سالک کی روحانی بنیاد مضبوط ہو جائے الشیخ کی محبت میں رہ کر اس کی ہدایات پر عمل کرے، اس روحانی سرچشمہ سے خوب سیراب ہو جائے یہاں تک کہ وہ بھی ایسا مرد کامل بن جائے کہ اس کے قالب سے آب حیات کے چشمے پھوٹنے لگیں۔ اس کا نفس نیکی و سعادت کا اہل بن جائے اور وہ روئے زمین کے دور دراز رہنے والے بھائیوں سے روحانی فیض حاصل کر سکے اور وہ ان سے ملاقات کرنے کے لئے آفاقی عالم میں گھوم سکے تو خداوند تعالیٰ بھی اسے اپنے بندوں کے فیض کے لئے غیر ممالک کا سفر کرنے کا حکم دے گا، اس وقت وہ اپنی مقناطیسی کشش کے ذریعے راستبازی کو نکال لائے گا[۵۲]۔

بعض مشائخ ہمیشہ مسافر رہتے ہیں وہ اپنا تزکیہ نفس اور روحانی اصلاح سفر کے ذریعے کرتے ہیں چنانچہ انہی بزرگوں میں سے ایک کا مقولہ ہے کہ تم کوشش کرو کہ ہر رات ایک نئی مسجد میں مہمان رہو اور تمہاری موت اس وقت آئے جب تم دو منزلوں کے درمیان ہو[۵۳]۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا یہ نظریہ سید علی ہمدانی کی زندگی پہ کامل صادق آتا ہے۔ نور الدین جعفر نے ولایت اور اولیاء کے احوال کے ضمن میں لکھا ہے:۔

---

۵۱ ایضاً ص ۱۶۶ ۵۲ ایضاً ص ۱۶۹

۵۳ ایضاً ص ۱۷۲

"بعضی از اولیاء و سا که اخیار نامند بعدد ہفت باشند، سیاح نیز خوانند زیرا کہ خدائی تعالیٰ الشان ما کمالِ معرفت بخشیدہ است و در بساطِ دنیا بسیاحت امر کردہ از برای مصالحِ عباد و طلابی را کہ در اطرافِ دنیا باشند اہلِ سیاحت ارشاد میکنند... و جناب سیادت قدس سرہٗ در او لنا بہٖ از اکابرِ اہلِ سیاحت مطلقہ است زیرا کہ جنابش مسافر مقیم و مقیم مسافر است"[1]

بعض اولیاء کو انہیں اخیار کہتے ہیں ان کی تعداد سات ہے اور انہیں سیاح بھی کہتے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے انہیں کمال معرفت عطا کی ہے اور بندوں کی بہتری کے لیے بساطِ عالم میں سیاحت کا حکم دیا ہے اور دیا طرافِ دنیا میں طالبوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں... اور جناب سیادت قدس سرہٗ در او لنا بہٖ سیاحت مطلقہ کے اکابر میں سے ہیں آپ مسافر مقیم[2] اور مقیم مسافر ہیں۔

چنانچہ سید علی ہمدانیؒ جب مجاہدہ و ریاضت کے بعد ۷۳۳ھ ہجری میں دوبارہ شیخ محمود مزدقانیؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو سفر کا حکم دیا،[3] فرمانِ شیخ کو بسر و چشم تسلیم کرتے ہوئے آپ سیاحتِ عالم پر روانہ ہوئے اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مسافرت میں بسر کیا۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۴۴ الف۔ [2] مسافر: تصوف کی اصطلاح میں ایک حالت سے دوسری حالت کا طاری ہونا یا ایک مقام سے دوسرے مقام میں جانا کیونکہ سلوک کے دوران سالک پر مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں۔ اسی طرح مقیم: جب سالک کسی خاص ایک باطنی مقام پر ٹھہر جائے تو وہ مقیم کہلائے گا جیسے بعض سکر کی حالت میں اور بعض صحو کی حالت میں رک جاتے ہیں۔ مسافر مقیم اور مقیم مسافر سے مراد ہے کہ ایک منزل سے دوسری منزل اور ایک اقلیم سے دوسرے مقام میں جسمانی اور باطنی طور پر سفر کرتے ہیں۔

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۵۰ الف۔ لاجرم حضرت شیخ مرا بسفر اشارت فرمود... زیرا کہ در اقامت ایں نوع افاضہ و استفاضہ میسر نگردد۔

"جب میں اخی (علی دوستی) کی صحبت سے دوبارہ شیخ (محمود مزدقانی[1]) کی خدمت میں آیا تو شیخ نے مجھے اشارتاً سفر کے لئے کہا اور یہ اشارہ اس "واقعہ" کا ماحصل تھا جو اخی نے فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا "بہت سی دیگیں جو شنذن ہیں اور سید ہر دیگ سے ایک ایک چمچہ لے رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ اخی نے جواب دیا: مبارک ہے کیونکہ اس سے مراد اولیاء اللہ سے استفاضہ ہوگا... پھر شیخ نے مجھے سفر کا حکم دیا۔ "تا از ان دیگہا کفلیز با بر دارم[1]"

شاہ ہمدانؒ کی طویل سیاحت کے بارے میں مفتی غلام سرور نے لکھا ہے کہ شیخ محمود مزدقانیؒ نے فرمایا کہ تمام عالم میں سفر کرو اور اولیاء اللہ کی زیارت کرتے ہوئے ہر ایک سے حتی الامکان استفادہ کرو۔ چنانچہ حضرت امیرؒ نے تین بار ربع مسکون کی زیارت کی۔[2] ۲۰ یا ۲۱ سال مسلسل جہانگرد رہے[3]۔

تذکروں میں یہی روایت درج ہے کہ جناب سیدؒ نے تمام دنیا کی تین بار سیاحت کی خود شاہ ہمدان فرماتے ہیں:-

"سہ بار از مشرق تا مغرب سفر کردم	میں نے تین بار مشرق سے مغرب تک
بسی عجائب در بحر و بر دیدہ شد در ہر	سفر کیا بحر و بر میں بے شمار عجائب دیکھے
کہ بشہری و ولایتی رسیدم رسم و	ہر بار جس شہر اور سرزمین میں گیا وہاں نئی رسمیں
و عادت اہل آن موضع طریق دیگر دیدم	اور عادتیں دیکھیں۔ دیکھ کا فرمان یہ بھی

---

[1] ایضاً۔ برگ ۸۵ الف [2] خزینۃ الاصفیا ج ۲ ص ۲۹۴

[3] رسالہ مستورات (برگ ۱۹۱ ب)، نفحات الانس (ص ۵۱۵)، مجالس المومنین۔ (ص ۲۱۱) حبیب السیر (ج ۱ ص ۹۲)، سفینۃ الاولیاء (ص ۱۰۷)، مجمع الفصحاء (ج ۱ ص ۳۴۰) ریاض العارفین ص ۱۷۸، واقعات کشمیر برگ ۳۴ الف، کشمیر ج ۱ ص ۸۶ اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ وغیرہ۔

و احاد طلاب باو نماق را که در اطراف دنیا باشند ارشاد نمایم زیرا که در اقامت این نوع استفاضه و افاضه میسر نگردد۔[1]

تھا کہ طالبانِ حق کو جو اطرافِ دنیا میں ہیں رُشد و ہدایت کی تعلیم دوں کیونکہ اقامت میں اس قسم کا افاضہ و استفاضہ ممکن نہیں ہوتا۔

صحیفۃ الاولیاء میں سید ہمدانیؒ کے خلیفہ اسحاق ختلانیؒ کے مرید سید محمد نوربخشؒ کے یہ اشعار بھی مؤید ہیں کہ آپ نے تمام عالم کا تین بار سفر کیا۔

دگر شیخ محتشم کہ او سید است — علی نام والوندی المولد است

بگشت او جہان را سراسر سہ بار — بہدید او لب چار صد با ہزار

نمودہ است پنجاہ سال اختیار — «تتجافی ز مضجع»[2] زہی مرد کار![3]

ابو محمد حاجی محی الدین نے اس سفر کی ترتیب یہ بتلائی ہے۔

«بار اول شہر بہ شہر، بار دوم دہ بدہ، بار سوم خانہ بخانہ و بصحبت جمیع زہاد و عباد و اوتاد و اقطاب عالم دام اللہ برکاتہم مشرف شد»[4]

«پہلی بار شہر بہ شہر» دوسری بار دہ بدہ، اور تیسری بار خانہ بخانہ سفر کیا اور دنیا کے تمام زاہدوں، عابدوں، اوتاد اور قطبوں (اللہ ان کی برکتیں ہمیشہ رکھے) کی صحبت سے مشرف ہوا۔

---

۱ خلاصۃ المناقب برگ ۸۶ الف ۲ قرآن مجید ۳۲ (سورہ السجدہ) ۱۶

۳ ایضاً ص ۳۲۹۔

۴ تحایف الابرار موسوم بہ تاریخ کبیر ص ۱۴۲، نیز رسالہ مستورات میں بھی مضمون ان الفاظ میں ہے کہ از جناب سیادت مآب کہ بزبان مبارک خود فرمودند کہ سہ نوبت تمام ربع مسکون را سیاحت نمودم مرتبہ اول شہر بشہر، بار دوم قریہ بقریہ، بار سوم خانہ بخانہ۔ (برگ ۳۶۱ ب)

اس زمانہ میں جبکہ ذرائع آمدورفت محدود تھے، راستے خطرناک اور غیر محفوظ تھے سید علی ہمدانیؒ کا اقصائے عالم کا تین بار سفر حیرت انگیز ہے۔ اگرچہ آپ کا پوری دنیا کا سفر محلِ نظر ہے[1]۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ایک بہت بڑے سیاح تھے اگر ابن بطوطہ کی مانند آپ سفر کی یادداشت بطور روزنامچہ محفوظ رکھتے تو وہ یقیناً اس زمانے کے بارے میں بیش بہا معلومات کا گرانقدر ذخیرہ ہوتا مگر آپ کا مقصد صرف راہ سلوک طے کرنا، وعظ، تبلیغ اور مخلوق کی راہنمائی تھی، اس لئے آپ درویشانہ انداز سے چلے تھے اور خلاصۃ المناقب میں اسی درویشانہ سفر کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

خلاصۃ المناقب کی حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے اسفار کے دوران مزدقان[2]، ختلان[3]، بلخ[4]، بدخشان[5]، ختا[6]، ہند[7]، شام و بغداد[8]، حجاز[9]، روم[10]، ماوراء النہر[11]

---

[1] اسی بنا پر رسالہ در معرفت صورت و سیرت انسان، برگ ۸۰ الف میں ہے۔

و آنحضرت بعد از تحصیل تمامت فنون و علوم و ملازمت حضرت مرشد حقانی شیخ محمود مزدقانی بمقام ولایت و ارشاد وصول یافت بعد از اجازت از حضرت شیخ بموجب اشارت غیبی بسفر سہ بار آن مقدار کہ مقدور باشد، عالم را دید۔

ترجمہ:- اور آنحضرت (سید علی ہمدانی) نے علوم و فنون کی تحصیل اور مرشد حقانی شیخ محمود مزدقانی سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے، مقامِ ولایت اور منزلِ ارشاد حاصل کرنے، شیخ کی اجازت پانے کے بعد اشارۂ غیبی سے تین سفروں میں دنیا کی جتنا بن پڑا سیاحت کی۔

[2] خلاصۃ المناقب برگ ۱۱ ب (۳) ایضاً برگ ۴ الف (۴) ایضاً برگ ۹۳ ب،
[5] ایضاً برگ ۷۰ ب [6] ایضاً برگ ۷۵ ب (۷) ایضاً برگ ۹۳ ب
[8] ایضاً برگ ۹۴ الف [9] ایضاً برگ ۹۴ الف [10] ایضاً برگ ۷۵ ب
[11] ایضاً برگ ۷۲ الف [12] ایضاً برگ ۷۶ الف

میں کئی بار گئے، مذکورہ بالا کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت کبھی سفر حج سے لوٹتے ہیں[1]، کبھی مسجد حرم میں معتکف ہیں۔ کبھی شام و بغداد کے شہروں میں جلوہ فگن ہیں[2] کبھی یزد کے بازار میں رونق افروز ہیں[3]۔ کبھی ماوراالنہر میں ان کا چرچا ہے[4]۔ تو کبھی سراندیپ میں جلوہ نمائیں[5]۔

مندرجہ ذیل مختلف واقعات آپ کے سفر کے بارے میں ملتے ہیں۔

۱۔ سراندیپ (لنکا) میں شاہ ہمدانؒ حضرت آدمؑ کے نقش پا کی زیارت کو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ جناب حواؑ سے جدا ہو کر اسی پہاڑی پہ اُترے تھے آپ کے قدم مبارک پہاڑ کے اندر دھنس گئے تھے اور نشان بن گئے تھے[6]۔ پہاڑ کے دامن میں ایک کم گہرا دریا بھی تھا جس سے بڑے بڑے پتھر نکلے ہوئے تھے انہیں پل آدم کہتے تھے[7] اس کا راستہ بہت کٹھن اور دشوار گذار تھا، پہاڑ پہ چڑھنے کے لیے دس زنجیریں لگی ہوئی تھیں جب اوپر کی زنجیروں سے نیچے دیکھتے تو گرنے کا خطرہ لاحق ہوتا[8]، دستور تھا کہ زائر پہاڑ پہ تین دن قیام کرتا[9]۔ حضرت علی ہمدانیؒ فرماتے ہیں۔

دو سہ روز در میان آب و دلوچہ بالیت	تین روز دلدل اور کھٹملوں میں سے
رفتی و در رہ اندک مسافتی پای را	گذرنا پڑتا تھا قدرے فاصلہ طے
بچوب تراشیدن و دلوچہ ما از پای	کرنے کے بعد پاؤں لکڑی سے
املاختی و از برای شب باشیدن	کھرچ کر کھٹمل دور کرنے پڑتے، شب

[1] ایضاً: برگ ۷۵ الف (۲) ایضاً برگ ۷۲ الف

[3] ایضاً: برگ ۹۳ الف [4] ایضاً برگ ۷۰ الف [5] ایضاً برگ ۹۲ الف

[6] اردو دائرۂ معارف اسلام ج ا کراسہ ۱ ص (تحت آدم) تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۵

[7] فرہنگ آنندراج [8] کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۱ ص ۱۴۴،

[9] کتاب رحلہ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۳۴۔

سیمها کنند اندر جایها که اندک خشکی باشد و چون بقدمگاه آدم علیه السلام رسیدم زنجیری دراز از آهن دیدم که از قلهٔ صخرهٔ عالیه آویخته است، پس از دلیل پرسیدم که با این زنجیر بر بالا می باید بر آمدن. گفت، آری، لاجرم آن زنجیر را گرفتم و بر آمدم و سه روز بر بالای صخره بودم[1]

باشی کے لئے وہ جگہیں جہاں تھوڑی سی بھی خشکی تھی حجرے بنائے ہوئے تھے جب قدمگاہ تک پہنچا تو لوہے کی لمبی زنجیر دیکھی جو چٹانوں کی چوٹی سے لٹک رہی تھی، میں نے رہنما سے پوچھا کہ اس زنجیر سے اوپر جانا ہوگا؟ اس نے کہا، بے شک، اس زنجیر کو تھام کر اوپر گیا اور تین روز ٹھہرا۔

اس اقامت کے دوران شاہ ہمدانؒ کو خاص حضور و کشف ہوا، فرماتے ہیں صبح کے وقت ایک واقعہ دیکھا کہ بہت سے مشایخ کبار قدس اللہ اسرارہم مجھ سے ملنے کو جمع ہیں، ان میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ بھی تھے، انھوں نے وصیت کی کہ اذکار میں سے سب سے افضل ذکر یہ ہے[2]۔

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و بحمدہ و سبحان العظیم و بحمدہ واستغفر اللّٰہ

آپ مریدوں کو ہمیشہ یہی ذکر تلقین کرتے تھے۔

سراندیپ میں حضرت آدمؑ کا ایک نقش قدم تھا دوسرا نشان بقول ابن بطوطہ شہر زیتون (چین) میں لے گئے تھے[3] شاہ ہمدانؒ وہاں بھی زیارت کے لئے گئے[4]۔ گویا اس طرح چین میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔

---

[1] خلاصة المناقب برگ ۹۲ الف

[2] رسالہ اسناد اوراد فتحیہ عن احد من المریدین (نسخہ عکسی برٹش میوزیم برگ ۱۷۹ ب)

[3] رحلہ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۳۵ [4] خلاصة المناقب برگ ۹۲ الف

۲۔ آپ امام علی رضاؑ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے مشہد آئے، آدھی رات کو مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت امام مرقدِ مطہرہ سے برآمد ہوئے ایک جماعت آگے آگے جا رہی تھی، علی ہمدانیؒ احتراماً کھڑے ہوئے، امام عالی مقام نے ردائے مبارک اتاری اور سید کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا: بیعت کرو، انہوں نے بیعت کی اور امام نے ذکر کی تلقین کی، جب علی ہمدانیؒ بیدار ہوئے تو اہلِ دیار آئے، بیعت کی اور اکثر مرید بنے۔

کچھ عرصہ مرقد مبارک پہ توقف کے بعد سیدؒ نے جانا چاہا تو عالمِ خواب میں امام رضا کی زیارت ہوئی انہوں نے اذنِ سفر دیا اور سید دوبارہ سیاحت کے لئے روانہ ہو گئے۔[1]

۳۔ ایک بار سید ہمدانیؒ نے شیخ محمود مزدقانیؒ کی معیت میں طوس کا سفر کیا۔[2]

۴۔ فرنگستان کے کسی علاقہ میں گئے اور وہاں کچھ عیسائیوں کو مسلمان کیا۔[3]

۵۔ ایک بار فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پورے ملکِ عرب کی سیاحت کی۔[4]

۶۔ برصغیر پاک و ہند، ترکستان اور لداخ گئے۔[5]

۷۔ خلاصۃ المناقب[6] میں ہے کہ سید ہمدانیؒ ایک بار موسمِ سرما میں دیارِ روم کی ایک مسجد میں مقیم تھے ہوا بہت سرد تھی اور سید غسل کرنے سے کوتاہی محسوس کر رہے تھے کہ جذبۂ غیرت طاری ہوا، عہد کیا کہ چالیس روز تک آبِ یخ سے غسل کروں گا، چنانچہ مسجد میں ایک بھاری پتھر تھا، اٹھایا اس سے یخ بستہ کو توڑا اور غسل کیا حالانکہ لباس میں

---

۱ رسالہ مستورات برگ ج ۲ ص [illegible] ۔ ۲ خلاصۃ المناقب برگ ۹۳ الف

۳ رسالہ مستورات برگ ۴۴، ۴ ب ۔ ۴ رسالہ مستورات برگ ۲۵۸ الف

۵ کشیر ج ۱ ص ۸۶ ۔ رسالہ معارفِ اسلام مطبوعہ لاہور ستمبر ۱۹۷۰ء ص ۴۷۔

۶ خلاصۃ المناقب برگ ۷۲ الف

خرقہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ چالیس روز اسی طرح کرتے رہے۔

رسالہ مستورات میں ہے کہ اکتالیسویں شب خواب دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد کرتے ہیں کہ اتنی مشقت برداشت کرنا مناسب نہیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو غسل کی خواہش نہ تھی۔

بعد ازاں وہاں سے بدخشان آئے، چار چلّے کاٹے اور سیاحتِ عالم کو چل پڑے۔

۸۔ رسالہ مستورات میں اردبیل جانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ (برگ ۴۲ ب)

۹۔ اوراد فتحیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے اثنائے سفر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ حضورؐ علی ہمدانیؒ کی طرف تشریف لا رہے ہیں، سید اُٹھے، آگے بڑھے اور سلام کیا، سرکار رسالت مآب نے آستین مبارک سے ایک خرقہ نکالا اور فرمایا:

"خذ هذه المتحيد"

جب کھولا تو دیکھا وہ "اوراد فتحیہ" تھے۔

۱۰۔ قبچاق اور جبل الفتح کے سفر میں سید اشرف جہانگیر سمنانی (م: ۸۰۸ھ) آپ کے ہمراہ تھے[1]

۱۱۔ اسی سفر کے دوران آپ اسفرائن میں شیخ اذکانی کی صحبت سے بہرہ یاب ہوئے[2]

۱۲۔ ۷۷۳ہجری میں کشمیر پہنچے، اور ماتاہر سوئی کے مکان پر قیام کیا[3]

---

[1] لطائف اشرفی ج ۲ مذکور در تذکرہ صوفیائے بنگال ص ۲۱۰۔

[2] اس کا ذکر سابقہ اوراق میں کیا گیا ہے۔

[3] رسالہ مستورات برگ ۴۳ ب

۱۳- ایک کرانہ محیط میں خواجہ خضر علیہ السلام سے ملے اور دیکھا کہ ایک گوشہ میں ان کی نعش اور دس بچے ہیں مگر اہل و عیال اس بات سے لاعلم تھے کہ گھر کا سردار کہاں بند گیا ہے۔[۱] (واللہ اعلم)

۱۴- ایک بار ایک منزل میں قیام کیا، دیکھا کہ ایک حجرہ مقفل ہے، سیدؒ نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا مقامی باشندوں نے جواب دیا کہ اس حجرہ میں جو بھی شب باش ہو، صبح اس کا جنازہ برآمد ہوتا ہے مگر سیدؒ نے اصرار سے کھلوایا، جب آدھی رات گذر گئی دروازہ کھلا، ایک کنیز ہاتھ میں شمع لئے داخل ہوئی، اس کے پیچھے ایک نہایت حسین عورت تھی اس نے سید کی طرف پیش قدمی کی حتیٰ کہ بالشت بھر کا فاصلہ رہ گیا، سید نے چشم غیرت سے دیکھا تو ایک آواز کے ساتھ وہ جسم تحلیل ہو کر ناپدید ہو گیا۔ صبح لوگ سید کو صحیح سلامت دیکھ کر متعجب بھی ہوئے اور گرویدہ بھی، ان کے اسی اعتقاد کی بدولت سید وہاں سے کوچ کر گئے[۲]۔

۱۵- ایک بار سید علی ہمدانی بعض کشتی میں سوار تھے کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی، تختہ پر تیرتے ہوئے ایک کنارے پر پہنچے جہاں سے تین ماہ کی مسافت کے بعد ایسے علاقہ میں گئے جہاں کھانے پینے کی چیزیں ملیں[۳]۔

۱۶- ایک کشتی میں سوار تھے کہ اچانک ملاح مضطرب ہوا، پوچھا کیا بات ہے۔؟ اس نے جواب دیا کہ اب اس طرف جا رہے ہیں کہ جہاں پر دریا میں ایسی مخلوق ہے کہ جن کے سر کتے کی مانند ہیں اور ان کے ہاتھوں کوئی کشتی سلامت نہیں رہتی، سید علی ہمدانیؒ نے کشتی بان سے بہت کہا کہ خوف نہ کر، اللہ ہمارا حافظ و ناصر ہے۔ لیکن ملاح قدموں میں

---

[۱] خلاصۃ المناقب — [۲] ایضاً : برگ ۸۶ ب

[۳] ایضاً ا برگ ۹۰ الف — [۴] ایضاً برگ ۹۰ ب

گریہ بکا اور نذر ماننے لگا، حتیٰ کہ کشتی کے تمام لوگ حزن و ملال کا اظہار کر رہے تھے، لیکن "مرزاغ سر" باہر بھی نہ نکلے اور کشتی سلامتی سے گذر گئی۔[۱]

۱۷۔ ایک روز چوبیس فرسنگ بغیر خور و نوش سفر کیا۔

۱۸۔ حاجیوں کی معیت میں ایک بار اٹھائیس روز بلا اکل و شرب سفر کیا، اٹھائیس دن کے بعد کھانے کی تمنا ہوئی جناب سیادت مآبؒ کے پاس کچھ نہ تھا، کاسہ اٹھا چند خیموں میں گئے اچانک ایک عزیز نے التماس قبول کی مگر نفس منفعل تھا اس لئے فرطِ غیرت سے سید کارواں کے پیچھے چلے، راستہ میں ایک کنواں دیکھا، پانی کے لئے کوئی برتن نہ تھا، جناب سیادت مآبؒ کنوئیں میں اُترے، بہت سا پانی پیا، کچھ دیر کنوئیں میں توقف کیا کیونکہ کنواں گہرا ہونے کی وجہ سے باہر نکلنا آسان نہ تھا، اچانک دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر پہ کوئی آیا ہے اپنی دستار دی کہ اس کا ایک کنارہ پکڑ کر باہر نکلوں، باہر آنے پہ پوچھنا چاہا کہ آپ کون ہیں مگر وہ چلے گئے۔ جناب سیادت مآبؒ روانہ ہوئے اور قافلے سے مل گئے۔ اہلِ کارواں حیران تھے کہ آپ کس طرح اعراب سے محفوظ و مامون پہنچ گئے، چونکہ ان کے درمیان اپنی شخصیت کی وجہ سے معروف ہو گئے تھے اس لئے اکثر رات قافلے کے ساتھ نہیں گذارتے تھے۔[۲]

۱۹۔ جناب سیادت مآب فرماتے ہیں کہ ایک بار حج کے لئے گیا، یزد پہنچنے تک تمام سرمایہ مستحقین پہ صرف کر دیا، اچانک ایک زنِ صالحہ آئی اور دو ہزار نقرئی دینار پیش کئے اور کہا یہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے ہے۔ میں نے

---

[۱] ایضاً برگ ۹۰ ب۔ [۲] خلاصۃ المناقب برگ ۹۳ الف۔ اسی لئے شہرت سے بچنا چاہتے تھے کہ عوام عقیدت و ارادت کی بناء پہ ٹوٹ پڑیں گے اور سکون سے ریاضت و عبادت کرنے میں حارج ہوں گے۔

پوچھا کیسے؟

جواب دیا کہ میں نے یہ رقم حج کے لیے جمع کی تھی مگر حضورؐ نے خواب میں فرمایا کہ یہ میرے فرزند علی ہمدانی کو دے دو۔ چنانچہ ایک سال سے میں مسافروں کی تفتیش کر رہی تھی کہ اب لقائے مبارک سے مشرف ہوئی۔

فرماتے ہیں اس رقم کو مصرف میں لاتے ہوئے میں بغداد پہنچا اس سال مکہ معظمہ نہ جا سکا۔ بغداد سے ہوتے ہوئے شام گئے، وہاں سے روانگی پر تین اونٹ آب و نان سے بار کئے اور دو اونٹوں پہ دیگر اشیائے ضرورت رکھیں، قافلے والے متعجب تھے کہ سید کھاتے کم ہیں مگر زادِ راہ زیادہ لیا ہے۔ حالانکہ چودہ دنوں میں ہم آبادی میں پہنچ جائیں گے لیکن قافلہ ابھی چند روز ہی چلا تھا کہ راستہ بھول گیا، چند روز اِدھر اُدھر قیام کیا حتیٰ کہ سب کا سامان ختم ہوا اب مجھ سے طلب کر رہے تھے اس سامان خور و نوش کو صرف کرتے ہوئے ہم شام پہنچے نہایت تنگ دستی کا عالم تھا زن صالحہ کی عطا کردہ پونجی سے ہم طعام حاصل کرتے اور محتاجوں میں تقسیم کرتے تھے، حتیٰ کہ حج کیا اور پھر خطہ ختلان میں پہنچ گئے۔[1]

خلاصۃ المناقب میں مندرج واقعات سے ہویدا ہے کہ حضرت کئی کئی دن متواتر کوہ و صحرا، دشت و دریا میں رواں دواں رہے اکثر بے آب و گیاہ چٹیل میدانوں میں بلا آب و غذا چلتے رہے، عزابہ دری کی وجہ سے سامان خور و نوش ختم ہو جایا کرتا تھا۔ ریاضت و عبادت کے اشتیاق میں کارواں سے پیچھے رہ جایا کرتے تھے۔ پہاڑوں اور غاروں میں جنات و شیاطین کا سامنا ہوا۔ صحراؤں میں غول بیابانی سے مقابلہ ہوا۔ موجوں کے بے پناہ تھپیڑوں سے کشتی ٹوٹ گئی۔ ساتھی کی حمایت

---

[1] خلاصۃ المناقب، ایرگ ۳ الف + ۹۴ ب

سے تکلیف پہنچی۔ اس کے باوجود شاہ ہمدان ہمیں ہر جگہ مطمئن نظر آتے ہیں اور ان کا قلب مطمئنہ اللہ کے سوا ہر قسم کے خوف و ہراس سے ناآشنا ہے۔ مومنِ صادق عرفانِ الٰہی سے کس طرح گوہرِ شاہوار بنتا ہے۔ سید علی ہمدانیؒ کی زندگی اس کی بہترین ترجمان ہے، سفر ہو یا قیام آپ ہر جگہ توکلِ الٰہی اور ایمانِ کامل کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں۔

حضرت متعدد بار سعادتِ حج سے مشرف ہوئے اور جس طرح سے کارکنانِ قضا و قدر لے گئے، گئے[۱] بقول علی تزدینی حضرت نے بارہ مرتبہ حج کیا[۲] آپ کے بارہویں حج کا ذکر مکتوباتِ امیر علی ہمدانیؒ میں بھی ملتا ہے۔

"و چوں جناب سیادت از سفر دوازدہم حج رجوع نمود"[۳]

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے تمام اسلامی ممالک کی سیاحت کی ہوگی۔[۴] فتوحاتِ کبرویہ میں ہے کہ اسلامی دنیا کے مختلف مقامات کی سیر کی۔[۵]

مگر سراندیپ، ختا، چین اور ایک فرنگی ملک کی سیر کا ذکر یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسلامی دنیا سے باہر بھی تشریف فرما ہوئے۔ وہ تمام بلاد جہاں آپ نے قدم رنجہ فرمایا اور ان کا ذکر مختلف تذکروں میں مل سکا، انہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے نقشہ بذا پیشِ خدمت ہے۔

---

[۱] ایضاً برگ ۳ الف، حضرت سیادت فرمود کہ کرات بار بحج رفتہ ام و ہر کیفیتی کہ قضا مقدر بودہ بردہ است [۲] ایضاً برگ: ۹۴ ب [۳] رسالہ نوریہ برگ ۱۵۶ الف

[۴] He led the itinerant life of Darwish and is said to have visited all parts of the Muslim world (The Encyclopaedia of Islam Vol I - p: 392)

[۵] کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۸۶

اپنے اس طویل سفر میں شاہ ہمدان نے ایک ہزار چار سو اولیاء سے روحانی استفاضہ کیا[1]، جن میں سے چار سو اولیاء کی صحبت سے صغر سنی میں ایک ہی دن شرفیاب ہوئے تھے[2]۔ سید نے صرف خود ہی استفادہ نہیں کیا بلکہ عوام اور طلابِ حق کی رہنمائی بھی کی اکثر مقامات پر مرید بھی بنائے، ایک فرنگی ملک (جس کا نام نہیں بتلایا) میں کچھ نصاریٰ کو مشرف بہ اسلام کیا، مشہد میں کچھ طالبوں کو حلقۂ مریدی میں شامل کیا۔ اس طرح جہاں بھی گئے حتی الامکان آوازۂ حق بلند کرتے گئے۔

مولوی عبد المقتدر رقمطراز ہیں۔

He travelled all over the muslim world gathering large number of followers from every quarter[3]

یعنی آپ نے تمام دنیائے اسلام کا سفر کیا۔ اور ہر سرزمین سے کثیر تعداد میں پیرو جمع کئے۔

---

[1] خلاصۃ المناقب ورق ۱۲ ب

[2] اس کا ذکر سابقہ اوراق میں کیا گیا ہے۔

[3] فہرست بانکی پور لائبریری، ج ۱، ص ۲۳۰

وطن میں مراجعت اور تزویج

۷۵۳ ہجری / ۱۳۵۲ م

تحایف الابرار میں مرقوم ہے کہ شاہ ہمدانؒ اکیس برس سفر میں رہے بعد ازاں "حب الوطن من الایمان" کے مصداق وطن مالوف ہمدان میں مراجعت فرمائی[1]

رسالہ مستورات میں ہے کہ شاہ ہمدانؒ اسفرائن میں تھے جب ان کے مرشد شیخ اذکانیؒ نے سید کو فرزند کی خوشخبری سنائی، لیکن اس وقت سید متاہل نہ تھے اب شیخ کی تلقین سے تزویج کی، اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس برس تھی اور ۷۵۳ھ ہجری میں تزویج ہمدان ہی میں ہوئی[2]

اگر رسالہ مستورات کی روایت درست قرار دیں تو اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ سید ہمدانی چالیس سال کی عمر میں یعنی ۷۵۳ ہجری / ۱۳۵۲ م میں بیس برس مستقل طور پر سیر و سفر کرنے کے بعد ہمدان لوٹے تھے۔

۱؎ حاجی محی الدین : تاریخ کبیر ص ۱۲ ۔ عبارت بحکم حب الوطن من الایمان یعنی ملک الملک ہمدان خود را باز رسانید۔

۲؎ رسالہ مستورات برگ ۳۴۷ ب

خلاصۃ المناقب میں سید کی مراجعت اور مناکحت دونوں کے بارے میں کوئی حتمی روایت نہیں ہے۔ البتہ شیخ محمود مزدقانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے نورالدین رقمطراز ہے کہ حضرت سیادت مآبؒ نے فرمایا۔

"شیخ محمود مزدقانیؒ قدس سرہ عظیم متصرف تھے ان کی صحبت میں بہت سے صاحب دل ہوئے، جس کسی پر بھی نظر کی اُسے صفائی عظیم کا حصول ہوا، لیکن محترم شیخ مجرد تھے اور مجرد ہی اس دنیا سے روپوش ہوئے الشیخ کی موافقت میں میرا بھی پختہ ارادہ تھا (کہ ساری زندگی تجرد میں گذاروں) لیکن اِس علاقے والوں نے چاروناچار ازدواجی بندھن میں مبتلا کیا۔

بعد کے بیس سال (۷۵۳ھ - ۷۷۳ھ) سید علی ہمدانیؒ نے زیادہ تر اپنے وطن میں بسر کئے۔ جہاں پر مریدوں کی تربیت، سالکان حقیقت کی رہنمائی کی۔ شیخ سعدی کی مانند اپنے سیر انفس وآفاق کے تجربات قلمبند کیے۔ اپنے گرانمایہ رسائل ذخیرۃ الملوک، مشارب الاذواق، حل الفصوص، الفتوتیہ اور شرح اسماء وغیرہ غالباً اسی زمانہ میں لکھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ختلان میں آمدورفت شروع کی تھی گویا علوم روحانیت کا سرچشمہ ہمدان سے ختلان تک عوام کو فیض یاب کر رہا تھا۔

ختلان میں اقامت

۷۷۳ ہجری - ۷۸۰ ہجری

شاہ ہمدان کے ختلان میں منتقل ہونے کی وجوہات اور قطعی تاریخ معلوم نہیں

سلہ خلاصۃ المناقب برگ ۱۴ ب

مرانیز عزم جزم بود در موافقت با شیخ لیکن اہل ایں دیار بکرہ تشویش از دواج انداختند بسابقۂ قضا و قدر۔

ممکن ہے کہ ۷۵۶ ہجری کے بعد انوشیروان عادل ایلخانی کی وفات سے جب ایران میں طوائف الملوکی اور خانہ جنگی ہوئی تو سید درویشانہ طبع اور عارفانہ مسلک کی بناء پر اپنے مولد کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے ہجر ختلان میں حالات ساز گار اور ماحول موافق طبع دیکھ کر وہیں منتقل ہو گئے، خلاصۃ المناقب سے مستنبط ہوتا ہے کہ آپ نے ۷۷۳ہجری تک ختلان میں سکونت اختیار نہیں کی تھی کیونکہ ۷۷۳ھ ہجری میں نورالدین جعفر بدخشی ختلان کے قریہ علیشاہ میں متوطن ہوا ہے۔ اور جب ایک روز اخی حق گوی طوجی علیشاہ سے ملا تو اخی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی ہاتف غیبی کہہ رہا تھا کہ ایک سال بعد موضع زمستانی علی شاہیان میں دوستان خدا میں سے ایک بزرگ آئے گا اس کی صحبت غنیمت سمجھنا، آج ایک سال ہو گیا اس لئے مجھے وہاں جانا چاہیئے، وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک پرنور درویش، سیاہ عمامہ پہنے دلکش شخصیت تشریف فرما ہیں، پہچان گئے کہ یہ وہی درویش ہیں جن کے بارے میں ہاتف غیبی نے کہا تھا کہ انہیں سید علی ہمدانی کہتے ہیں[1]۔

چند روز کے بعد اخی حاجی، اخی حق گوی، جناب سیادت مآبؒ کے ہمرکاب نورالدین جعفر کے مسکن پر جلوہ افروز ہوئے اور یہیں پر نورالدین کے ایک سوال کا لطیف جواب دیا تھا[2]۔

خلاصۃ المناقب سے معلوم ہوتا ہے کہ ختلان کے باشندے شاہ ہمدانؒ کا بغایت احترام کرتے تھے۔ یہاں پر آپ کے مخلص مریدوں اور ارادتمندوں کے نام ملتے ہیں

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۶۱ ب

[2] ایضاً برگ ۶۲ الف

[3] اس شہر کا موجودہ نام کولاب اسدکس کی جمہوریہ تاجیکستان کا معروف شہر ہے۔

۱۔ اخی حاجی: اُنہوں نے قبچاج میں ایک عمارت تعمیر کروائی تھی یہاں پہ سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے ۷۷۳ھ ہجری میں موسم سرما کے تین ماہ گذارے تھے[1]

۲۔ اخی حق گوی طوطی علیشاہ: خطہ ختلان کا ذی اثر اور بارسوخ فرد۔

۳۔ نور الدین جعفر بدخشی (م ۷۹۷ھ) مصنف خلاصۃ المناقب جو حق گوی کی وساطت سے شوال ۷۷۳ھ ہجری میں سید کے حلقۂ مریدی میں داخل ہوئے[2] اس سال سید کو اپنے مولد اندراب (بدخشان) لے کر گئے۔

۴۔ اسحاق ختلانی: شاہ ہمدانؒ کے مرید اور داماد جو ۸۲۶ھ ہجری میں شہید ہوئے خواجہ اسحاق کے مرید ہونے سے اعیان واکابر حکومت کو سید علی ہمدانیؒ کی قوت وشوکت کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ہمدان نے ۷۷۳ھ ہجری میں ختلان کو اپنی سکونت کے لئے منتخب کیا تھا، کیونکہ اس کے بعد آپ کے ہمدان جانے کا قطعی ذکر نہیں ملتا نور الدین سے بیعت لینے کے بعد جب آپ بدخشان روانہ ہوئے تو یہ نہیں فرمایا کہ ہمدان جانا ہے بلکہ یہ کہا:۔

"چون ازین سفر بخطۂ مبارکہ ختلان باز آیم بافادۂ علمی باشتغال نمایم انشاء اللہ اللطیف"[3]	جب اس سفر سے خطۂ مبارک ختلان میں آملیں گے تو علمی افادہ میں مشغول ہوں گے انشاء اللہ اللطیف۔

شوال ۷۷۳ھ ہجری میں آپ بدخشان روانہ ہوئے اور تین ماہ بعد خطۂ ختلان واپس آئے اور مزید تین ماہ کتب اہل طریقت کے اسرار سمجھاتے رہے۔ پھر ملک ختا کی طرف

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۶۳ الف   [2] ایضاً برگ ۶۷ الف، ب

[3] ایضاً برگ ۶۷ ب۔

چل پڑے[1]۔ (غالباً اسی سفر میں ربیع الاول ۷۷۴ھ ہجری میں کشمیر آئے)

اس دوران نورالدین ولایت رستاق (بدخشان کا ایک علاقہ) میں چلا گیا تو بقول نورالدین آفتاب سیادت از مشرق ولایت رستاق طلوع نمود[2]، پھر ختلان آئے اور قریہ علیشاہ سے حج بیت اللہ کے لئے چلے گئے، حج کے بعد اسی قریہ میں مراجعت فرمائی۔ مگر آپ یہاں تحفظ اور امن محسوس نہیں کر رہے تھے[3]۔

شاہ ہمدانؒ نے ختلان کے خطہ مبارک میں ایک مسجد (جو دینی درسگاہ بھی تھی) اور خانقاہ تعمیر کروائی، نصف قریہ بارہ ہزار دینار میں خرید کر وقف فی سبیل اللہ کیا، فرماتے ہیں۔

"نصف قریہ کہ حق شترکا بود بہ دوازدہ ہزار دینار خریدیم و وقف خانقاہ کردم[4]"

نصف گاؤں جو شترکا کی ملکیت تھا، بارہ ہزار دینار میں خرید کر خانقاہ کے لئے وقف کیا۔

۷۷۳ھ ہجری میں علی ہمدانیؒ نے اپنے دو رسالے حل الفصوص اور مشارب الاذواق جعفر بدخشی کو پڑھائے اور جعفر نے اپنے دو ساتھیوں محمد بن شجاع کو حل الفصوص اور بدرالدین بدخشی کو مشارب الاذواق کی تعلیم دی[5]۔ بعد ازاں دونوں رسالے ختلان میں درس و تدریس میں شامل رہے گویا اس طرح ہمدان کا ستارۂ علم و دانش ختلان میں ضوفشاں ہوا، یعقوب صرفی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

[1] ایضاً۔ برگ ۷۰ ب [2] ایضاً برگ ۷۱ الف

[3] اس کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا گیا ہے۔ [4] ایضاً برگ ۷۲ ب

[5] ۔ آپ کو نورالدین کا اتنا خیال تھا کہ بدخشان جاتے ہوئے جب قریہ توز قرغان میں قیام کیا تو خان بدرالدین باقی (جو فرقہ علی اللہی سے متعلق تھے) سے کہنے گئے کہ نورالدین سے کہنا، حرز یمانی، جسے دعائے سیفی بھی کہتے ہیں پڑھا کرے۔ (خلاصۃ المناقب برگ ۷۶ ب)

آن ہمدان مولد و ختلان وطن، شیوۂ او طی زمین و زمن،
مہر منیری کہ زبطحا ظہور، یافتہ و کردہ بہ یثرب عبور
از ہمدان نور وی آمد پدید، عاقبت آن نور بہ ختلان رسید
نکتہ ثانی ہمدان را بگو، یثرب، ثانی ختلان او

رسالہ مستورات میں[۲] ہے کہ آپ نے ختلان (کولاب کنونی) میں اپنی آرامگاہ کے لئے جگہ بھی معین کی تھی، اسی وصیت کی بناء پر ختلان میں دفن کئے گئے تھے۔

شاہ ہمدان ختلان میں مستقل طور پر کتنی دیر رہے، حتماً نہیں کہا جا سکتا، مگر خلاصۃ المناقب میں آپ کی ختلان میں آمد و رفت سنہ ہجری کے بعد حج پر روانگی اور واپسی اور اس کے بعد کچھ عدم اطمینان کا احساس ملتا ہے۔ مصائب و ابتلا کے خاتمہ پر مصنف لکھتا ہے کہ آپ ماوراء النہر سے کشمیر چلے گئے کہ پھر احباب آپ سے حین حیات نہ مل سکے۔ حالات کا واقعات خلاصۃ المناقب سے تقابل کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر میں ۷۸۱ ہجری میں سکونت اختیار کی۔ رسالہ مستورات سے استنباط ہوتا ہے کہ شاہ ہمدان ۷۸۳ھ اور ۷۸۵ھ ہجری کے درمیان ختلان آئے تھے[۳]۔

۲ھ برگ ۱۴۷ الف

۳ھ رسالہ مستورات برگ ۱۴۸ ب۔ آئندہ اوراق میں "مزار" کے تحت ملاحظہ ہو۔

مصائب وابتلا

شاہ ہمدانؒ کو سفر و حضر میں بڑی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، وعظ و تبلیغ کے درمیان تلخ اور تند باتیں سننا پڑیں، جسمانی اور روحانی کلفت اٹھائی، خود فرماتے ہیں۔

"بسی ابتلا بمارسید در سفر و حضر کہ بعضی	ہمیں سفر و حضر میں بے شمار مصیبتوں کا
ازاں ابتلا بسبب فقہا رسید و علماء و	سامنا کرنا پڑا کہ ان میں سے بعض علماء
بعضی بسبب ملوک و امرا و بعضی شاید	اور فقہا کے ہاتھوں اور بعض ملوک اور
کہ بود بشر و رنفس ما و آن بلا ہا از	امرا کے باعث تھیں اور بعض ہو سکتا ہے
حضرت حق تعالیٰ باشد بہ ما محض	کہ ہمارے نفس کی برائیوں کی وجہ سے ہوں
عطا اگرچہ بصورت آن بود بلا"[1]	اور یہ بلائیں ذات احدیت کی جانب سے
	ہمارے لئے عطا تھی اگرچہ بلا کی صورت میں نازل ہوئی۔

ان میں سے بعض ابتلا کی وجہ سے تو شاید یہ تھی کہ آپ حق گوئی، بیباکی اور اعلائے کلمۂ حق میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، جلال و ہیبت آپ کا خاصہ تھا کسی کی ذرا سی

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۵ ب

لغزش سے بھی طیش میں آجاتے تھے، آپ کو یہ پرواہ تھی کہ مخاطب ادنیٰ انسان ہے یا اعلیٰ حاکم آپ کا موقف تو اعلائے کلمۂ حق تھا جس سے فروگذاشت ممکن نہ تھی۔ رسالہ مکتوبات امیریہ میں فرماتے ہیں۔

"سنتِ الٰہی چناں رفتہ است کہ	اللہ کی سنت یہی ہے کہ جو کوئی حق
ہر کہ حق گو باید در اظہارِ حق کوشد	بات کہے یا اظہارِ حق کے لئے کوشاں ہو،
ہمہ خلق دشمن او گردیدند"[1]	سب لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔

علماء نے بھی اگرچہ بہت سی آزمائشوں میں مبتلا کیا مگر ان میں ایک یہ ہے کہ ایک بار زہر دیا مگر حق تعالیٰ نے ہلاکت سے محفوظ رکھا مگر اس زہر کا اثر جسم میں تا زیست باقی رہا۔ ہر سال جسم میں چھوٹا سا ورم ہوتا جو آبلہ کی صورت اختیار کرتا اور پھر خشک ہو جاتا تھا، اس زہر کا قصہ یہ ہے کہ سیدؒ کسی ملک کے علماء کی مجلس میں متمکن تھے اور قولِ حق میں سے سو جملے کہے جو علماء کو سخت ناگوار گذرے آپس میں کہنے لگے کہ اگر سید کی ایسی باتیں عوام سنیں تو علماء سے برگشتہ ہو جائیں گے اس لئے ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ سید کی زندگی تمام ہو مشورہ کے بعد متفق ہوئے کہ سیدؒ کو زہر دینی چاہیئے، اس کے بعد انھوں نے ایک دعوت پر مجھے بلایا۔ آپ فرماتے ہیں،

راستے میں ایک ولی سے ملاقات ہوئی، اس ولی نے حب الملوک کے چند دانے کھلائے، جب سید مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو اہلِ محفل نے بڑی تعظیم کی۔ خدام شربت لائے اور بعد احترام پیش کیا، انھوں نے بھی شربت پیا اور میں نے شرکت کی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں زہر تھا میں فوری طور پر اپنے حجرے میں پہنچا

---

[1] مکتوبات امیریہ، مائیکروفلم برٹش میوزیم برگ ۱۰۸ الف

ستے وا سہال سے سمیت ختم ہوئی، خاصی تکلیف کے بعد طبیعت بحال ہوئی لیکن بعد از اں علماء کی صحبت سے احتراز کرتا رہا اگرچہ وہ تہمت اور غیبت کرتے رہے[1]۔

علماء کی مانند اکثر سلاطین نے بھی موصوف کو معتوب قرار دے کر اپنی ہیبت اور تشدد کا مظاہرہ کیا، سلاطین کی ایذا رسانی کی غرض و غایت حضرت نے ذخیرۃ الملوک میں یہ تحریر کی ہے کہ سلاطین اپنے جاہ و حشم اور شان و شوکت کی نمائش کے لئے حضرت کو دربار میں طلب کرتے تھے مگر آپ دنیاوی جاہ و جلال کو ہیچ گردانتے ہوئے اس قسم کی صحبتوں سے گریز کرتے تھے جس سے سلطان مشتعل ہو کر سزا و تعدید کا مستوجب قرار دیتا تھا[2]۔

خلاصۃ المناقب کا مصنف لکھتا ہے کہ ملوک اور اُمراء کے فتنے بھی اگرچہ متعدد ہیں مگر ان میں سے ایک آزمائش یہ تھی کہ سید محترم کسی سرزمین میں گئے اور وہاں کا حاکم طالب صحبت ہوا اور اس نے اپنے پورے اعظام، اجلال اور اکرام کے ساتھ حضرت کو بلایا مگر آپ نے قبول نہ کیا، سلطان غضبناک ہوا، اس نے تانبے کا ایک گھوڑا بنانے کا حکم دیا، جب گھوڑا بن گیا تو اُسے آگ میں رکھا حتیٰ کہ تانبہ آگ کی مانند سُرخ ہو گیا، سلطان نے سخت تہدید کے ساتھ حکم دیا کہ شہر میں منادی کریں کہ سید کو سلطان سے ملاقات کے لئے حاضر ہونا چاہیئے ورنہ اُنہیں آگ میں سُرخ کئے گئے تانبے کے گھوڑے پر بٹھایا جائے گا۔ چالیس روز تک یہی عمل ہوتا رہا، مگر چالیس دن کے بعد سلطان پورے ادب و احترام کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور اپنے سابقہ رویہ پر معذرت چاہی[3]۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۵ الف [2] ذخیرۃ الملوک ۸۱

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۹۶ الف، ب

حضرت سیادت مآبؒ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہنے کی ایک وجہ بادشاہوں کی یہی متلون مزاجی تھی جس کا ذکر نورالدین نے اشارتاً یوں کیا ہے

"حضرتش دایم از منزلی بمنزلی میرفتہ است از خوف جبابرہ"	حضرت جابر حاکموں کے خوف سے منزل بہ منزل ہمیشہ سفر کرتے رہے۔

لیکن نورالدین کے بقول حضرت کو ابتلائے عظیم ماوراءالنہر میں پیش آئی جس کی وجہ سے آپ کو ناچار وطن ترک کرنا پڑا۔ نورالدین نے اس ابتلا کی (غالباً مصلحتاً) تصریح نہیں کی۔ البتہ رسالہ مستورات کی یہ روایت[1] قابل توجہ ہے۔

ایک روز شاہ ہمدانؒ خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ بیس سال کے بعد اس سرزمین میں ایسا فتور ہوگا کہ نہ بادشاہی رہے گی نہ لوگوں کا چین باقی ہوگا اور ہم جلاوطن ہو جائیں گے۔

احباب نے پوچھا؛ یا بزرگوار اس کا سبب کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ غرجستان کا حاکم آئے گا اور لوگوں کے اعتقاد متزلزل ہو جائیں گے اور ہم اپنی خانقاہ کو بھی نہ دیکھ سکیں گے۔

دوستوں نے پوچھا کہ یہ کب ہوگا۔

آپ نے فرمایا، زندگی کے آخری ایام میں۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ سب اہل ولایت جلاوطن ہو گئے اور اس ہنگامہ میں اولیاءاللہ کی ایک جماعت قتل ہوئی۔

یہ فتنہ کیسا تھا جس نے خاصانِ حق کو مبتلائے درد کیا، خلاصۃ المناقب کی رو سے ماوراءالنہر میں تہلکہ بپا کیا اور رسالہ مستورات کی رو سے سرزمین غرجستان سے

---

[1] رسالہ مستورات، برگ ۱۴۳ الف

معصیبتِ عظمٰی کی صورت میں ظہور پذیر ہوا، یہ امیر تیمور کا حملہ تھا، جس نے آٹھویں صدی ہجری میں ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، مشہور مستشرق سٹوری، کا کہنا ہے کہ امیر تیمور سید علی ہمدانیؒ کے انتقال کے بعد ہمدان آیا، اس لئے اِن کے ترکِ وطن کی علت تیمور کا حملہ نہیں ہو سکتا[1]۔ لیکن بروکلمان، (تکملہ ج ۲ ص ۳۰۸)، مترجم تاریخ رشیدی (ص ۴۴۳) اور طامس بیل[2] نے یہی لکھا ہے کہ شاہ ہمدان تیمور کے حملے سے بچنے کی غرض سے جلاوطن ہوئے۔ نزہتہ الخواطر (ج ۲ ص ۸۷) میں اسی خیال تائید کی گئی ہے۔ مولانا عبدالحی رقمطراز ہیں:۔

"وقع اختلاف بینہ و بین الامیر تیمور کورکان فی معنی الحکمۃ فقدم کشمیر"	ان کے اور امیر تیمور گورگان کے درمیان معنی حکمت پر اختلاف ہوا اور وہ کشمیر چلے گئے۔

آقائے علی اصغر حکمت بھی اپنے مقالہ ذخیرۃ الملوک میں اس بات کے مؤید ہیں کہ:۔

"در برابر تیغ خونریز تیمور ترک مولد و مسکن گفت[3]"	تیمور کی خونچکاں تلوار کے مقابلے میں مولد اور مسکن کو خیر باد کہا۔

سوال یہ ہے کہ تیمور کے ایران پر حملہ کے وقت شاہ ہمدانؒ کہاں تھے؟ تیمور نے بقول پروفیسر براؤن[4]، ایران کو پے در پے تین مرتبہ تاخت و تاراج کیا،

---

(1) C.A. Story = A Bio-Bibliographical Survey of Persian Literature P. 947.

(2) Thomas Beale: Oriental Biographical Dictionary P. 338. (3) ایضاً

(4) Browne = Literary History of Persia Vol III, P. 160

(الف) ۱۳۸۰ء میں خراسان، مازندران اور سیستان پہ حملہ کیا۔

(ب) ۱۳۸۴ء اور ۱۳۸۵ء میں مازندران، آذربائیجان عراق عجم اور شیراز پہ حملہ کیا۔

(ج) ۱۳۹۲ء میں پھر شیراز پہ حملہ کیا اور مظفری خاندان کا خاتمہ کیا، ظاہر ہے کہ دوسرے حملہ یعنی ۱۳۸۴ء (۷۸۶ھ) میں تیمور ہمدان گیا ہوگا جو سید علی ہمدانی کا سال وفات ہے تو پھر تذکرہ نگاروں کی یہ رائے کہ تیمور نے حضرت کو ہمدان چھوڑنے پہ مجبور کیا، نادرست ہے۔ اسی لئے حتماً سید علی ہمدانی امیر تیمور سے ماوراء النہر میں دوچار ہوئے نہ کہ ہمدان میں، جیسا کہ خلاصۃ المناقب سے مستفاد ہوتا ہے۔

"اما ابتلای شدید و بلای مدید که در ماوراء النہر بآن جناب رسید تا بحدی که باد سبب جلاوطن و زید و عنان براق سیادت را بکشمیر بکشید و اہل بیت شریف که بودند اصحاب آنجناب و احبا و اخلا منتظر مقامی مبارکش گشتند تا در حساب"[1]

وہ سب سے بڑی مصیبت ابتلا اور عظیم بلا جو ماوراء النہر میں آنجناب کو درپیش ہوئی، اس حد تک تھی کہ جلاوطن ہونا پڑا اور جناب سیادت مآب نے کشمیر کا رخ کیا۔ آپ کے اہل بیت، اصحاب و محب روز حساب تک لقائے مبارک کے منتظر رہے۔

مجالس المومنین میں بھی یہی مضمون ہے۔[2] حاجی محی الدین رقمطراز ہے کہ آنجناب اور امیر تیمور گورگانی کے درمیان کدورت و ملال واقع ہوا، بادشاہ نے کہا کہ ہماری قلمرو سے چلے جائیے، اس لئے آنجناب سیادت پناہ نے تیمور کی قلمرو میں خور و نوش خود پہ حرام کیا، فی الفور مسجد میں بیٹھ گئے اور فرمایا: یہ خدا کی ملکیت ہے۔ آپ نے سامان درست کیا اور راستہ طے کرتے ہوئے پیرپنچال کی راہ سے کشمیر پہنچے۔[3]

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۶ ب۔ [2] مجالس المومنین، ۲۱۳

[3] تاریخ کبیر ص ۱۲

ظفر نامۂ یزدی اور لین پول[۱] کے مطابق امیر تیمور ۷۷۱ھ ہجری میں ماوراء النہر کا حاکم ہوا۔ ۷۸۲ھ ہجری سے امیر تیمور (وفات ۸۰۷ ہجری) نے خراسانی علاقوں کی سلطنت سنبھالی اور تاخت و تاراج کا بازار گرم کر دیا۔ ۷۷۳ھ ہجری سے ۷۸۱ھ ہجری تک خوارزم پر چڑھائی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ علاقہ تیموری حکومت میں شامل ہو گیا۔
انہی سالوں میں درباریوں نے امیر کی توجہ میر سید علی ہمدانیؒ کے معنوی نفوذ کی طرف مبذول کی۔ امیر نے پہلے تو خواجہ اسحاقؒ پہ دباؤ ڈالا۔ اور جرمانہ کیا اور شاہ ہمدان کی خدمت میں جانے سے منع کیا مگر خواجہ صاحب شاہ ہمدان کے جان و دل سے شیدائی تھے وہ بھلا کب مانتے۔ کیونکہ خواجہ موصوف تو شاہ ہمدان کے عزیز مرید تھے، اور ان کی اکلوتی بیٹی بھی انہی سے بیاہی گئی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے ان کا خرقۂ نیابت و جانشینی حاصل کیا تھا۔ خواجہ صاحب سے دو سلسلے بھی چلے جو اب بھی کم و بیش باقی ہیں۔
پہلا نور بخشی جو امیر سید محمد نور بخش (المتوفی ۸۶۹ ہجری) کے توسط سے چلا ہے۔

دوسرا ذہبی سلسلہ جو ان کے مرید اور داماد عبداللہ برزش آبادی مشہدی (المتوفی ۸۷۲ ہجری) کے ذریعے سے رواج پذیر ہوا۔ ایران میں اب بھی متداول ہے۔
اب واضح ہو کہ ماوراء النہر میں سید علی ہمدانیؒ اور امیر تیمور کے درمیان مخاصمت ہوئی، لیکن اس مصیبت یعنی عتاب تیمور کا حضرت اس شدت سے نشانہ کیوں بنے! اس کا جواب بھی خلاصۃ المناقب سے ملتا ہے۔ جو واضح تو نہیں مگر کسی حد تک

---

[۱] لین پول۔ محمڈن ڈائنسٹیز ص ۲۶۶ - ۲۶۷۔

[۲] اس کا مفصل حال ص ۴ پہ ملاحظہ ہو۔

گمان ہے کہ حضرت عوام کو رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے تھے یقیناً تیمور کو بھی پند و
نصائح کی ہوں گی کہ جہاد اکبر جابر سلطان کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ اسی وجہ
جابر حکمران اس قدر غضبناک ہوا کہ خود کو غیر محفوظ پاتے ہوئے حضرت کو جلاوطن
ہونا پڑا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ شاہ ہمدانؒ اقلیم روحانیت کے تاجدار تھے۔ اور امیر
اپنی خون فشاں تلوار کے بل بوتے پہ ہمہ گیر قوتیں حاصل کر رہا تھا مگر یہ جانتا تھا کہ
قلوب کی تسخیر کے مقابل تیغ براں کا اخرا ہیچ و پوچ ہے۔ اس لئے وہ شاہ ہمدانؒ
کی اہمیت سمجھتے ہوئے سختی سے پیش آیا ان کی روحانی وجاہت کے بل بوتے
پہ تلوار نہ اٹھا سکا مگر اپنی سلطنت میں ان کا وجود مستقل خطرہ محسوس کرتے ہوئے
مفاہمت بھی نہ کر سکا۔ حضرت علی ہمدانیؒ بھی اس حادثہ کے متوقع تھے اور دس
ماہ سے ادھر ادھر جا رہے تھے۔ نورالدین لکھتا ہے۔

و این فقیر چون از قریهٔ علیشاه
رحمة الله بشرف ملاقات جناب
سیادت مشرف آمد، در وقت
رجوع از حج فرمود که ده ماهست
که هر جا که ساکن شدم حضرت حکیم
مطلق فرمود که برو و مردم را ارشاد
کن وامشب که درین قریه رسیدم
فتنه در واقعه، دیدم در اهل
این دیار اعتمادی نمیتوان کرد
چون آن فتنه واقع شد فرمود که

جب یہ خاکسار قریۂ علیشاہ میں
جناب سیادت مآبؒ کی ملاقات
سے مشرف ہوا تو حج سے واپسی پہ
فرمایا کہ دس ماہ ہوئے کہ جہاں
بھی ساکن ہوا، حکیم مطلق نے
فرمایا: جاؤ اور لوگوں کی تربیت
کرو۔ آج رات جب اس گاؤں
پہنچا تو عالم واقعہ میں فتنہ دیکھا
اس علاقہ کے لوگوں پہ اعتماد نہیں
کیا جا سکتا، جب وہ فتنہ رونما ہوا

مارا دہ ماہست کہ ہیچ جای قرار	تو فرمایا کہ دس مہینے ہوئے تھے کہ
نداوند وچوں در اندک زمانی	ہمیں کہیں سکون حاصل نہیں ہوا
متوجہ ارشاد آمدیم فتنہ برانگیختند	جب کچھ عرصہ تعلیم و ارشاد میں
کہ موجب قول "ان ھی الا فتنتک"	گذارا تو فتنہ بپا ہو گیا جو "ان ھی
باشد"[1]	الا فتنتک[2]" کے مترادف ہے۔

مصنف روضات الجنان وجنات الجنان کے مطالب کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ امیر تیمور سید کی غیر معمولی مقبولیت اور جلیل القدر شخصیت اور آپ کی حق گوئی سے خائف تھا۔ اس نے آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اپنی قلمرو سے نکالنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار مناسب نہیں سمجھا چنانچہ خواجہ اسحق ختلانی کا ذکر کرتے ہوئے مصنف رقمطراز ہے کہ خواجہ اسحق ختلانی، علیشاہ ختلانی کی اولاد میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی طور پر ایک بزرگ انسان تھے اور سید ہمدانی کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے، چنانچہ معاندوں اور مفسدوں نے امیر تیمور سے شکایت کی کہ کوئی سید ختلان میں آئے ہیں اور انھوں نے بے شمار مرید اکٹھے کر لئے ہیں اور سلطنت کے مدعی ہیں، ان کے مریدوں میں سے امیر آرام شاہ کا بیٹا خواجہ اسحاق ختلانی بھی ہے۔ چونکہ امیر آرام شاہ امیر تیمور کی سلطنت میں بھی دخیل اور کرتا دھرتا تھا اس لئے تیمور نے خیال کیا کہ خواجہ اسحقؒ کی ارادت اس کی سلطنت کی بربادی کا باعث ہے چنانچہ ———— امیر نے خواجہ اسحاق کی طلبی کا حکم دیا۔ آپ تیمور کے حضور میں پیش کیے گئے۔ خواجہ اس وقت اپنے مرشد سید علی ہمدانیؒ کا عطا کردہ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے تیمور نے

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۴ ب [2] قرآن مجید: ۷ (سورۃ الاعراف) ۸۵

آپ سے دریافت کیا۔

کیا تم اُس کے مرید بنے ہو جو فتنے کا باعث ہے؟

لہٰذا اُن تیموریوں نے سیاہ عمامہ اُتارنے کا حکم دیا مگر خواجہ اسحاقؒ نے التماس کی کہ اگر سر تلم کر دیں تو میں حاضر ہوں مگر میں سید علی ہمدانیؒ کی دستار اپنے سر سے جدا نہیں کر سکتا۔

تیمور نے آپ سے کہا کہ میں تمہیں جرمانہ کروں گا، تم قبچاق کے دو ہزار گھوڑے دو یا سر سے دستار اُتار دو۔

خواجہ متمول شخص تھے چنانچہ اُنھوں نے جرمانہ ادا کر دیا مگر اپنے مرشد کا احترام برقرار رکھا۔

امیر تیمور اور سید علی ہمدانیؒ کی ملاقات

امیر تیمور کے حکم سے سید علی ہمدانیؒ کو اس کی ملاقات کے لئے بلایا گیا، چونکہ تیمور نے سنا تھا کہ سید کبھی بھی پشت بکعبہ نہیں بیٹھے۔ اس لئے اُنہیں عمداً کعبہ کی طرف پشت کر کے بٹھایا گیا۔ امیر نے ان سے کہا:

میں نے سنا ہے کہ آپ کبھی بھی پشت بکعبہ نہیں بیٹھے آج خلافِ معمول کیوں اس طرح بیٹھے ہیں۔

آپ نے فرمایا: بے شک جو تمہاری طرف رُخ کرے گا وہ قبلہ سے رُوگرداں ہی ہو گا۔

تیمور نے پوچھا: میں نے سنا ہے کہ آپ حکومت کے حصول اور اقتدار کے لئے کوشاں ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں دونوں جہاں سے بے نیاز ہوں، دنیا کا تمام حال مجھ پہ آشکارا ہے لیکن میں اس کی پذیرائی سے خودداری کرتا ہوں، میرا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، سلطنت کے بارے میں ایک بار میں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک

لنگڑا کتا آیا اور وہ لے گیا۔ (پھر آپ نے حضرت علیؓ کا یہ مقولہ پڑھا)

"الدنیا جیفۃٌ وطالبہا کلاب"

دنیا مُردار ہے اور اس کے خواہشمند کتوں کی مانند ہیں۔

ہم آخرت کی جانب متوجہ ہیں اور طالب دنیا نہیں ہیں، تم مطمئن رہو۔

امیر تیمور آپ کی باتوں سے متاثر ہوا، آپ سے معذرت چاہی اور التماس کی کہ آپ اسی علاقہ میں اقامت رکھیں مگر سید محترم نے تیمور کی التماس قبول نہ کی اور فرمایا کہ حق جل جلالہٗ کی طرف سے ہم مامور ہیں کہ کشمیر جائیں اور وہاں کے باشندوں کو دولتِ اسلام سے مشرف کریں[1]۔

مولف تذکرہ مجالس العشاق سید ہمدانیؒ کے بارے میں لکھتا ہے کہ سید کا امیر تیمور کے ایک امیر اور عزیز "امیر برلاس" سے تعلقِ خاطر تھا اسی کے وسیلہ سے سید علی ہمدانیؒ نے امیر تیمور سے ملاقات کی اور تیمور نے شاہ ہمدانؒ سے پوچھا۔

آپ سر پہ عمامہ کیوں باندھتے ہیں۔؟

آپ نے جواب دیا: کیونکہ نفس کو ختم کیا ہے اور ظاہر اشیاء سے کوئی سروکار نہیں ہے[2]۔

سید کا یہ قول امیر تیمور پہ گراں گذرا لیکن سید کے اثر و نفوذ کی بناپہ کچھ گزند نہ پہنچا سکا، البتہ سیدؒ اور ان کے خاندان کو ترکِ وطن کا حکم دیا، عدم اجراء کی صورت میں سزائے موت کا حکم سنایا۔

اسی لئے میرزا کمال الدین محمد کامل بدخشی کشمیری (المتوفی ۱۱۳۱ھ) نے لکھا ہے:۔

---

[1] بحوالہ روضات الجنان و جنات الجنان، قلمی نسخہ کتابخانہ دانشکدہ تہران، مقالہ دورہ دکتری محمود ریاض ص ۱۳۶۔ [2] مجالس العشاق، ص ۱۳۶

گر نہ تیمور شود رشہ کرد ی — کہ امیر ایں طرف گذر کردی[۱]

رسالہ مستورات میں سرزمین پاک و ہند کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے[۲] کہ قوام الدین شاہ ہمدان کے ہمراہ تھا اور اصحاب کے طعام سے فارغ ہونے کے بعد (جو دور دراز سے آئے تھے) جناب سیادت مآبؒ پر کشف و حضور کی کیفیت طاری ہوئی، آنجناب سفر و حضر میں ہمیشہ رو بقبلہ بیٹھتے تھے، آپ نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔

اے فرزند کشمیر جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں کو مسلمان کرو۔ اگرچہ بعض کشمیری شرف اسلام سے مشرف ہیں مگر کافروں سے بدتر اور مشرک ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"یا ایھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس[۳]"

جب صبح ہوئی تو سیادت مآبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا۔

"ہم کشمیر جائیں گے"

قوام الدین کا کہنا ہے کہ جب ہم کشمیر گئے تو دیکھا کہ اس سرزمین میں ایمان و اسلام ذرہ بھر نہیں، شہر میں پہنچے تو مسجد کی بجائے ہر جگہ بتخانہ نظر آیا۔

کشمیر کے حاکم نے بھی خواب دیکھا تھا کہ آفتاب جنوب سے طلوع ہوا ہے، اس کی تعبیر میں ایک بدھ راہب نے کہا تھا کہ ماوراء النہر سے ایک بزرگ آئے گا اور سب کو نور اسلام سے منور کرے گا، رسالہ مستورات ہی میں یہ اشعار منضبط ہیں۔

---

[۱] کشمیر، ج ۱، ص ۹۶ — [۲] رسالہ مستورات، برگ ۲۱۹ الف

[۳] قرآن مجید : ۱۰ ؛ سورۃ التوبہ : ۲۸

چون آمد آں شہ ز ملک ولایت   گرفت کشمیر ز اسلام رایت
بگفتند از کہ یابنت ترتیب ایں   از آں گفتم کہ از ان شاہ ہدایت[1]

شاہ ہمدانؒ نے اپنے آبائی وطن اور مولد کو ناگزیر اور نامعلوم کن حالات میں چھوڑا تھا اور خطہ ختلان کو علم و ادب کی ترویج اور اسلامی احکام کی تبلیغ کا مرکز بنایا تھا۔ یہاں ابھی چین سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ فتنۂ تیمور کی بناء پر سکونت ترک کرنا پڑی، آپ کے تذکرہ نگار متفق ہیں کہ سید موصوف اپنے عزیزوں اور ہمراہیوں میں سے سات سو کی جماعت کے ساتھ کشمیر میں متوطن ہوئے[2] خلاصۃ المناقب کی رو سے ۷۷۳ھ ہجری سے سید کی آمد و رفت کا جو سلسلہ ختلان میں تھا، حج بیت اللہ سے واپسی پر دس ماہ ادھر اُدھر گزارنے کے بعد خطہ کشمیر کو آپ نے جائے عافیت بنایا۔ علوم و تہذیب اسلامیہ کی شمع فروزاں اب ختلان کی بجائے کشمیر میں ضوفشاں ہوئی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اب ختلان آنے جانے کی بجائے آپ کی آمد و رفت کا مرکز کشمیر ہے:۔

نور الدین رقمطراز ہے۔

"چون حضرت امیر از ولایت سوئی بنیت سفر حجانہ بیرون آمد"[3]

---

[1] رسالہ مستورات برگ ۴۳۹ الف

[2] کشیر ج ا ص ۸۶، نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۸۸، رسالہ نور الدین نامہ برگ ۱۰ الف، تاریخ کشمیر، نرائن کول برگ ۶۰ ب، واقعات کشمیر اعظم برگ ۳۴ الف، خزینۃ الاصفیا ج ۲ ص ۲۱۵، مجالس المومنین ص ۲۱۳، تاریخ کبیر ص ۱۲ بر وکلمان ج ۲ ص ۲۱۱ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج اکراسہ ۷ ص ۳۹۲۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

کشمیر میں ورود

کوہ و دریا و غروب آفتاب من خدا را دیدم آنجا بی حجاب! (جاوید نامہ)

سید علی ہمدانی کئی بار کشمیر آئے ہیں، اپنی پہلی سیاحت کے دوران آپ ۷۴۰ یا ۷۴۱ ہجری/ ۱۳۴۰ء میں کشمیر میں تھے، ۷۷۰ھ ہجری میں آپ نے اپنے دو معتمد اشخاص تاج الدین اور سید حسین سمنانی کو مقامی حالات دریافت کرنے کے لیے کشمیر بھیجا یہ لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳؎ زمانہ قدیم میں خطہ کشمیر "بستی سرہ" کے نام سے مشہور تھا کیونکہ یہاں پر ریاضتیں بطور تپسیا کرنے والے برگزیدہ اخلاق کے برہمن اس سرزمین میں سکونت پذیر تھے اس لیے یہ "بستی سر" یعنی کشف سر کے نام سے مشہور ہوئی۔ کشمیری زبان میں "سر" عمارت کو کہتے ہیں لہٰذا "کشف سر" کے معنی ہیں عرفان، کشف و معرفت کی عمارت، اس کا مخفف کشمیر ہے۔ سر والٹر لارنس نے لکھا ہے کہ "سری نگر" کے معنی ہیں سری یا لکشمی یعنی خوش قسمتی کی دیوی کا شہر۔

گلزار کشمیر، دکرپارام ص ۷، تحقیق اللغات مؤلفہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ص ۱۴،

سر والٹر لارنس۔ پروفشل گزیٹر آف انڈیا، جموں اینڈ کشمیر ص ۱۱۸۔

۱؎ خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ الف

سلطان شہاب الدین (۷۵۲ھ۔۷۷۱ھ/ ۱۳۵۰ء۔۱۳۷۰ء) کے عہدِ حکومت میں کشمیر آئے چنانچہ واقعات کشمیر میں محمد اعظمؒ رقمطراز ہیں۔

"واز جملہ فیوض و برکات کہ در زمان سلطان شہاب الدین کشمیر را شرف مفتخر ساخت، اینست کہ جناب مقرب درگاہ ربانی، عارف سبحانی حضرت سید حسین سمنانی با چندگون دیگر از سادات کرام کہ قرابتِ تمام با جناب داشتند بامر حضرت علی ہمدانی بجہت تحقیق راہ و احوالِ سیرت و ملت شاہ بکشمیر تشریف آوردند (برگ ۷۳ب) و چون کشمیر را از تصرف امیر تیمور خالی یافتند صورت احوال را بحضرت نوشتند"۔

وہ تمام فیوض و برکات جو سلطان شہاب الدین کے عہد میں کشمیر کے لئے باعثِ شرف ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی کے مقرب اور عارف حضرت سید حسین سمنانی سادات کرام کے دوسرے بزرگوں کے ساتھ حضرت علی ہمدانیؒ کے فرمان سے کشمیر کے بادشاہ اور لوگوں کے حالات جانچنے کے لئے کشمیر آئے۔ جب انھوں نے کشمیر کو امیر تیمور کے تصرف سے خالی دیکھا تو صورت حال حضرت کو لکھی۔

---

(1) Loewenthal Some Persian Inscriptions Found in Srinagar, Kashmir Journal of the Asiatic Society of Bengal Vol XXIII P. 280

(2) Hermann Ethe Catalogue of the Persian MSS. in the Library of India Office Vol I P 1021-

رسالہ مستورات برگ ۲،۴ ب۔

سید حسین سمنانی نے کشمیر کے حالات شاہ ہمدانؒ کو ختلان جاکر بتائے تھے اور دوبارہ ۷۷۳ھ ہجری میں شاہ ہمدانؒ نے (جب شاہ ہمدانؒ ختلان میں تھے) انہیں کشمیر بھیجا تھا۔[1] ربیع الاول ۷۷۴ ہجری میں جب شاہ ہمدانؒ ختلان سے ختا کے لئے روانہ ہوئے تو پیر پنجال کے راستے سے کشمیر آئے اور محلہ علاءالدین پورہ میں سید حسین سمنانی کے ہاں فروکش ہوئے۔[2] تحائف الابرار اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپ کے کشمیر آنے کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۷۷۴ھ ہجری / ۱۳۷۲ء مرقوم ہے۔ امین احمد رازی نے ہفت اقلیم میں لکھا ہے کہ سلطان قطب الدین (۷۷۴ ہجری - ۷۹۶ ہجری) کے عہدِ حکومت میں سید علی ہمدانی کشمیر آئے اور صرف چالیس روز قیام کیا، تاریخ فرشتہ اور سیر المتاخرین میں ہے کہ سید نے سلطان قطب الدین کے نام خط بھی لکھا تھا اُس نے بڑی تعظیم سے جواب دیا اور کشمیر آنے کی استدعا کی، جب حضرت سری نگر کے قریب پہنچے تو سلطان نے خود استقبال کیا، ابوالفضل نے بھی آئینِ اکبری میں لکھا ہے کہ سلطان قطب الدین نے میر ہمدانیؒ کی بڑی تکریم کی تھی۔

آپ کے کشمیر میں ورود کی تاریخ سید محمد خاوری کے ان اشعار میں "مقدم شریف" سے ملتی ہے۔

"میر سید علی، شہ ہمدان	میر اقلیم سبعہ کردہ نکو
شد مشرفش ز مقدمش کشمیر	اہل آن شہر از ہدایت جو
سال تاریخ مقدم او را	یابی از: مقدم شریف "او"
	۷۷۴ ہجری

[1] خلاصۃ التواریخ۔ بٹالوی ص ۱۲۹ [2] تذکرۂ علمائے ہند ص ۱۴۸

[3] واقعات کشمیر اعظم: برگ ۳۵ الف۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۹۸۔

"مقدم شریف" سے تاریخ ورودِ ۷۷۰ھ بنتی ہے لیکن اگر "او" کو بھی شامل کریں تو ۷۷۱ھ مستفاد ہوتی ہے سید حسام الدین نے "او" کو اس میں شامل کیا ہے۔ تکملہ: ۲: ۸۹۰۔

کشیر ج ۱ ص ۸۶۔ آب کوثر ص ۴۱۳۔ واقعاتِ کشمیر، نرائن کول برگ ۶۰ ب۔ تحائف الابرار ص ۱۴

تحایف الابرار میں ہے کہ آپ کشمیر میں چھ ماہ قیام کے بعد بدخشان اور ختلان ہوتے ہوئے حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔[1] حج سے واپسی کے بعد یہ علیشاہ دختلان میں قیام کیا،[2] لیکن وہاں اپنے قیام سے شاہ ہمدانؒ مطمئن نہ تھے اور آپ نے نور الدین سے اپنے احساسات کا اظہار بھی کیا تھا۔ چنانچہ مؤخر الذکر لکھتا ہے

جب قریہ علیشاہ میں جناب سیادت مآب کی خدمت میں حج سے مراجعت کے بعد نیاز حاصل ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ دس مہینے ہوئے ہیں کہ ہم جہاں بھی ساکن ہوئے خدا کی طرف سے یہی حکم ملا کہ جاؤ لوگوں کو ارشادِ ہدایت کرو۔ آج رات جب اس قریہ میں پہنچے تو فتنہ عالم واقعہ میں دیکھا ہے، اہل دیار پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب وہ فتنہ رونما ہوا تو فرمایا کہ دس ماہ سے ہمیں کہیں بھی قرار نہ تھا۔[3]

ماوراء النہر کے اس فتنہ و بلائے عظیم[4] کی وجہ سے آپ ختلان چھوڑنے پر مجبور ہے، چونکہ ایک اشارۂ غیبی سے کشمیر جانے کا فرمان ملا تھا،[5] کشمیر کے حاکم سے تعلقات بھی خوشگوار تھے، لہذا آپ سات سو افراد کے ہمراہ کشمیر چلے آئے ان دنوں زمام حکومت سلطان قطب الدین (۷۷۳ھ - ۷۸۱ھ/ ۱۳۷۱ء - ۱۳۷۹ء) کے ہاتھ میں تھی۔[6] کسی شاعر نے آپ کی تاریخ قدوم مندرجہ ذیل شعر میں منظوم کی ہے۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۳ الف [2] ایضاً برگ ۹۴ ب [3] ایضاً: برگ ۹۴ ب

[4] اس کا ذکر مصائب و ابتلا کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

[5] کشمیر ج ۱ گفت از مقدم شریف۔ بحوالہ واقعات کشمیر برگ ۳۴ سعد ۔ بحوالہ کلن ج ۳ ص ۲۱۱ کشمیر ج ۱ ص ۸۶ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ اگر ۔ ۷ ص ۳۹۲ ۔

Thomas Beale: Oriental Biographical Dictionary P. 238

"شکر کز مقدم امیر کبیر　　　باغ کشمیر ہمچو گل بشگفت
ہاتف غیب سال مقدم او　　　"آمد اینجا علی ثانی" گفت[1]
۷۸۱ ہجری

اڑھائی سال قیام کے بعد ۷۸۳ ہجری / ۱۳۸۱ء میں آپ لداخ کے راستے ترکستان گئے اور مختلف اطراف کی سیاحت کی روایت ہے کہ آپ نے شہر اتنو (ایفیسس: EPhesus) میں اصحاب کہف کی زیارت کی۔[2] پھر آپ تیسری بار ۷۸۵ ہجری / ۱۳۸۳ء میں کشمیر آئے، آقائے علی اصغر حکمت فرماتے ہیں۔

ظاہرا دفعہ سوم کہ بکشمیر آمدہ است از آں سبب بودہ کہ تیمور در یورش سوم خود بایران بسال ۱۳۸۲ میلادی وقتی کہ عراق را فتح کرد مقصد آں بود کہ سادات علویہ ہمدان را کہ در آں تاریخ چنانکہ گفتیم نفوذ و قدرتی بسیار داشتند قلع قمع نماید، ازیں رو میر سید علی ہمدانی و اکثر سادات علوی ہمدان راہ مہاجرت را در پیش گرفتہ اند[3]

یعنی حضرت علی ہمدانی تیسری بار جب کشمیر آئے تو اس وجہ سے کہ تیمور نے اپنے تیسرے حملہ میں ۱۳۸۳ء میں جب عراق فتح کیا اس کا ارادہ تھا کہ علوی سادات کا جو اس زمانہ میں قوت و اقتدار کے مالک تھے، قلع قمع کرے۔ اس لئے سید علی ہمدانی اور ہمدان کے اکثر علوی سادات وہاں سے ہجرت کر گئے۔

---

[1] تحائف الابرار ص ۱۴، نگارستان کشمیر ص ۴۸ [2] افسس: (ترکستان) اصحاب کہف کے مختلف مقامات بتائے جاتے ہیں جن میں ایک مقام یہ بھی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۶۹۱۔

[3] تحائف الابرار ص ۱۴ [4] (۱) علی اصغر حکمت "از ہمدان تا کشمیر" یغما شمارہ ہشتم ص ۳۴۲ (۲)، طبقات الاطباء ! ج ۱ ص ۲۳۔

اس موضوع پر مصائب و ابتلا کے ضمن میں ہم بحث کر چکے ہیں کہ سید علی ہمدانیؒ کی امیر تیمور سے ہمدان میں نہیں بلکہ ماوراء النہر میں مخاصمت ہوئی تھی اور آپ ماوراء النہر سے کشمیر آئے تھے نہ کہ ہمدان سے۔

حاجی محی الدین لکھتے ہیں کہ تیسری بار سیدؒ علی ہمدانیؒ اپنی علالت کی بناء پر کشمیر میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے۔[1] خلاصة المناقب میں اس سفر کی غرض و غایت بھی حرمین شریفین کی زیارت بتائی ہے۔[2] محب الحسن رقمطراز ہے کہ وادی میں ایک سال کے قیام کے بعد سیدؒ علیؒ نے رختِ سفر باندھنے کا ارادہ کیا۔ سلطان نے ان سے ارادہ سفر ملتوی کرنے کے لئے بہت منت و عاجزی کی، لیکن وہ نہ مانے اور اپنے کچھ مریدوں کو لے کر روانہ ہو گئے، سلطان کی درخواست پر اُنھوں نے محمد بلخی کو، جو عام طور پر میر جانا محمد کے نام سے مشہور رہیں۔ سلطان کو شرعی معاملات میں ہدایت دینے کے لئے چھوڑ دیا۔[3] آپ ذی العقدہ ۷۸۴ھ

---

[1] تحائف الابرار ص ۱۴ [2] خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ الف

"معلوم فرمایند کہ در ماہ ذی القعدہ حضرت امیر از ولایت سری بہ نیت سفر حجاز بیرون آمد۔"

[3] امپیریل گزیٹیر آف انڈیا ص ۱۴/۳ میں ہے کہ پکھلی پنجاب کا قدیم صوبہ تھا۔ اب یہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ ہزارہ میں شامل ہے۔ (بابر نامہ حاشیہ ج ۲ ص ۲۰۱ گنگس ایڈیشن) مسز بیورج نے بابر نامہ (ج ۲ ص ۴۸۴) میں لکھا ہے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے کے پار شمالی پہاڑیوں کے کچھ علاقے ہیں جو کشمیر تک چلے گئے ہیں۔ پکھلی کبھی ان میں ملحق تھا۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ پکھلی شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ایک سرکار تھی۔ یا پکھلی تحصیل مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ۔ (کرنل جیریٹ: انگریزی ترجمہ: آئین اکبری ج ۲ ص ۳۹۰)۔ تواریخ ہزارہ (ص ۴ : ۱۲۳۲) میں پکھلی کو ہزارہ میں شامل سمجھا گیا ہے، پکھلی کا یہ علاقہ تحصیل

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

/۱۳۸۴ عیسوی میں حج بیت اللہ کے ارادہ نکلے اور کشمیر سے پکھلی[1] اور وہاں سے کافرستان کے مقام کنار پہنچے۔ وہاں کے حاکم سلطان محمد خضر شاہ نے آپ کو بطور مہمان ٹھہرایا اور چند روز توقف کرنے کے لیے ملتمس ہوا، تاکہ وہ بھی اس سرچشمہ ہدایت سے فیض یاب ہو، حضرت نے اس کی دعوت قبول کی[2]۔ اس منزل میں آپ نے یہ ندائے حق سنی۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ہے اور افغانستان کی سرحد کے قریب ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے کہ پکھلی کا طول ۳۵ اور عرض ۲۵ کوس ہے۔ مشرق کی طرف کوہستان کشمیر، مغرب کی جانب اٹک، بنارس؛ شمالی سمت گنور اور جنوب میں گھکڑ ہے۔ کشمیر جانے کے جب دوسرے راستے برفباری سے مسدود ہوتے ہیں تو پکھلی کی راہ ہی سے سفر ہوتا ہے۔ (سیاحت کشمیر، رقم زدہ جہانگیر، اردو ترجمہ ابوالفضل پیر غلام دستگیر نامی، لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۳۷، ۴۴، ۴۶) اور اگر کوئی چاہے کہ کشمیر کی بہار دیکھے تو پکھلی کا راستہ اختیار کرے، اس موسم میں دوسرے راستے برف سے مالا مال ہوتے ہیں۔)

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ الف۔

[2] کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۸۰

علالت

شاہ ہمدان نے ذی القعدہ کا مہینہ کنار میں شاہی مہمان کی حیثیت سے گذارا مگر جب ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوا (یکم ذی الحجہ ۷۸۶ھ/ ۱۴ جنوری ۱۳۸۵ء) تو آپ نے درویشوں کے ساتھ عزلت اختیار کی، اسی روز ظہر کے بعد علیل ہوئے اور پانچ روز اسی عالم میں گذر گئے، ان پانچ دنوں میں آپ نے کچھ نہیں کھایا مگر آخری دن چند بار پانی پیا۔ چھ ذی الحجہ چہارشنبہ کی رات کو نماز عشاء کے بعد اصحاب کو بلایا، انہیں مخاطب کر کے یہ وصیت کی۔[1]

"ہمیشہ با حق باشید و بر طاعت ملازمت
اوراد ثابت قدم باشید و حاضر
با ما باشید و ما را بحل کنید و تا یکسال
اگر در وفاداری ثابت قدم باشید
نزد مشہد ما مجاور باشید و اوراد

ہمیشہ حق کے ساتھ رہو یعنی حق پر
قائم رہو اوراد کی ادائیگی میں ثابت
قدم رہو، ہمیں یاد رکھنا اور ہمیں
معاف کر دو، اگر وفاداری میں ثابت
قدم رہ سکے تو ہمارے مشہد پہ سال بھر

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ الف

بخوانید این نصایح را قبول کنید
تا بسعادت دنیا و آخرت برسید
و اگر بہ غیر آن باشید شما دانید[3]
و بعدہ فرمود خیر باد و بروید و نماز
بگزارید"[1]

کے لئے قیام کرنا[2]۔ اوراد پڑھتے رہو۔
ان نصیحتوں پر عمل پیرا ہوتا کہ دنیا و آخرت
کی سعادت حاصل کرو اگر اس کے علاوہ کوئی اور
لائحہ عمل اختیار کرو، تو تم اس کے غم میں
جابہ ہو پھر فرمایا خدا حافظ، جاؤ اور نماز
ادا کرو۔

---

[1] ایضاً: برگ ۹۹ الف، ب
[2] سال بھر کے قیام کا عہد شاید اس لئے ہو رہا ہے کہ لوگ اچھی طرح پہچان لیں کہ سید کا مزار یہیں پہ ہے۔
[3] یعنی پھر تم ہمارے طریق اور بیعت پہ نہیں ہو گے۔

وصال

آدھی رات تک حضرت کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری رہے۔

"یا اللہ یا رفیق یا حبیب"

یہاں تک کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔[۱]

اکثر مؤلفین متفق ہیں کہ شاہ ہمدانؒ وقتِ آخر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ورد کر رہے تھے۔ چنانچہ سری نگر میں خانقاہِ شاہ ہمدانؒ کے محراب پر یہ رباعی کندہ ہے[۲]

حضرتِ شاہِ ہمدان کریم، آیۂ رحمت ز کلامِ قدیم
گفتِ دمِ آخر و تاریخ شد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلاصۃ المناقب میں نورالدین لکھتا ہے کہ وصال کے وقت حضرت کی زبان پر "یا اللہ، یا رفیق یا حبیب" کے الفاظ جاری تھے خلاصۃ المناقب کی پوری عبارت یوں ہے۔

---

[۱] خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ ب [۲] علی اصغر حکمت ایضاً "از ہمدان تا کشمیر" ص ۲۳۸

"وقالَ سیّدنا قدّسَ اللہُ روحَہٗ ودامَ لنا فتوحَہٗ عندَ الرِّحلۃِ
یا اللہُ یا رفیق یا حبیبُ" [1]

وصال کا ذکر کرتے ہوئے بھی نورالدین نے یہی لکھا ہے۔

"شنودہ می آید کہ بر زبان مبارک حضرت امیرایں اذکار جاری بود
"یا اللہ یا رفیق یا حبیب" [2]

مؤلف رسالہ مستورات نے مندرجہ روایتیں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیّد نے آخری وقت بعض روایتوں کے مطابق "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور بعض کے مطابق یا اللہ یا رفیق یا حبیب کہا ہے [3]

عین ممکن ہے کہ پہلے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی کہا ہو کیونکہ مومن موت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتا ہے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ❊ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست (اقبال)

سید ہمدانیؒ نے "بسم اللہ" اس لئے کہا کہ قدم دیارِ حبیب کی طرف اُٹھ رہے تھے، ساری زندگی جس کی محبت وعشق میں بسر کی تھی اب اسی کے سامنے حاضر ہونا تھا اس لئے اللہ کی ہمہ گیر توتوں کا احساس، عبد و معبود کے مابین جو رابطۂ محبت ہے اس کا اظہار شاہ ہمدانؒ کے آخری جملات سے ہو رہا ہے کہ نفسِ مطمئنہ اپنے رب کے حضور جا رہا ہے۔

تاریخ وفات

سیّد کی تاریخ وفات مسلمہ طور پر چھ ذی الحجہ ۷۸۶ ہجری / ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء م

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۸۲ الف [2] ایضاً، برگ ۹۹ الف۔

[3] رسالہ مستورات برگ ۲۲۱ ب

ہے[1]۔ ابجد کے حساب سے زینتِ آل رسول[2]، بہترِ عالم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] (۷۸۶)
سے استفادہ ہوتی ہے۔ اسے مختلف قطعات میں منظم کی گئی ہے جن میں سے
چند ایک پیشِ خدمت ہیں۔

چو شد از گاہِ احمد خاتمِ دین ۔۔۔ زہجرت ہفتصد و ست و ثمانین
برفت از عالمِ فانی بباقی ۔۔۔ امیرِ ہر دو عالم آلِ یٰسین[4]

۱۴۱ - ۱۱۳ = ۲۸ ۔ ۷۵۸ : ۷۸۶ھ

مفخرِ عارفان شہ ہمدان ۔۔۔ کہ دمش، باغِ معرفت بشگفت
مظہرِ نورِ حق کہ تولیش بود ۔۔۔ عاقبت از جہانیان بنہفت
عقل تاریخِ سالِ رحلتِ او ۔۔۔ "سید ما علی ثانی" گفت[5]

بسرِ ہمدانی علی، قرۃ العین نبی ۔۔۔ محرمِ سرِ الٰہی، واقف ما فی الضمیر
سال ترحیلش "علی نورِ ہدایت" گفتہ ام ۔۔۔ نیز "ہادی سید ہمدانی، علی میر کبیر"[6]

۷۸۶ھ ۔۔۔ ۷۸۶ھ

ہمہ دانست سید ہمدان ۔۔۔ اسم ثانی او علی میدان
خانقاہش بخطۂ کشمیر ۔۔۔ فیض بخشد بہر صغیر و کبیر
مرقدش در ولایت ختلان ۔۔۔ فیض میدہد بہ پیر و جوان
شد رقم سالِ نقلِ آن والا ۔۔۔ قطب عالی، بجنت اعلا[7]

۷۸۶ھ

---

[1] مفتاح التواریخ ص ۹۵ تاس بیل نے آپ کا سال وفات ۷۰۰ ہجری لکھا جو غلط ہے
[2] زینت آل رسول ۷۹۵ ہے جو غلط ہے [3] خلاصۃ المناقب برگ ۱۰۰ الف
[4] منظم، واقعات کشمیر برگ ۳۶ الف [5] غلام سرور: خزینۃ الاصفیاء ۲ ص ۹۲۸
[6] نگارستان کشمیر ص ۲۷۷ [7] مجمع الواصلین برگ ۳۷ ب

محل وفات

سیدؔ نے کس مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا ہے، اس بارے میں مختلف مقامات بتائے گئے ہیں۔

کنر[1] ولایت ملک خضر شاہ، کبرد سواد[2]، پکھلی[3]، سری نگر[4]، ختلان[5]، ہمدان[6]، ماوراالنہر[7]، کابل[8]۔ کشمیر[9]، باجوڑ[10] (سوات)

خلاصۃ المناقب کی رو سے سیدؔ کا مقامِ وفات کنر (کنار) کا علاقہ ہے۔ کافرستان کا ذکر کرتے ہوئے ظہیرالدین بابر نے لکھا ہے۔

"کوہ فرد در شرق، میر سید علی ہمدانیؒ سیاحت نمودہ واز کونہ یک تشرنگی[11] بلندتر نقل کردہ اند و مریدانِ از ینجا بختلان بردہ اند و بقعہ ای بنای وی بہ پا شدہ کہ در ہنگامِ تصرفِ چغان سرای در سال ۹۲۰ ہجری در آن طواف نمودم"[12]

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۹۹ الف، ۱۰۰ ب [2] رسالہ مستورات برگ ۲۰۴ الف، نفحات الانس ص ۱۱۵، تذکرہ دولتشاہ ص ۳۲۵، واقعات کشمیر، اعظم: برگ ۳۵ ب نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۸۰، خزینۃ الاصفیا ج ۲ ص ۲۹۸

[3] کشمیر ج ۱ ص ۸۸؛ [4] تذکرہ صوفیائے بنگال ص ۳۱۰

[5] ریاض الشعراء مجلہ ادبیات، دیماہ ۱۳۳۵ ش ص ۹۴، [6] مجلہ معارف اسلامی ۱۳۴۷ ش شمارہ ۵ ص ۷۰، [7] ریاض العارفین ص ۱۷۸ [8] ہفت اقلیم (۲: ۵۳۹)

[9] تذکرہ بعد نوشی ص ۲۷۸ [10] آئین اکبری۔ جیرٹ۔ ج ۲ ص ۳۹۲

[11] Mrs. Beveridge نے ترجمہ تزک بابری میں شرعی۔ ۲ میل لکھا ہے۔ ج ۱ ص ۲۱۱

[12] تزک بابری ترجمہ فارسی عبدالرحیم خانخانان ص ۱۴۸۔

ابوالفضل نے کنار کے بارے میں لکھا ہے کہ علی ہمدانیؒ نے یہیں وفات پائی اور یہاں ایک خانقاہ تعمیر کی گئی ہے[1]۔

مزار

رسالہ مستورات میں ہے کہ شاہ ہمدانؒ نے ختلان میں ایک خطۂ زمین خرید کر وصیت کی تھی کہ انہیں یہاں دفن کیا جائے، سلطان محمد خضر شاہ چاہتا تھا کہ حضرت کو پکھلی میں دفن کرے مگر مرید جو ہمرکاب تھے، ختلان لے جانے پر مصر تھے[2]، بقول مفتی غلام سرور جب طرفین کا اصرار بڑھا تو شیخ قوام الدین بدخشی نے کہا جو جماعت تابوت اُٹھا سکے وہی سید کو اپنی مرضی کے مطابق دفن کرے مگر سلطان کے ملازمین اپنی پوری قوت کے باوجود تابوت زمین سے نہ اُٹھا سکے، شیخ قوام الدین نے بڑی آسانی سے اُٹھا لیا اور سید کی آخری وصیت کے مطابق ختلان کی طرف چل پڑے[3]۔

سلطان اور اس کے ندماء سوچتے تھے کہ نعش سے بو آنے لگے گی، لیکن نورالدین اور قاضی نوراللہ شوشتری کے بقول صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ تابوت سے اس قدر خوشبو آرہی تھی کہ تمام فضا معطر و معنبر ہوگئی۔ مزید برآں فرشتے سفید ابر کی مثل جنازہ پہ سایہ فگن تھے۔ سلطان

---

[1] آئین اکبری ج ۲ ص ۳۹۲ (جیرٹ)

[2] i۔ رسالہ مستورات برگ ۱۲۴ ب، ii واقعات کشمیر، اعظم برگ ۳۶ الف

iii۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۹۸،

(3) Jarret : Ain -i Akbari vol II P - 392

[4] خلاصۃ المناقب برگ ۲ الف، مجالس المومنین ص ۳۱۲۔

خضر شاہ بھی چند میل تک جنازہ کے ساتھ گیا تھا[1]۔

بدخشاں کے شاہ محمد کا کہنا ہے کہ جناب سید صاحب کمال بزرگ تھے اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کے تابوت سے خوشبو آتی تھی[2]۔ معلوم و محزون مرید تابوت لے کر ختلان کب پہنچے۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔

(الف) نور الدین جعفر نے لکھا ہے کہ روز چار شنبہ ۲۵ جمادی اول ۷۸۶ھ کو تابوت خطۂ ختلان کی خانقاہِ مبارک میں پہنچ گیا۔

(ب) رسالہ مستورات کے مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہجری کو جنازہ ختلان پہنچا۔

(ج) واقعات کشمیر میں اعظم لکھتے ہیں کہ امیر کبیر کا تابوت ۵ جمادی آخر ۷۸۶ھ میں ختلان پہنچا۔

ان تذکرہ نویسوں میں سے چونکہ نور الدین عینی شاہد ہے اس لئے اسی کی روایت قابلِ قبول ہے اس کا کہنا ہے کہ امیر کبیرؒ کا تابوت ۲۵ جمادی الاول ۷۸۶ھ ہجری / ۱۳۸۵ء میں ختلان کی خانقاہ میں پہنچا اور قریہ علیشاہ (کولاب) میں دفن کیا گیا۔ رسالہ مستورات میں ہے کہ سیدؒ علی ہمدانیؒ جب کولاب گئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عالمِ خواب میں فرمایا تھا کہ سید کا مدفن کولاب میں ہونا چاہیئے ہ۔ سید نے رؤیائے صادقہ کی بناء پر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے مریدوں سے کہا کہ میرا مدفن یہیں ہوگا۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۱۰۱ ب [2] ایضاً برگ ۱۰۱ ب مزید لکھا ہے۔

وچوں تابوت را از زمین بر داشتہ بوی مشک تابوت بد ماغ آں نیک بختاں رسیدہ است۔ (برگ ۱۰۱ ب)

ساعتیوں نے پوچھا: کب!

فرمایا:- تین سال ایک دن اور ایک رات کے بعد ہم یہاں ہوں گے۔[1]

شاہ ہمدانؒ کا مزار کولاب (تاجکستان شوروی) میں اب بھی موجود ہے

مرقدش در ولایت ختلان فیض میدهد به پیر و جوان[2]

شاہ ہمدانؒ کے مزار کے بارے میں ایک روسی عالم پادلوسکی نے روزنامہ "The Kolam Thath" (مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء) میں ایک مقالہ لکھا تھا، یہ معلومات اور مضمون اور مزار کی تصویریں مرحوم ج۔م صوفی کو ارسال کی گئی تھیں جسے مورخ الذکر نے اپنی کتاب کشیر میں درج کیا ہے یہاں ہم مضمون ہذا کے مطالب منضبط کرتے ہیں۔

"مزار شہر کولاب کے مشرق میں واقع ہے اور مزار سید علی ہمدانیؒ کے نام سے معروف ہے یہ ۵۹۶ برس قبل بنایا گیا اور چودھویں صدی عیسوی (آٹھویں صدی ہجری) کے تاجیک فن تعمیر کا شاندار نمونہ ہے۔ عمارت پکی اینٹوں سے تعمیر کردہ ہے۔ ان پر چونے کا پلستر کیا گیا ہے۔ مرمت شاید ہی کبھی کی گئی ہو۔ اس لئے چونہ اور گچ متعدد جگہوں سے گر گیا ہے۔

---

[1] رسالہ مستورات کی رو سے سید ہمدانیؒ کی نعش ۱۴ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہجری ختلان لے جائی گئی۔ اس کے حساب سے اگر تین سال ایک روز و شب منہا کریں تو گویا ۷۸۳ ہجری میں شاہ ہمدانؒ ختلان میں تھے۔ اور اگر ۲۵ جمادی الاول ۷۸۶ھ ہجری سے منہا کریں تو آپ جمادی الاول ۷۸۳ھ ہجری میں ختلان تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب آپ کشمیر میں اڑھائی سال گذار کر سیاحت کے لئے نکلے تھے۔

[2] مخبر الواصلین برگ ۳۷ ب

مزار میں داخل ہونے کے چار راستے ہیں۔ ان میں سے دو جانب شمال ہیں اور ایک جانب مشرق اور جانب جنوب۔ مقبرہ کے چاروں طرف محرابیں بنی ہوئی ہیں اور عظیم الشان عمارت گیارہ کمروں پر مشتمل ہے، ان میں سے دو کمرے بڑے ہیں اور بقیہ نو چھوٹے۔ ہر کمرے کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ ماہرین تعمیرات کا خیال ہے کہ ان گنبدوں کی تعمیری تکنیک دلچسپ بھی ہے اور منفرد بھی۔ بنیادی طور پر عمارت مربع نما ہے مگر چوٹی پر ۱۲ نوکدار گنبد ہیں جو صرف اینٹوں اور پلاسٹر سے بنے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان گنبدوں کی تعمیر میں لکڑی یا دھات کو بطور سہارا استعمال نہیں کیا گیا۔ عمارت کے وسط میں مسلمان عالم سید علی ہمدانی کی آرامگاہ ہے جو ہمدان سے آکر عہد تیمور میں بخارا میں قیام پذیر ہوئے ۱۳۱۴ء ان کی تاریخ ولادت بتلائی جاتی ہے۔ پھر تیمور سے ناچاقی کی بناء پر آپ بخارا سے چل پڑے۔ اس کے بعد آپ نے تمام مشرقی ممالک کا سفر کیا اور تحصیل علم کے لئے عرب ممالک میں بھی گئے۔ آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہندوستان کی راہ لی۔ راستے میں آپ نے بہت سے شہروں کو دیکھا اور کچھ عرصہ کشمیر میں بھی گذارا۔ آپ یہاں بدھ بت پرستوں سے ملے اور انہیں دولت اسلام سے نوازا۔ کشمیر میں آپ کی تعمیر کردہ مسجد اب تک باقی ہے۔ کشمیر کے علاوہ سید علی ہمدانیؒ بدخشاں بھی تشریف لے گئے۔ مسافرت و ہجرت کے آخر میں آپ نے کولاب میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں آپ نے خانقاہ اور مزار کی تعمیر کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین خریدا۔ شمالی ہندوستان پر امیر سید علی ہمدانی کا اثر و نفوذ مسلمہ ہے۔ آپ ہی کی تبلیغ و کاوش سے اہل کشمیر نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی تصنیف کردہ ایک مذہبی کتاب "اوراد شریف" عام ملتی ہے۔ ۱۳۸۴ء میں سید علی ہمدانیؒ کولاب میں دفن ہوئے اور آپ کے اخلاف نے پھر یہیں سکونت اختیار کر لی

کولاب کی خانقاہ میں سید علی ہمدانیؒ کے علاوہ ان کی بہن "ماہ خراسانی"، ایک ماور خاتون "آفتاب پنہانی"، جناب سید کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ اور ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ دفن ہیں، ان کے علاوہ طالقان[1] کے ایک شیخ کی قبر بھی یہیں ہے یہ بزرگ سید کے مزار اور مسجد کے متولی کی حیثیت سے کولاب میں رہتے تھے۔ اس قبر کے جنوب مغرب میں عمارت سے ۲۰ میٹر دور میدان میں ایک بلند جگہ پر بہت ہی نادر کام کا ایک سفید پتھر نصب تھا جس پر عربی زبان میں سید علی ہمدانیؒ کے حالاتِ زندگی کندہ تھے۔ ایک قدیم روایت کے مطابق یہ ایک ٹن بھاری سفید پتھر ہندوستان سے ہاتھیوں پر لاد کر کولاب لایا گیا تھا۔ اب یہ پتھر شاہ ہمدان کے مزار کی بجائے مشہور فاتح تیمور لنگ کے ایک پوتے کی قبر کے قریب ایک اونچی سطح زمین پر نصب ہے۔

امتداد زمانہ سے اس نفیس پتھر کے کچھ حصے خراب ہو گئے تھے بعد ازاں انہیں سفید پتھر کی سل سے جوڑ دیا گیا تھا لیکن ۱۹۳۹ء میں ایک بار پھر یہ پتھر کئی جگہوں سے ٹوٹ گیا۔ اس پر کندہ عربی عبارات اب بھی باقی ہیں لیکن ان کا پڑھنا محال ہے کولاب (روسی ترکستان، سوویٹ یونین) میں یہ تاجیک یادگار یعنی سید ہمدانیؒ کا مزار اور اس کے قریب یہ سنگ مرمر اہم تاریخی اقتدار کا حامل ہے۔ مقامی ارباب اقتدار کو مزار کی مرمت و تعمیر اور پتھر کے پڑھنے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔

پروفیسر سعید نفیسی، سید علی ہمدانیؒ کے مزار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ امیر تیمور گورگان نے بنوایا تھا اس کا پتھر وہی ہے جو سمرقند میں تیمور کی قبر کا ہے[2]۔ اگر یہ

---

[1] طالقان۔ افغانستان کے شمال میں مزار شریف کے جنوب میں واقع ہے۔
اس کا طول بلد ۲۷، ۶۲ اور عرض بلد ۴۵، ۳۶ ہے

[2] تاریخ نظم و نثر فارسی در ایران ج ۲ ص ۲۰۳ - ۷۵۴

مزار تیمور کا تعمیر کردہ ہے تو اس بات کا ثبوت ہے کہ مؤخر الذکر شاہ ہمدانؒ سے ناروا سلوک کرنے کے بعد ضرور پشیمان ہوا ہوگا اور تلافئ مافات کے لئے اس نے یہ مزار تعمیر کروایا ہوگا۔ طرائق الحقائق کی ایک روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تیمور گورگانی جناب سیدؒ کا ارادتمند ہو گیا تھا۔[1]

یہاں اس بات کا بھی امکان ہے کہ مذکورہ بالا پتھر تیمور کا پوتا کہیں سے لایا ہو اور اسے جناب سیدؒ سے عقیدت ہو اور اسی کے اظہار کی خاطر اس نے سنگِ مرمر پر جناب سید کے حالات کندہ کروائے ہوں اور اسی عقیدت کی بنا پر اس نے ان کے قرب میں اپنا مقبرہ بنوالیا ہو۔

---

[1] طرائق الحقائق، ج ۲، ص ۳۷۰

خانقاہ معلیٰ

شاہ ہمدان محلہ علاء الدین پورہ (کشمیر) میں رہائش پذیر تھے اور یہیں انھوں نے دریائے جہلم کے کنارے تیسرے اور چوتھے پل کے درمیان ایک وسیع رقبہ یعنی خطہ زمین عبادت و ریاضت کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ یہ خطہ نہ صرف نماز باجماعت کے لئے ایک مسجد کا کام دیتا تھا بلکہ یہاں ایک ایسی شمع روشن ہو گئی تھی جس کی کرنیں پوری وادی کو منور کر رہی تھیں۔ بادشاہ سے لیکر عوام تک سبھی اسی جگہ جناب سیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم و عرفان کے موتی رولتے تھے۔

شاہ ہمدانؒ نے ختلان میں ایک کتابخانہ قائم کیا تھا اور کشمیر آتے ہوئے آپ اپنی کتابیں بھی ساتھ لے آئے تھے۔ آپ کا ایک مرید سید محمد قاضی، جو ختلان میں کتابخانہ کا نگران تھا، یہاں بھی کتابوں کی دیکھ بھال پہ مامور ہوا۔ جناب سیدؒ کی وفات کے بعد یہ خدمت ملا احمد کو تفویض ہوئی۔

شاہ ہمدان کے بعد ان کے فرزند ارجمند سید محمد ہمدانیؒ کچھ سو درویشوں کے ساتھ سلطان سکندر کے عہدِ حکومت میں کشمیر آئے۔ ان کی رہنمائی میں سلطان اسلامی تبلیغات میں جوش و خروش سے حصہ لینے لگا تھا۔ سلطان کا ہندو وزیر سیہ بٹ

مع اہل و عیال مسلمان ہوا اور اس نے اپنی بیٹی بارعہ کا نکاح سید محمد ہمدانی سے کیا
اس وزیر نے بڑی مستعدی اور سرگرمی سے اسلام کی تبلیغ میں حصہ لیا اور بہت
سی مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کروائیں، سید علی ہمدانی کی عبادت گاہ کو ابدی یادگار
اور ایک مستقل تبلیغی مرکز بنانے کے لئے ۱۳۹۵ء میں ایک وسیع و عریض خانقاہ
بنوائی گئی۔

۱۷ ربیع الاول ۸۰۰ھ ہجری میں خانقاہ اور اس سے ملحقہ جائداد کو وقف
کیا گیا اور سلطان سکندر نے وقف نامہ کی تصدیق کی، وقف نامہ اور سند دونوں
خانقاہ میں محفوظ کر دی گئیں۔ سید محمد ہمدانی کے پاس ایک بدخشانی لعل تھا
جو انھوں نے سلطان سکندر کو بطور تبرک پیش کیا تھا اور سلطان نے اس
موقعہ پر تین گاؤں ترال (پرگنہ اورکا)، نونہ دلی (مادنندکا) اور رچی (شاہ دیکا)
خانقاہ اور لنگر کے اخراجات کے لئے وقف کر دئیے، جب ۸۸۴ھ ہجری
میں آگ لگنے کی وجہ سے مسجد کو نقصان پہنچا تو سلطان حسن شاہ (۸۷۷-۸۸۹ھ)
۸۸۵ھ ہجری میں مسجد دوبارہ بنوا دی، کسی شاعر نے اس کی تجدید تعمیر کی تاریخ
کہی ہے جو مسجد کی دیوار پر کندہ ہے۔

"مسجد اسس علی التقوی"[1] خانقاہ امیر ہمدانؒ است
۸۸۵ھ

۹۰۲ھ ہجری میں دوسری بار مسجد میں آگ لگ گئی مگر جلد ہی قابو پالیا گیا اور
مسجد محفوظ رہی۔ سلطان غازی چک (۹۶۱ھ) کے زمانہ تک یہ یک منزلہ عمارت
تھی، سلطان مذکور نے دو منزلہ بنوائی اور صحن وسیع کروایا۔ سلطان کی بہن صالح بی بی
نے بھی اپنے طلائی اور نقرئی زیور بیچ کر مسجد پر صرف کر دئیے۔

---

[1] قرآن مجید: سورہ التوبہ ۹: ۱۰۷

۱۱۴۴ھ ہجری میں پہلے پہر خانقاہ میں آگ کے شعلے بھڑکے اور سہ پہر تک پوری عمارت آگ کی لپیٹ میں آگئی ۔ ۱۱۴۶ھ میں والی کشمیر ابوالبرکات خان نے پرانے نقشے اور بنیاد پر تمام عمارت از سر نو تعمیر کروائی ۔
حروفِ ابجد کے لحاظ سے "کعبتہ البرکات" تاریخ تعمیر ہے ۔
یہ خانقاہ "خانقاہ معلیٰ" یا مسجد شاہ ہمدانؒ کے نام سے معروف ہے[1] ۔
۱۲۵۴ھ ہجری میں سکھوں کا کشمیر پر تسلط ہوا تو انھوں نے وہ تمام مراکز جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا تھا اپنے قبضے میں لے لئے اور مسلمانوں پر ان کے دروازے بند ہو گئے ۔ انہی میں سے ایک مسجد شاہ ہمدانؒ بھی تھی ۔ مشہور سیاح ولیم مور کرافٹ نے ۱۸۱۹ء اور ۱۸۲۵ء کے درمیانی سالوں میں اپنا سفر نامہ قلمبند کیا تھا اس نے اس مسجد کو مقفل بتایا ہے ۔ ۱۲۹۳ھ ہجری میں انگریزوں نے شاہ ہمدانؒ کے اخلاف میں سے ایک شخص میر سید محمد ہمدانی سے مسجد اور اس کی وقف شدہ املاک بارہ ہزار روپے میں خرید کر وقف نامہ منسوخ کر دیا ۔
انگریزوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کی قوت اور جمعیت پراگندہ کر دی جائے ۔

دریائے جہلم کے کنارے خانقاہ کی نفیس اور خوبصورت عمارت کے وسط میں ایک وسیع مربع صحن ہے ۔ جس میں چنار کے درخت لگے ہوئے ہیں ۔ کہتے ہیں یہیں پر سید عبادت کیا کرتے تھے ۔ یہ خانقاہ اپنے زمانہ کی دوسری

---

[1] رسالہ مستورات برگ ۲۴۷ الف : کشمیر میں حضرت شاہ ہمدان کی درگاہ خانقاہ معلیٰ کے نام سے مشہور ہے تمام مسلمان صبح و شام ۔ فرائض و وظائف یہیں پر پڑھتے ہیں ، مراسم نیاز بجا لاتے ہیں اور سب کی حاجتیں قبولیت پاتی ہیں ۔

اسلامی عمارات کی مانند دیودار کی لکڑی سے بنی ہوئی ہے۔ چاروں طرف ڈھکے ہوئے راستے میں جہاں نمازیں جمعہ کے روز کثیر تعداد میں لوگ اکھٹے ہوتے تھے۔ خوشنما مینار بھی لکڑی کے بنے ہیں، دروازے، ان کی چوکھٹ اور چھتوں کے اندرونی حصوں میں پھولوں کے دلکش نقش و نگار بنے ہیں۔ ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ یہ خانقاہ صنعت چوبکاری کا عمدہ نمونہ ہے۔

یہ عمارت اینٹوں کی ایک غیر مستطیل بنیاد پر واقع ہے، برآمدوں اور اس سے ملے ہوئے حصوں کو چھوڑ کر اس کی لمبائی چوڑائی ۰ ۷ فٹ ہے اور اس کی عمارت دو منزلہ ہے جو زمین سے اولتی تک پچاس فٹ ہے۔ اس کی اہرامی چھت بتین تہوں میں بنی ہے اس پر موذن کے لئے ایک شہ نشین ہے اور شہ نشین کے اوپر گنبد ہے اور اس پر کلس ہے جس کی اونچائی زمین سے ۱۲۵ فٹ ہے عمارت کے چاروں طرف مسقف راستے، برآمدے اور برساتیاں ہیں۔ جن میں جابجا جالیاں لگی ہوئی ہیں، نچلی منزل میں ایک مستطیل بڑا کمرہ ہے جس کی لمبائی ۶۳ اور چوڑائی ۴۳ فٹ ہے۔ یہ کمرہ پہلے مربع تھا۔ لیکن شمال اور جنوب میں چھوٹے چھوٹے کمروں کے بن جانے کی وجہ سے اس کا اصل رقبہ چھوٹا ہو گیا ہے بناوٹ کے لحاظ سے اندر کا کمرہ زیادہ اہم نہیں ہے لیکن اس کے ہشت پہلو گاؤدم کھمبے مضبوط محراب، لکڑی کی چھت، دیواروں پر خوبصورت رنگوں کے نقش و نگار اور فرش پر بچھے ہوئے قیمتی اور مختلف رنگوں کی جائے نماز اس کو حسن اور عظمت بخشتے ہیں۔[1]

بیرونی دروازے کی پلیٹ پر سنہری حروف میں یہ فارسی شعر کندہ ہیں :-

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں ، ص ۴۱۹ - ۴۲۰

دائیں طرف:

ای دل اگرت مطلب فیض دو جہانست — رو بر در شاہنشہ، شاہ ہمدانست

بائیں طرف یہ دوسرا شعر ہے۔

مقرون اجابت، ز در اوست، دعاہا — عرشست در ش، بلکہ از و عرش نشانست

دائیں طرف:

خانقاہست این مکان، یا مسجد اقصاستی — مسکن امن و امان، یا جنت الماواستی

بائیں طرف

نہر نور است یا سر چشمۂ آب حیات — یا مگر از رحمت حق خیمہ برپاستی

اندر داخل ہوتے ہی پیشانی پہ پوری رباعی منقش ہے۔

چو رفت از گاہ احمد خاتم دین — ز ہجرت ہفصد و ہشت و ثمانین

برفت، از عالمی فانی، بباقی — امیر ہر دو عالم، آل یسین

سامنے کی طرف یہ رباعی کندہ ہے۔

ہر فیض کہ در سابقہ ہر دو جہانست — در پیروی حضرت شاہ ہمدانست

شاہ ہمدان آنکہ شہنشاہ جہانست — ای خاک برآں دیدہ کہ در ریب و گمانست

خانقاہ میں داخل ہوتے ہی محراب پہ یہ رباعی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت شاہ ہمدان کریم — آیۂ رحمت ز کلام قدیم

گفت دم آخر و تاریخ شد — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۷۸۶

یہ رباعی جو سیدؒ کی کہی ہوئی ہے[1] محراب کی زینت ہے۔

شاہا! ز کرم بر من درویش، نگر — بر حال من خستۂ دل ریش نگر

ہر چند نیم لائق بخشایش تو — بر من منگر، بر کرم خویش نگر

(نقش پارسی بر احجار ہند ص ۷۷-۷۹)

۱۔ یہ عجیب بات ہے کہ جناب سیدؒ کے رسالوں اور کلام کے ضمن میں کسی تذکرہ میں اس رباعی کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔

بعد میں اُردو کے یہ اشعار بھی کندہ کئے گئے ؎۱

شہر کے قلب میں ہے مسجدِ شاہِ ہمدان — جس سے ہر دیدۂ مسلم میں ہے نورِ عرفان
کہ درخشاں ہے ہر اک سمت کلامِ یزداں — خانۂ دل کو ضیا بخش چراغِ ایمان

(جہانِ کشمیر از پنڈت بابو رام شریف)

مصنف رسالہ مستورات رقمطراز ہے ؎۲ :-

"در کشمیر درگاہ حضرت شاہ ہمدان
بنام خانقاہ معلّیٰ مشہور است،
تمام مردم مسلمین ہر صبح و ہر شام
وظائف روزمرہ و فرائض نماز
در آنجا بجای آرند و مردم ہنوز
مراسم نیاز مفخر میشوند مطالب
ہر یک بدرجہ قبول مقبول است۔"

کشمیر میں حضرت شاہ ہمدانؒ کی درگاہ
خانقاہ معلّیٰ کے نام سے مشہور ہے اور
تمام مسلمان صبح و شام روزانہ وظائف
اور فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے
وہاں آکر نیاز مندی کے مراسم
بجالاتے ہیں اور ہر ایک کے مطالب
و مقاصد بر آتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری سے خانقاہ معلّیٰ کشمیر میں اشاعتِ اسلام کا اہم مرکز اور علم القرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوّف کی درسگاہ رہی ہے۔ ٩٩٦ ہجری/ ١٥٨٧ء میں حاجی محمد کشمیری نے اس جگہ شرح حصن حصین تلبند کی تھی، کشمیر میں تاریخ اسلام یا اسلامی فنِ تعمیر پر بحث کرتے ہوئے ہم اس خانقاہ یا جامع مسجد کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت اور دین کی داستانِ عظمت ہے۔ سر والٹر لارنس ؎۳ نے اسے کشمیر کا مقدس ترین مقام اور شہر کی انتہائی دلکش چیز لکھا ہے۔

؎۱ کشمیر ج ۱ ص ۹۔

؎۲ رسالہ مستورات، برگ ۲۴۳ ب

؎۳ ملاحظہ ہو اس کی کتاب "وادی کشمیر" میں، یہ کتاب ۱۸۵۶ء کی تصنیف ہے۔

خواجہ عزیز الدین کشمیری لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) کے درجِ ذیل اشعار ترجمان ہیں کہ کشمیری مسلمانوں کے جذبات و احساسات اس مقدس عمارت کے متعلق کیا ہیں۔

اگر در مسجد جامع در آیی	بان پایۂ طالع بہ آیی
زہی مسجد زہی محراب و منبر	تعالی اللہ شانہ اللہ اکبر
ستونہا کاندرو بہ پا بہ بینی	حریف سدرہ وطوبی بہ بینی
شمارش سیصد و اثنین و ہفتاد ۳۷۲	بباغ دین بجای سرو و شمشاد
معلّی خانقاہی ہمسر اوست	کہ خلقی جنبہ فرسای در اوست
زبس انبوہ مردم تیج نوبت	نباشد راہ در وی بی صعوبت

ملک را برلب اینجاہست لبیک
فلک را نیست رہ پی "خلع نعلیک"[1]

یہ مقدس بارگاہ کشمیر میں مرجع خلائق ہے اس میں شاہ ہمدانؒ کے تبرکات بھی موجود ہیں۔ عاشورہ کے دن عزاداران امام حسینؓ جب یہاں سے گذرتے ہیں تو احتراماً علم نیچے کر لیتے ہیں۔

کشمیریوں کے دلوں میں شاہ ہمدانؒ کی اتنی عقیدت و ارادت ہے کہ جب بوجھ چلانے چلاتے تھک جاتے ہیں تو "یا شاہ ہمدان" کا نعرہ لگاتے ہیں[2]

کسی شاعر نے خانقاہ معلیٰ کے متعلق کیا ہی خوب کہا ہے۔

"خانقاہش بخطۂ کشمیر فیض بخشد بہر صغیر و کبیر[3]"

---

[1] قرآن مجید سورہ طٰہٰ: ۱۲ [2] مجلہ معارف اسلامی شمارہ ۵، ۱۹۷۴ء ص ۷۶

[3] مجمع الواصلین برگ ۳۷ ب

گنبد علویان

ہمدان میں سید علی ہمدانیؒ کا چلہ خانہ یا معبد "گنبد علویان" کے نام سے آج بھی موجود ہے، لیکن عمارت پر کوئی ایسا کتبہ نہیں جس سے تاریخ تعمیر ظاہر ہو، مگر نوعِ تعمیر کے لحاظ سے آشکار ہے کہ یہ عمارت سلجوقی عہد کی یادگار ہے — اور اس عہد کے شہرہ آفاق علوی خاندان کی ملکیت ہے۔ یہ عمارت پختہ اینٹ سے بنی ہوئی ہے اور اس پر چونے کا کام ہے یہ عمارت مربع وضع کی ہے اور اندر سے چوکور دالان کی مانند ہے بظاہر یہ عمارت خانہ کعبہ کی ترسیم پر بنائی گئی ہے۔ چلہ خانہ کے مشرقی اور مغربی حصوں میں خط کوفی سے آیاتِ کلامِ پاک کندہ ہیں اور یہ عبارات باہر سے بھی نظر آتی ہیں۔ چلہ خانہ کے دو حصے ہیں بالائی اور زیرین۔ زیرین حصہ سید علی ہمدانیؒ کے گھر تک ایک مخفی راستہ سے منسلک تھا۔ مقررہ اوقات میں بغیر کسی ریا، نمود و نمائش سے عبادتِ الٰہی کیلئے آپ اسی راستہ سے معبد میں آتے تھے، آپ شب جمعہ یہیں گزارتے اور اس کے علاوہ ہر شب، تہجد گزاری ہی کے لئے یہیں آتے اور صبح تک قیام و قعود میں مصروف رہتے۔ لوگوں کے درمیان مشہور تھا۔

"وازخانۂ سید بخانۂ کعبہ راہ نزدیکی است" سیدؒ کے گھر سے خانہ کعبہ کی راہ قریب ہے"

ہمارے خیال میں یہاں خانہ کعبہ سے ان کی مراد یہی معبد تھا جو خانہ کعبہ کے نقشہ پہ بنایا گیا تھا۔ ہمدان میں عوام الناس کا خیال ہے کہ سید علی ہمدانی سیاہ پوش یہاں پہ مدفون ہیں۔ سیاہ پوش سے ان کی مراد شاہ ہمدانؒ ہیں مگر یہ اشتباہ ہے کیونکہ سید ہمدانیؒ کا مدفن ختلان (کولاب) ہے۔ علی اصغر حکمت نے سیاہ پوش کو میر سید علی ہمدانی کی اولاد میں سے لکھا ہے۔

چلہ خانہ کے نچلے حصے میں دو مزار ہیں جن پہ ایک ہی گنبد ہے "گنبد علویان"۔ "باغ میر عقیل" وسیع فضا کے وسط میں واقع ہے شاید قبلاً اس کے اطراف میں قبرستان ہو پھر عقیل نامی شخص نے یہاں باغ لگا دیا ہو۔

اس تاریخی عمارت کو ادارہ کل باستان شناسی نے ۱۹۲۲ء میں قومی آثار میں شامل کر دیا تھا ۳۹-۱۹۳۸ میں وزارت فرہنگ نے اس کے لئے حفاظتی انتظام کئے اور اس پہ لکڑی کی ایک چھت تعمیر کروائی [1]

اس عمارت کے بارے میں لوگوں کے درمیان مختلف روایتیں مشہور ہیں۔

۱۔ اس عمارت کے نیچے ایک راستہ ہے جو خانہ کعبہ سے متصل ہے ممکن ہے کہ یہ روایت اسی بناء پہ مشہور ہو کہ سید علی ہمدانیؒ کے گھر اور گنبد علویانؒ کے درمیان جو راستہ تھا اس سے جناب سیدؒ اس کعبہ نما عمارت میں آمد و رفت

---

[1] مشاہیر ہمدان (مجلہ ارمغان سال ہفدہم شمارہ ششم۔ شہریور ماہ ۱۳۱۵ ص ۳۳۷) علی اصغر حکمت: از ہمدان تا کشمیر۔ یغما سال چہارم شمارہ ہشتم ص ۳۴۳۔ ۳۴۴۔

کرتے تھے۔ اس راستے کے آثار و نشان اب تک باقی ہیں مگر باہر سے بند ہے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ نچلی دہلیز میں دو تلواریں بطور متقاطع نصب ہیں ان کے پہلو میں ایک تابوت ہے کہ جب کوئی اس راہ پہ چلتا ہے اگر وہ ناجی رستگار ہے بغیر کسی گزند و تکلیف کے گذر جاتا ہے۔ اگر گمراہ و فاسق ہے تو ان تلواروں سے قتل ہو جاتا ہے اسکی نعش اس تابوت میں گر جاتی ہے مگر اب زمین پر کہیں بھی ایسی دہلیز یا کوئی نشان باقی نہیں۔

۳۔ اگر کوئی شخص مسافرت پہ گیا ہے اور اس کی حیات و ممات کی کوئی اطلاع نہیں تو نچلے حصے میں اس کا نام با آواز بلند پکاریں، اگر ہنسنے یا رونے کی صدا آئے تو خندہ اس کی زندگی کی دلیل اور گریہ اس کی خبر مرگ کے مترادف ہے۔

۴۔ اگر کوئی وہاں دیگ پکائے اور فقراء میں تقسیم کرے تو ہر حاجت روا ہو گی۔ بانجھ عورتیں اکثر وہاں جاتی اور اولاد کی تمنا کرتی ہیں[1]

---

[1] علی اصغر حکمت۔ ص ۳۴۲۔

تبرکات

کشمیر میں شاہ ہمدان کے کچھ تبرکات بھی محفوظ ہیں ان کا ذکر تحائف الابرار (ص ۳۶۵) میں ملتا ہے۔

خانقاہ معلی میں مشہور ہے کہ سید علی ہمدانی نے شیخ محمد اذکانی سے اکتساب فیض کے وقت دو تبرک بھی حاصل کیئے تھے ایک علم مبارک جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات عالیات میں اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور دوسرا آنحضرتؐ کے خیمہ مبارک کا ستون۔ یہ دونوں تبرک امام حسینؓ کربلا میں اپنے ساتھ لے گئے تھے جب شاہ ہمدانؒ کشمیر آئے تو یہ تبرک ان کے پاس تھے۔

علم مبارک سات مرتبہ حرمین شریفین پہنچا۔ دو بار شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ لے گئے۔ انھوں نے شیخ محمد اذکانیؒ کو تفویض کیا، تین مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت میں یہ علم مبارک ان کے ہاتھ میں تھا، پھر یہ علم شاہ ہمدانؒ کو مرحمت کیا۔ سفر حرمین میں یہ علم ان کے ہمراہ رہا پھر آپ نے لدی مالگمرے کی عرضداشت پہ اہل کشمیر کو عنایت کیا گیا۔[۱]

---

[۱] تواریخ اقوام کشمیر: فوق: ص ۱۳۶

سید علی ہمدانیؒ نے ان تبرکات کی حفاظت اور علمداری ملک لدی گھرے کشمیری کے سپرد کی تھی، بعدازاں اس کی فرمائش سے یہ دونوں تبرک اور سید کا عصا خانقاہِ معلیٰ میں رکھ دیا۔ جب بھی سلاطین کشمیر نے دشمن پر لشکر کشی کی تو یہ علم اپنے ساتھ رکھا اور نصرتِ الٰہی سے ہمیشہ کامران و کامگار رہے۔ جب بھی کوئی ابتلائے عظیم یا مصیبت درپیش ہوتی تو لوگ آدھی رات کو مذکورہ تبرکات خانقاہ کے صحن میں رکھ کر عجز و زاری سے دعا کرتے تھے اور بلا و مصیبت ٹل جاتی تھی۔

سکھوں نے کشمیر پر قبضہ کیا تو خانقاہ معلیٰ سے بنا بر تعصب، ستون مبارک گرا دیا۔ جو درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اب اس کے دونوں حصے اور علم شریف خانقاہ میں موجود ہیں۔ ان تبرکات میں حضرت کا عصا بھی تھا۔ مگر خانقاہ معلیٰ میں کوئی خلوت کے لئے آیا اور فرصت کے موقع پر عصا لے کر چلتا بنا۔

اپنے تبرکات کے بارے میں شاہ ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں سفر حج کے لئے گیا تو مناسک حج بجا لانے کے بعد مدینہ منورہ پہنچا تو جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کہ حضور سرورِ کائناتؐ نے تین چیزیں مجھے عطا کیں۔

۱۔ خلال۔ ۲۔ نقرئی چوک گوشش گیری۔ ۳۔ آہنی موی بینی گیری۔

جب بیدار ہوا تو ان تینوں عطیات کو لے کر روانہ ہوا[1]۔

---

[1] رسالہ مستورات ورق ۴۱۷ الف، ب۔

اولاد

شاہ ہمدانؒ کی اولاد میں سے ایک بیٹی اور بیٹے کا ذکر ملتا ہے، بیٹی، سیدؒ کے عزیز مرید اور خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانیؒ سے بیاہی گئی تھی۔ آپ کے بیٹے کا نام میر محمد ہمدانیؒ ہے، جو ۷۷۴ھ ہجری / ۱۳۷۲ء میں پیدا ہوئے، میر محمد بارہ سال کی عمر میں شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ شاہ ہمدانؒ نے اپنی وفات سے پہلے دو تحریریں خلافت نامہ اور وصیت نامہ کے عنوان سے مولانا سرای کے حوالے کی تھیں کہ ان کی وفات کے بعد انہیں خواجہ اسحاق ختلانیؒ اور نورالدین جعفر بدخشیؒ کو پہنچا دیں۔ جب یہ دونوں بزرگ میر محمد ہمدانی کے پاس تعزیت کے لئے آئے تو موصوف نے پدرِ نامدار کی یادداشتیں طلب کیں، خواجہ صاحب نے وصیت نامہ ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ دوسری تحریر کا سزاوار وہ ہے جو طلبِ حق میں مطلوبیت کا مقام پالے اور خادمیت سے مخدومیت کے درجے کو پہنچے۔ ابھی اس خلافت نامہ کی تحویل کا وقت نہیں آیا اور جب یہ موقع آئے گا تو آپ کے والد بزرگوار کا خلافت نامہ آپ کو دے دیا جائے گا۔ روایت ہے کہ اسی وقت میر محمد ہمدانیؒ میں باطنی تغیر ہوا اور آپ نے مقامات سلوک طے کرنے کا

فیصلہ کر لیا۔ آپ نے تین سال اور پانچ ماہ خواجہؒ کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کیں اور بعدازاں نورالدین جعفر بدخشیؒ سے آدابِ طریقت سیکھے اور سولہ برس کی عمر میں اجازتِ ارشاد حاصل کی اور رشد و تربیت کی مسند پر جاگزین ہوئے۔

آپ ۷۹۶ ہجری/ ۱۳۹۳ء میں تین ہمراہیوں سمیت کشمیر آئے اور یہاں ۲۲ برس قیام کیا۔ ۸۱۸ھ ہجری میں زیارت بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے واپسی پہ آپ ختلان چلے گئے اور وہیں ۸۵۴ ہجری (۱۴۵۰ء) میں آپ راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ آپ کی آرامگاہ اپنے عظیم باپ کی مرقدِ پُرانوار کے ساتھ ہی ہے۔

میر محمد ہمدانیؒ کشمیر میں اسلامی احکام کی ترویج میں اپنے عظیم والد کی مانند پوری تندہی اور جانفشانی سے کوشاں رہے۔

سید حسین بہادر کی ایک بیٹی آپ کے حبالۂ نکاح میں تھی پانچ سال کے بعد جب وہ فوت ہو گئی تو آپ نے سلطان سکندر کے وزیر سیہ بٹ (جو بعد میں مسلمان ہو کر سیف الملک کے لقب سے مشہور ہوا) کی بیٹی بارعہ خاتون سے عقد کیا۔ بدقسمتی سے ایک سال بعد وہ بھی قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی۔

سید محمد ہمدانیؒ نے تصوف کے موضوع پہ سلطان کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا۔ سلطان کی مجلسوں میں اکثر آپ سے علمی مباحث بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایک بار سید محمد حصاری نے ایک بحث کے دوران تکرار کی تو رات کی رات حضرت امیر کبیرؒ کی توجہ سے آپ نے رسالہ شمسیہ تحریر کیا۔[۲]

---

[۱] سیف الملک چونکہ نو مسلم تھا، اس لئے اس میں دینی جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا، اس کی سعی و تبلیغ سے کشمیر میں اسلام کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ [۲] یہ کتاب منطق کے موضوع پہ ہے۔

آپ کی کاوشوں سے سلطان نے مزامیر، رقص و سرود اور دیگر لغویات کو بند کرایا۔ ستی کی رسم ممنوع قرار پائی۔ سلطان نے آپ کے لیے لول بار کے چشمہ پر ایک الگ خانقاہ تعمیر کروائی۔ خانقاہ معلی کی تعمیر کے وقت بھی آپ کشمیر ہی میں قیام پذیر تھے۔

جناب سید کے پاس ایک بدخشانی لعل تھا جو آپ نے سلطان سکندر کو دے دیا تھا۔ اس پر سلطان نے تین گاؤں:

وچی (پرگنہ شیورلان) نغوائی: (پرگنہ مارتندہ) ترال (پرگنہ الار)

آپ کو بطور جاگیر عطا کیے تاکہ ان کی آمدنی خانقاہ کے مصارف اور درویشوں کے مطبخ وغیرہ پر خرچ ہوں۔ سید صاحب نے اس جائداد کو وقف قرار دیا۔

اب ہمدانی سید ایران اور برصغیر پاک و ہند کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔

ا۔ ہمدان میں بہت سے علوی سید معروف ہیں، شمالی ہمدان میں بابا طاہر عریاں کے مزار کے قریب "باغ علی" ان کی وقف جائداد میں سے ہے۔

۲۔ کشمیر سری نگر کے علاوہ پنجاب میں بھی ہمدانی سید آباد ہیں[۱]۔

۳۔ مشرقی پنجاب کے مشہور قصبے بٹالہ میں بھی ہمدانی سید رہتے تھے اور ان کا محلہ "محلہ ہمدانیہ" کے نام سے مشہور تھا تقسیم کے بعد یہ لوگ پاکستان ہجرت کر آئے اور اب ان کی اکثریت لاہور میں قیام پذیر ہے۔ ان کے ایک خاندان سے راقم الحروف کی ننھیالی قرابتداری بھی ہے۔

۱۔ واقعات کشمیر اعظم برگ ۳۴ الف اب، نگارستان کشمیر ص ۲۷، ۳ کشیر ج ۱ ص ۹۲۔ ایضاً ص ۱۴۱

شاہ ہمدان کے مرید اور رفقائے کار

شاہ ہمدانؒ کو صانعِ قدرت نے ظاہری حسن کے ساتھ باطنی حسن سے بھی مالا مال فرمایا تھا اور قدرت نے آپ کی نگاہوں میں یہ تاثیر عطا کی تھی کہ جس پہ آپ کی نظرِ التفات پڑی وہ شیدا ہو گیا : ؏

یک نگاہِ او کشاید صد گرہ

یہی وجہ ہے کہ عالمِ مہاجرت میں بھی آپ کے ساتھ مریدوں اور ہمراہیوں کا جمِ غفیر رہتا تھا اور یہ اجتماع بھی گوناگوں فضیلتوں کا مظہر تھا۔ ان میں عالمِ دین بھی تھے اور حفاظِ قرآن بھی۔ اس عہد کے نامور محدث اور شہرۂ آفاق قرا بھی سالکانِ راہِ ہدیٰ کے علاوہ ریاضت و مجاہدہ کرنے والے درویش بھی۔ آئندہ چند صفحات میں ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ نور الدین جعفرِ رستاق بازاری بدخشیؒ (۷۴۰ — ۷۹۷ ہجری)

جنابِ سیادت مآبؒ نور الدین جعفر بدخشیؒ سے بڑی محبت و شفقت کرتے تھے۔ بدخشیؒ ۷۲۵ھ ہجری میں مغربی بدخشان کے علاقہ رستاق بازار میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ ۷۷۳ھ ہجری میں آپ بدخشان سے ختلان کے قریہ علیشا

میں منتقل ہوئے۔ اتفاق سے اسی سال جب سیدؒ علی ہمدانیؒ ختلان تشریف لائے تو بدخشی، اخی حق گوی اور اخی حاجی طوطی علیشاہ سیدؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اس کے بعد جناب سید کی خدمت میں ان کی آمد و رفت زیادہ ہو گئی اور یہ سید کا خانقاہ میں منعقد ہونے والی علمی مجالس میں حصہ لینے لگے وہاں اکثر علمی مجالس ہوتی رہتی تھیں جن میں لطیف قسم کے سوال کئے جاتے تھے۔

مثلاً ایک بار کسی نے جناب سیدؒ سے یہ سوال کیا:

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ کے معنی کیا ہیں۔

ایسی ہی ایک مجلس میں جناب سیدؒ نے نورالدین کو دعائے سیفی تعلیم کی اور اسی سال شرف بیعت سے بھی نوازا۔ بیعت کے بعد فاضل مرید پوری عقیدت و ارادت سے ریاضت نفس اور علمی مطالعہ میں مشغول ہوا اور جناب سیدؒ کی توجہ سے مرتبہ کمال حاصل کیا۔ ایک بار جناب سیدؒ نے ان کے متعلق یہ اعلان کیا تھا:

"دست او دست ماست"

سید علی ہمدانیؒ جب سفر میں جاتے تو ختلان میں مریدوں کی ارشاد و تربیت کے لئے جعفر کو مامور کرتے تھے۔ آپ نے اپنا مرقع، پوستین، آفتابہ، خلال اور چمک گیر بھی اسی مرید کو عطا کیا۔ جب سید موصوف ختلان سے کشمیر منتقل ہوئے تو جعفر سائفہ بھیں گئے۔ وہ ختلان میں درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اور عوام کو شاہ ہمدانؒ کے رسائل کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ جب آپ کو شاہ ہمدانؒ کی وفات کی خبر ملی تو اس وقت آپ خانقاہ میں خلوتخانے، مقصورہ اور جماعتخانے بنوانے میں مصروف تھے، سید کا تابوت ختلان کی خانقاہ میں لایا جا رہا تھا۔ اس وقت سید کا یہ شیدائی اور جان نثار مرید اپنے مرشد کامل کی خبر مرگ سے سراسیمہ

سے پریشان تو ضرور ہوتا ہے مگر جنازہ میں مشایعت کے لئے نہیں جاتا اور شاہ ہمدانؒ کے سوانح اور ارشادات جمع کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بدخشی اگرچہ جناب سید کے چوٹی کے مریدوں میں سے تھے مگر اس کے باوجود آنحضرت نے خرقۂ درویشی اپنے مرید اور داماد خواجہ اسحٰق ختلانی کو عطا کیا تھا۔

نورالدین کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ خلاصۃ المناقب :۔ شاہ ہمدانؒ کے حالات زندگی اور تعلیم و ارشادات۔ آٹھویں صدی ہجری کی نہایت اہم صوفیانہ تصنیف ہے۔ راقم الحروف نے اس کی تصیح و تحشیہ کی ہے۔

۲۔ احباب :۔ اس کا ذکر طرائق الحقائق اور مجالس المؤمنین میں ملتا ہے۔

۳۔ شاہ ہمدان کی ایک غزل کی تشریح جو اب خلاصۃ المناقب کا ایک جزو ہے۔

۴۔ مناقب الجواہر :۔ اس کا ذکرہ "کشمیر سلاطین کے عہد میں" میں ملتا ہے۔ لیکن راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ اشتباہ ہے اور غالباً رسالہ مستورات کو مناقب الجواہر سمجھا گیا۔

۵ شرح اوراد فتحیہ :۔ (اس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں موجود ہے)

۶۔ اصطلاحات الصوفیہ :۔ اس کا قلمی نسخہ میری نگرانی میں محفوظ ہے۔

نورالدین نے ۷۵ سال کی عمر میں ۷۹۷ھ ہجری میں وفات پائی اور طالقان (بدخشان) میں دفن ہوئے۔

۲۔ خواجہ اسحاق ختلانیؒ

شاہ ہمدانؒ کے انتہائی عزیز مرید تھے جو ۷۷۳ھ ہجری میں ختلان میں حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ خواجہ اسحاق چونکہ صاحب اثر و رسوخ تھے اس لئے ان کے

مرید ہونے سے اعیان وملکا بہ شاہ ہمدانؒ کی جانب متوجہ ہوئے۔ چنانچہ امیر تیمور نے (جیسا کہ سابقہ اوراق میں ذکر ہوا ہے) خراسانی علاقوں کی حکومت سنبھالی تو وہ سیدؒ کی شخصیت کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ بلکہ اس نے پہلے خواجہ اسحاق کو جبا نہ کیا اور سیدؒ کے پاس جانے سے روکا مگر خواجہ صاحب تو دل وجان سیدؒ پہ فدا کر چکے تھے لہٰذا انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب شاہ ہمدانؒ کے ساتھ ہمیشہ سفر وحضر میں ساتھ رہے۔

شاہ ہمدانؒ، خواجہ اسحاقؒ سے اتنے متاثر تھے کہ نہ صرف انہیں خرقۂ نیابت عطا کیا بلکہ اپنی بیٹی بھی ان کے عقد میں دے دی۔ خواجہ صاحب ۸۲۶ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ آپ سے دو سلسلے چلے جو کم وبیش اب بھی باقی ہیں۔

۱۔ نوربخشی سلسلہ:۔ جو خواجہ کے مرید سید محمد نوربخش (المتوفی ۸۶۹ ہجری) کے توسط سے چلا، سید محمد نوربخش کی وفات کے بعد عارف کامل شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی اللاہیجی النوربخشی التخلص باسیری شیراز میں اقامت پذیر ہوئے اور وہاں ایک عظیم خانقاہ بنائی۔ نوریہ کے نام سے آپ کی قبر اسی خانقاہ میں ہے۔ گلشن راز پہ شرح لکھی اور اس کا نام "مفاتیح الاعجاز" رکھا۔[1] نوربخشیہ سلسلہ کشمیر میں بہت مقبول رہا۔[2]

۲۔ ذہبیہ اغتشاشیہ سلسلہ: یہ سلسلہ خواجہ اسحاقؒ کے مرید اور داماد سید عبداللہ برزش آبادی مشہدی (المتوفی ۸۰۲ھ) کے ذریعے رائج ہوا۔ یہ سلسلہ ایران میں اب بھی باقی ہے۔

---

[1] طرائق الحقائق، ص ۳۲۔

[2] اورینٹل کالج میگزین۔ فروری ۱۹۲۵ء، ص ۵

۳۔ شیخ قوام الدین بدخشیؒ :۔

شیخ قوام الدین بھی جناب سیدؒ کے مقرب مریدوں میں سے تھے جو سفر و حضر میں سید کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جو اپنے مرشد کے آخری وقت تک ان کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ ہی نے مرشد کا جنازہ پاکھلی سے ختلان لے جانے پر اصرار کیا تھا۔[1]

۴۔ میر سید حسین سمنانی یا سامانیؒ :

بعض لوگ آپ کو سمنانی لکھتے ہیں، سمنان ایران کا ایک مشہور شہر ہے آپ ہروی الاصل تھے اور فتنۂ تیمور کے باعث برصغیر پاک و ہند میں آئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ریاست پٹیالہ کے قدیمی قصبہ سامانہ میں قیام کیا ہو اور اسی نسبت سے آپ سامانی کہلانے لگے۔ لیکن سمنانی والی روایت زیادہ معتبر ہے۔

سید حسین اور سید تاج الدین حضرت سید علی ہمدانیؒ کے والد ماجد سید شہاب الدین کے بھتیجے سید محمد کے بیٹے تھے اور وہ جناب سیادت مآب کے فرمان سے کشمیر اور اس کے حاکموں کے حالات جاننے کے لئے کشمیر آئے تھے چنانچہ سید حسین اپنے اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے ساتھ اس وادی میں پہنچے۔ مشہور ہے کہ پیر پنچال کی پہاڑی میں آپ کا گھوڑا رہ گیا، چونکہ وہ قیام اور پڑاؤ ڈالنے کا مقام نہ تھا اس لئے آپ ایک پتھر پر جو "پیر پل" کے نام سے مشہور ہے سوار ہوئے اور وہ پتھر گھوڑے کی مانند چل پڑا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ فی الفور فاصلہ طے کر کے منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے شہرت کے خوف سے پتھر وہیں چھوڑا اور دریائے ولشیو وردی، جناب گولہ گام کے نام سے موسوم ہے، پہنچے آپ کو یہاں کی فضا دلکش

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۳۸ ب، ۹۹ ب، [2] واقعاتِ کشمیر اعظم، برگ ۳۶ والف)

اور روح افزا محسوس ہوئی۔ لہذا آپ نے اسی جگہ سکونت اختیار کی۔

آپ کے پیچھے ہی شاہ ہمدانؒ نے آپ کے بیٹے سید حسن اور بھتیجے سید حیدر کو روانہ کیا، جب اُنہوں نے کشمیر کو امیر تیمور کے تصرف سے خالی پایا تو صورت احوال سید علی ہمدانیؒ کو لکھی۔ ان کا مراسلہ پہنچنے کے بعد آپ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ میر سید حسین سمنانی نے گولہ کام کے باشندوں کو ظاہری اور باطنی فیوض سے مستفید کیا آپ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔ منجملہ یہ کہ موضوع کمبوہ سے شیخ نورالدین آپ سے کسبِ فیض کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے۔ اتفاق سے سید آرام فرما رہے تھے، شیخ نے ان کی خوابگاہ کی طرف دیکھا اور اپنے سوال کا جواب پالیا اور واپس چلے گئے۔[1]

۵۔ سید جلال الدین عطائیؒ

عالی درجات سادات میں سے تھے جاذبات و کرامات کے مظہر، سید علی ہمدانیؒ کی ہمراہی میں کشمیر آئے اور ان کی رحلت کے بعد یہیں شادی کر کے مستقل سکونت اختیار کر لی، آپ کے ساتھ سادات، ارادتمند اور گھر کے چند افراد تھے آپ بارہ مولہ کے نواح میں کیجھامہ کے علاقہ میں پرگنہ کہاور کے ایک موضع چھتر میں مدفون ہیں۔ اس مقام پہ اور بھی بہت سے سادات آرام فرما ہیں۔ اکثر ارباب باطن نے یہاں فتوحات حاصل کی ہیں۔[2]

۶۔ سید کمالؒ

آپ قدوۂ اصحاب حال اور بڑے اُونچے مرتبے کے سید تھے اور شاہ ہمدانؒ کی

---

[1] واقعات کشمیر، اعظم۔ برگ ۳۷ الف

[2] واقعاتِ کشمیر، اعظم، برگ ۳۷ الف

معیت میں کشمیر آئے تھے۔ آپ صاحبِ کرامت اور قوی الحال تھے۔ سید کے فرمان پر آپ نے سلطان قطب الدین کو شریعت کے احکام سکھانے کے لئے کشمیر میں توقف کیا اور وفات کے بعد محلہ قطب الدین میں دفن ہوئے۔

۷۔ سید کمال ثانیؒ

حضرت امیر علی ہمدانیؒ کے ساتھ کشمیر آئے تھے اور بعبارازاں شادی کرنے کی وجہ سے اسی شہر میں سکونت اختیار کی۔ نابد گہی کے موضع میں دفن ہیں آپ کی درگاہ عجب ہیبت اور فیض کی مظہر ہے[۱]

۸۔ جمال الدین محدثؒ

سید علی ہمدانیؒ کے تربیت یافتہ اور ہمراہی تھے، اپنے زمانے کے علامہ تھے سلطان قطب الدین کی التماس پر اسے آداب دین سکھانے پہ مامور ہوئے۔ جناب سیادت مآب نے آپ کو اسی سرزمین پر ساکن ہونے کی اجازت دی تھی۔ آپ دریائے بہت کے کنارے محلہ آرلیوت میں دفن ہیں[۲]

۹۔ سید فیروز، معروف بجلال الدینؒ

جناب علی ثانیؒ کے رفقاء میں سے تھے اور ان کی اجازت سے کشمیر میں ساکن ہوئے۔ آپ بہت بڑے بزرگ اور عالی مقام درویش تھے، دریائے بہت کے کنارے موضع نمپور میں متوطن ہوئے۔ اور یہیں دفن ہیں[۳]

۱۰۔ سید محمد کاظمؒ

آپ بھی شاہ ہمدانؒ کے رفقاء میں سے تھے اور ریاضت و کمالات کے مالک تھے۔ آپ جناب سیادت مآبؒ کے کتبخانہ کے منتظم بھی تھے۔ ایک بار حضرت

---

[۱] واقعات کشمیر اعظم، برگ ۳۰ الف [۲] ایضاً۔ [۳] ایضاً۔

امیرؒ نے قصبہ پانپور میں ایک کتاب بعنوان "فتوحات" طلب کی اتفاق سے یہ کتاب طالقان (بدخشان) میں رہ گئی تھی۔ سید محمد کاظم نے فوراً طے مکان کرتے ہوئے کتاب پیش خدمت کر دی۔ جناب سیادت مآب کے حکم سے صغیر و کبیر کی تعلیم و ہدایت کے لئے کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ عوام میں سید قاضی کے نام سے مشہور تھے۔

۱۱۔ میر رکن الدینؒ اور سید فخر الدینؒ

یہ دونوں بھائی ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور تجرید و تفرید کے مالک تھے، جناب سیادت مآب کے فرمان سے آدن پور، پرگنہ ادلر میں ساکن ہوئے اور یہیں دفن ہیں۔

۱۲۔ قطب امجد سید محمد قریشیؒ۔

آپ بھی شاہ ہمدانؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور آپ نے جناب سیادت مآب کے فرمان سے ۳۶۰ بت توڑے اور مسجد بنائی۔ اسی مسجد سے متصل اُن کا مقبرہ ہے۔

۱۳۔ سید احمد قریشیؒ

سید محمد قریشی کے بھتیجے اور قدرت و قوت کے مظہر تھے۔

۱۴۔ ۱۵۔ سید محمد عزیز اللہ اور سید محمد مرادؒ۔

یہ دونوں اصحاب بھی شاہ ہمدانؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور مذکورہ بالا مسجد کے پاس دفن ہیں۔

۱۶۔ پیر محمد قادریؒ۔

آپ کلام اللہ کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ساتوں قراءتوں کے ماہر اور ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے آپ نے امیر کبیرؒ کے فرمان پر سلطان قطب الدین

کی تعلیم و تربیت کے لئے اسی شہر میں قیام کیا۔ آپ محلہ لنگرتہ میں سلطان قطب الدین کے مقبرہ میں دفن ہیں[۱]۔

۱۷۔ مظہر القبان شیخ سلیمانؒ:۔

شیخ کشمیری ہندوؤں کے بزرگوں میں سے تھے، اصل نام شرکت تھا۔ آپ مشرف باسلام ہوئے اور کلام پاک حفظ کیا۔ آپ اپنی قوم کے ڈر سے سمرقند چلے گئے اور کئی سال بعد علم و فضل سے بہرہ یاب ہو کر وطن لوٹے۔ ایک بار پھر چچا زاد بھائیوں کے خوف سے آپ کو لاب منتقل ہونا پڑا۔ جب آپ شاہ ہمدانؒ کی خدمت میں آئے تو انھوں نے وطن و مسکن کے بارے میں پوچھا، شیخ نے " باغ سلیمان " کے نام سے کشمیر کا تعارف کروایا، اس لئے بارگاہ سیادت مآب سے آپ کو شیخ سلیمان کا لقب ملا۔ جامع مسجد کے جوار میں سید محمد لورستانی کے مزار کے سامنے دفن ہیں۔ آپ کا بیٹا احمد بھی آپ کے ساتھ سید کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

۱۸۔ شیخ احمد خوشخوانؒ

آپ شیخ سلیمانؒ کے فرزند تھے اور بچپن میں ہی سیدؒ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور ان کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی تربیت حاصل کی، کشمیر میں سید کے ورود کے موقع پر آپ ان کے منظورِ نظر تھے اور ان کی کولاب واپسی پر منصب خلافت پر سرفراز ہوئے اور ان کے باپ شیخ سلیمان کی تربیت ان کے سپرد ہوئی اس وقت شیخ کی داڑھی سفید ہو چکی تھی۔ جب اس کے بارے میں جناب سیادت مآب سے کہا گیا تو آپ نے فرمایا۔

---

[۱] واقعات کشمیر اعظم، برگ ۳۹ الف [۲] ایضاً، برگ ۳۹ ب

ریش سفیدی موجب خلافت — سفید ڈاڑھی خلافت کی سزاوار نہیں
نمیشود، کار بعنایت حق است، — بلکہ عنایت الٰہی کا معاملہ ہے۔

سید کی وفات کے بعد شیخ احمدؒ سجادہ ارشاد پہ متمکن ہوئے اور آپ نے ایک عالم کو اپنے فیض سے بہرہ ور کیا۔ آپ چونکہ کلام پاک خوش الحانی سے پڑھنے میں مشہور تھے اس لئے خوشخوان کہلائے۔ ان کی آرامگاہ سید محمد لورستانیؒ کے مزار کے برابر ہے۔[1]

۱۹۔ سید نعمت اللہؒ

جناب سیادت مآب کے ساتھیوں میں سے تھے اور قصبہ پانپور میں آرام فرما ہیں ان کا مقبرہ خواجہ مسعود کے مقبرہ سے اوپر ہے۔

۲۰۔ سید بہاء الدینؒ ۲۱۔ سید محمد سراجؒ۔ ۲۲۔ سید محمد بیہقیؒ

۲۳۔ سید محمد علین پوشؒ ۲۴ سید بہاء الدینؒ۔

۲۵۔ سید محمد حصاری بلخیؒ۔

آپ بہت باوقار شخصیت کے مالک اور شاہ ہمدانؒ کے مقرب تھے جب سید کے فرزند امیر محمد کشمیر آئے تو ان کے پاس گئے اور انہیں تسلی دی اور خط ارشاد انہیں عطا کیا۔[2]

۲۶۔ سید محمد خاورمیؒ۔

---

[1] ایضاً برگ، ۴۵ الف
[2] ایضاً، برگ ۴۳ ب

حاکمانِ عہد سے روابط

شاہ ہمدانؒ اپنے زمانہ کے سلاطین و حکام کے مشیر و مشاور تھے چنانچہ ہمدان سے کشمیر تک، سوائے امیر تیمور کے تمام بادشاہ و امراء آپ کا احترام اور تعظیم کرتے تھے بعض حکام نے شروع میں آپ کو ایذا دی مگر بعد میں تلافیٔ مافات کر لی ان میں سے اکثر و بیشتر حکام آپ کے ارادتمند بھی تھے، بعض حکام مرید بھی تھے مگر یہ کسی ماخذ و تحریر میں نہیں ملتا کہ سیدؒ کی چشم سیری نے دنیاوی مال و دولت کی طلب کی ہو یا آپ نے کبھی کسی سے ہدیہ، فتوح یا وظیفہ کی طلب ہو۔ آپ بلند نظر عارف تھے۔ جن کا مقصد صرف معاشرہ کی اصلاح تھا۔ ملک و ملت کے خورد و بزرگ، امیر و غریب اور صغیر و کبیر کو سدھارنا آپ کا مشن تھا۔ ہمدان ہو یا بلخ و ختلان، کشمیر ہو یا مشہد و اردبیل آپ کی توجہ کا مرکز سلاطین و امراء تھے۔ آپ نہایت حق گوئی و بیباکی سے پند و موعظت کرتے تھے، آپ یہ سمجھتے تھے کہ حاکم طبقہ کی اصلاح عوام کی نسبت زیادہ ضروری ہے کیونکہ

"الناس علیٰ دین ملوکھم" لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پہ ہوتے ہیں

آپ کی تصانیف ، ذخیرۃ الملوک ، عقبات ، مراۃ التائبین اور مجموعہ مکاتیب وغیرہ اس امر کی شاہد ہیں کہ سید حکمران طبقہ کو عدل و انصاف ، حق پرستی خداترسی ، عوام دوستی اور رفاہِ عامہ کے کاموں کی تلقین فرماتے تھے ۔ آپ کا نظریہ تھا کہ رمزِ شاہی دست درازی ظلم و تعدی اور ستم و غضب نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ ، رحم و کرم ، دلسوزی و عزیب پروری ہے ۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ نے سیدؒ کے متعلق جاوید نامہ میں کہا ہے ۔

مرشدِ معنی نگاہان بودہ ای
محرمِ اسرار شاہان بودہ ای

ان بادشاہوں کو آپ بنفسِ نفیس پند و موعظت کرتے تھے یا پھر ان کے نام خطوط میں ان کی توجہ اس طرف دلاتے تھے ۔ آپ کے مجموعۂ مکاتیب میں کنار کے حاکم طغانشاہ ، پکھلی کے والی سلطان علی الدین ، ہرات کے حاکم سلطان غیاث الدین اور کشمیر کے حاکم سلطان قطب الدین کے نام آپ کے مراسلات موجود ہیں ، ان کے طرزِ تخاطب سے آپ کی حق گوئی و بے باکی آشکار ہے ۔ آپ نے بغیر کسی لگی لپٹی کے صاف اور واضح الفاظ میں بادشاہوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا ۔ آپ انہیں لکھتے ہیں کہ بادشاہ ملت کا راعی ہوتا ہے اور ہر راعی روزِ قیامت اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا ۔

آپ نے سلطان قطب الدین کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ آخرت میں بادشاہوں سے اولین سوال عدل و انصاف کے بارے میں ہوگا ۔ کار و بارِ دنیا تو سہل ہے لیکن کارِ آخرت مشکل و دشوار ہے بلکہ اس دن کا خوف و ہیبت اس قدر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سا باپ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کی پرواخت نہ کر سکے گا تو عوام الناس کی کیفیت کیا ہوگی ۔ حاکم اس بات کا مجاز ہے کہ رعایا کو

امر بالمعروف سے آگاہ کرے، یاد رکھو کہ رعایا میں سے بزرگ لوگ تیرے لئے باپ کی مانند گرامی ہیں ان سے اولاد کی مانند حسن سلوک کرو۔ ان کے بچوں کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا اظہار کرو۔ ظالموں کی بیخ کنی، مظلوموں کی فریاد رسی اور اعانت اور ناجوروں کی اصلاح حاکم کے اہم فرائض ہیں۔ نیز اسے خود بھی حرام وفسق سے احتراز کرنا چاہیئے۔

پکھلی کے حاکموں سے آپ کے خاصے مراسم تھے۔ طغانشاہ نے شاہ بحالدین سے التماس کی تھی کہ پاکھلی کے علاقہ میں عوام کی دینی واخلاقی رہنمائی کریں اور انہیں شرعی احکام کی تعلیم دیں۔ اسی نسبت سے شہر میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی فرمان شرع پر عمل پیرا نہ ہوا اس سے بازپرس ہوگی مگر اس کے باوجود بعض فتنہ انگیزوں نے سازش کی اور سید کو ستایا۔ اس صورت حال کی اطلاع سلطان کو دیتے ہوئے سید لکھتے ہیں۔

"ایں جدا ایشاں نیست تا از جانب عزیز تقویت نباشد۔ اگر شما میخواہید کہ مردم ایں ناحیہ ہماں رفتار را بامن پیش گیرند کہ یزید با حسین علیہ السلام داشت سہل است، ایں جور و جفا بر من عین سعادت است کہ ہر کہ حق گوئی را اساس کار خود میسازد مردم با او عداوت میورزند"[1]

یہ صرف عوام کی کارستانی نہیں بلکہ کسی حاکم اعلیٰ کا در پردہ ہاتھ ہے۔ اگر تم چاہتے کہ اس ناحیہ کے لوگ مجھ سے وہی سلوک کریں جو یزید نے امام حسین علیہ السلام سے کیا تھا تو کوئی مشکل نہیں یہ جور و جفا میرے لئے باعث سعادت ہے کہ جو کوئی حق گوئی اپنا شعار بنا لے تو لوگ اس سے دشمنی اختیار کرتے ہیں۔

---

[1] مکتوبات امیریہ: قلمی نسخہ برٹش میوزیم۔ برگ ۱۶۸ الف

پکھلی کے حاکم غیاث الدین کے اصرار پہ آپ پکھلی اور اس کے نواحی باشندوں کو وعظ و تبلیغ اور ہدایت کرنے میں مصروف ہوئے مگر شر پسند اور شیطان فطرت افراد نے آپ کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا، مذکورہ حاکم حسبِ وعدہ آپ کو صحیح معنوں میں آرام و سکون بہم نہ پہنچا سکا اور نہ ہی حفاظتی اقدام کر سکا، سیدؒ اپنے ایک خط میں اس صورتِ حال کے شاکی ہیں۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ایک خط میں غیاث الدین کو لکھتے ہیں۔

اے عزیز تو نے اپنے آپ کو اس حالت میں ڈالدیا کہ آسمان والے تجھ پہ نوحہ کرتے ہیں اور زمین والے تیری کارگزاری پہ متاسف ہیں۔ تو نے تمام اہلِ بدعت و ضلالت کو خوش کیا ہے اور اہل اللہ میں سے ایک کو محزون و مخذول کیا ہے۔

پکھلی کے حاکم علی الدین کو لکھا کہ دنیا عارضی اور فانی ہے اس کی بہار گل و ریحان کی مانند ہے جو چند دنوں کے بعد پژمردہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے حکومت اس طرح کرنی چاہیئے کہ ابدی سعادتوں کا وسیلہ بن جائے، حکومت و سرداری کی نعمت کی سپاسگزاری یہ ہے کہ عوام سے عدل و احسان کیا جائے۔

باخلی (ہزارہ کے علاقہ پکھلی) کے حاکم شاہ ہمدانؒ کا انتہائی احترام کرتے تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں والیٔ باخلی محمد خضر شاہ نے آپ کے آخری سفر میں انتہائی احترام و اکرام سے آپ کو بطور مہمان ٹھہرایا۔ اور آپ کے وصال کے بعد اس نے اصرار کیا کہ نعش کو باخلی میں دفن کریں۔ پھر آپ کے جنازہ کی مشایعت میں ایک دن شرکت بھی کی[1]

---

[1] خلاصۃ المناقب: برگ ۹۹ ب، ۱۰۱ ب

بلخ کے حاکم محمد شاہ سے بھی آپ کے بڑے اچھے روابط تھے۔ جب حکومت اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی تو آپ نے فرمایا۔

"زود باشد کہ مملکت بدخشان بشیخ محمد باز گردد"[1]

کشمیر کے حاکم و امراء آپ کی عظمت کے گرویدہ تھے یہ سب اس صفۂ مخصوص پر حاضر ہوا کرتے تھے جو آپ کی عبادت خمس الاذنابتہ کے لئے وقف تھا وہ آپ کے ارشادات کی تعمیل و بجاآوری اپنے لئے سعادت جانتے تھے۔ اس کا مفصل ذکر ہم نے کشمیر میں شاہ ہمدانؒ کی مساعی کے ضمن میں کیا ہے۔

شاہ ہمدانؒ نے اپنی اکثر نگارشات یا تو حاکمانِ وقت کی نصیحت کے لئے رقم کیں یا ان کی فرمائش پر چنانچہ ذخیرۃ الملوک بعض حاکموں اور بادشاہوں کی فرمائش پر لکھی۔

اسی طرح رسالہ بہرامشاہیہ بلخ و بدخشان کے حاکم کی نصیحت و موعظت کے لئے لکھا۔ یہ بظاہر ایک خط ہے جو شاہ ہمدان نے بلخ و بدخشان کے حاکم سلطان محمد بہرامشاہ بن سلطان خان کے نام تحریر کیا ہے۔

رسالہ عقبات حاکمِ کشمیر سلطان قطب الدین کے نام مرقوم کیا۔ اسی طرح رسالہ موچلکہ بھی ایک امیر کے نام ہے۔

بدخشان کے حاکم محمد نے سیدؒ موصوف کے فرمان سے بہت سے رفاہ عامہ کے قابل قدر کام سرانجام دیئے۔ اس نے رسالہ واردات امیریہ کی تخلیص کی اور صبح کو اس کا ورد اس کا معمول تھا۔ اصل رسالہ کا آغاز یوں ہے۔

الٰہی اگر از قبایح اعمال خود شرمسارم
بر سمت رحمت درگاہ تو امید وارم

---

[1] رسالہ مستورات برگ ۱۵۱ب ۔ واقعات کشمیر برگ ۲۵ الف ۔ تاریخ اعظم کشمیر ص ۱۲۰۔

اکثر و بیشتر حاکم آپ کے استقبال کے لئے آتے تھے چنانچہ جب کشمیر میں
آپ اپنے سات سو ہمراہیوں سمیت پہنچے تو ان دنوں سلطان شہاب الدین
"اودہند" کے مقام پر لڑائی میں مصروف تھا لیکن اس کا ولیعہد قطب الدین آپ کے
استقبال کے لئے آیا[۱] اسی طرح جب آپ اردبیل پہنچے تو وہاں کا حاکم بھی استقبال
کے لئے پہنچا اور پوری تعظیم و تکریم سے اپنے گھر لے گیا۔ نذرانے پیش کئے اور
آپ پر درہم نچھاور کئے۔ اُس دیندار حاکم نے گذارش کی کہ میں تمام عمر اس
تشویش میں مبتلا رہا کہ آیا میں اہلِ بہشت میں سے ہوں یا اہل دوزخ میں
سے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بہشتی ہے۔ پوچھا، آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ آپ
نے جواب دیا کہ جب میں حضرت جنید بغدادیؒ کے مرقد کی زیارت کے لئے
گیا تو یہیں حکم ہوا کہ اردبیل جاؤ اور وہاں کے حاکم سے کہو کہ تم اہلِ بہشت
میں سے ہو تاکہ اُسے تسلی خاطر ہو۔

حاکم نے کہا کہ میرے لئے فاتحہ و دعا کریں تاکہ ہم بھی کچھ دیکھیں اور ہمیں بھی
طمانیتِ قلب نصیب ہو، جب اُسے جمعیتِ قلب حاصل ہوئی تو ہمارے پاس
گریہ وزاری کرتا ہوا آیا اور ہمارے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہوا۔ اس نے باقاعدہ
ہماری بیعت کی اور ہم جیسا ہو گیا۔ اس نے اپنا تمام مال اور جائیداد درویشوں میں
تقسیم کر دیا اور ہمارے ساتھ ہو لیا۔ ابھی اس نے ایک دو منزلیں ہی طے کی تھیں
کہ لٹیروں نے اسے شہید کر دیا، جناب سیادت مآبؒ نے خود اپنے ہاتھوں سے
اُسے غسل دیا اور دفن کیا۔ بعد ازاں آپ ولایت ختلان کی طرف روانہ ہوئے۔[۱]

رسالہ مستورات میں ہے کہ سلطان محمد بہرامشاہ ایک رات بہت ہی زیادہ

---

[۱] رسالہ مستورات: برگ ۳۴۴ ب - ۳۸۵ ب

شراب خوری کی وجہ سے بدمست تھا۔ اور بدمستی کے عالم میں بُرے کام کرنے پر آمادہ تھا۔ ان میں ایک یہ تھا کہ کسی کو ناحق قتل کرے۔ اتفاق سے مستی کے عالم میں نیند نے غلبہ کیا اور اس نے شاہ ہمدانؒ کو عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ انھوں نے فرمایا:-

اے بادشاہ! کیا تو خدائے متعال اور قیامت کی رسوائی سے نہیں ڈرتا کہ اس طرح سے فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ اس وقت میں فعل بد کا انجام اور قتل ناحق کا ارتکاب تجھ سے ناپید کرتا ہوں آئندہ محتاط رہنا۔

سلطان اس واقعہ سے بہت شرمسار ہوا اور سید علی ہمدانیؒ کے حضور پہنچا اور ان کے ہاتھ پر تائب ہوا۔ اس کے بعد اس نے خدا خوفی کی زندگی بسر کی اور لوگ اسے شیخ سلطان کہنے لگے۔

مولوی عبدالمقتدر لکھتے ہیں:[1]

سید کے ہمعصر بادشاہ اور شرفاء ان کی انتہائی تعظیم کرتے تھے۔ وہ ان کے ارادتمند تھے اور دل و جان سے ان پر نثار تھے۔

---

[1] مولوی عبدالمقتدر، فہرست مخطوطات فارسیہ بانکی پور لائبریری، جلد اوّل: ص ۳۳

کشمیر میں اشاعتِ اسلام

شاہ ہمدانؒ ۷۸۱ھ ہجری میں سات سو سادات اور مریدوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ آپ کی یہ آمد اچانک نہ تھی بلکہ پورے اطمینان اور سکون سے تبلیغی ضرورتوں کے کامل احساس اور فرض شناسی کے ساتھ آئے تھے۔ اس سے پیشتر آپ کے دو مرید اور چچا زاد بھائی میر سید تاج الدین سمنانیؒ اور میر سید حسین سمنانیؒ سالہا سال سے کشمیر میں تھے جو شاہ ہمدانؒ کو صورت احوال سے آگاہ کرتے رہتے تھے، کشمیر کا علم دوست اور معارف پرور حاکم سلطان شہاب الدین (۱۳۶۰ء - ۱۳۷۵ء) میر سید حسین سمنانیؒ کا مرید بن چکا تھا۔ اور شاہ ہمدانؒ اس کی رضا مندی ہی سے خانوادۂ سادات لے کر آئے تھے۔

اس زمانہ کا کشمیر موجودہ وادی کے علاوہ سابق صوبہ سرحد اور متحدہ پنجاب کے بعض حصوں پر مشتمل تھا۔ جب شاہ ہمدانؒ تشریف لائے تو بادشاہ کے نائب اور ولی عہد قطب الدین نے ان کا استقبال کیا، ولی عہد سلطان کا چھوٹا بھائی تھا، خود بادشاہ ان دنوں سلطان فیروز شاہ تغلق سے برسرِ پیکار تھا، شاہ ہمدانؒ کی مساعی سے آتشِ مبارزت خاموش ہوئی اور فریقین نے صلح کر لی۔ سرشند دونوں بادشاہوں

کی سلطنت کی سرحد قرار پایا۔ اس صلح کو مستحکم اور پر اثر بنانے کے لیے باہمی رشتے ناطے قائم ہوئے چنانچہ فیروز شاہ تغلق کی تین بیٹیوں کا نکاح سلطان کے تین رشتہ داروں یعنی اس کے بیٹے، ولی عہد قطب الدین اور میر سید حسن بہادر بن میر سید حسین سمنانی سے ہوا۔

شاہ ہمدانؒ اس سے پہلے ۷۷۰ یا ۷۷۱ ہجری میں کشمیر آئے تھے۔ اس بار آپ نے یہاں صرف چند روز قیام کیا اور خطۂ مینو نظیر اور دلپذیر کی سیاحت کی۔ ۷۶۰ ہجری میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے آپ نے اپنے عزیزوں میں سے سید حسین سمنانیؒ اور سید تاج الدین سمنانی کو یہاں بھیجا۔ ۷۸۱ھ میں تیموری تہدید ایک بہانہ ہو گیا اور میر صاحب ایک بڑے کنبہ کے ہمراہ کشمیر چلے آئے۔ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اصل میں مشیت ایزدی یہ تھی کہ ہمدان کے اس بزرگ کے ہاتھوں کشمیر کی خوبصورت و دلکش وادی آذان کی کیف آور صداؤں سے گونج اٹھے۔

کشمیر میں دینِ اسلام برِصغیر ہند و پاک کے تمام خطوں کی نسبت دیر سے پہنچا۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً یہاں مسلمان آتے رہے مگر کسی کا نصب العین تبلیغ یا توسیع اسلام نہ تھا۔

یہاں پہ پہلا مسلمان شام کا ایک باشندہ صمیم بن شمس ۷۱۳ھ عیسوی میں راجہ اوپہ گاندھر کے زمانہ میں آیا تھا۔ پھر راجہ ہرش کے عہدِ حکومت (۱۰۸۹ء – ۱۱۰۱ء) میں کچھ مسلمان کشمیری فوج میں ملازم ہوئے۔ اس کے بعد اکے دکے مسلمان اکی صورت میں آتے رہے مگر دینِ حقہ کی تبلیغ آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں ہوئی ہے وہ بھی اس طرح کہ ۱۳۲۰ء میں مقامی سرداروں کی

باہمی چپقلش کی بنا پر لداخ کے شاہزادے رنچن نے وادی کو زیر نگین کیا۔ رنچن بدھ مت کا پیروکار تھا اور عالموں اور دانشوروں کا قدردان تھا، مگر ذہنی اور قلبی طور پر اپنے مذہب سے غیر مطمئن تھا۔ اسے ایک سچے اور جامع مذہب کی تلاش تھی اور اسی کشمکش میں اس نے فیصلہ کیا کہ کل صبح جو بھی بزرگ نظر آیا۔ وہ اسی کا دین اپنا لے گا۔ دوسرے دن اس نے دیکھا کہ ایک فرشتہ صورت بزرگ پورے سکون، وقار اور خضوع و خشوع سے طریق مصطفوی پہ عبادت میں مصروف ہیں رنچن اپنے ایک مقتدر درباری شاہ میر کے توسط سے اسلام سے آشنا تھا۔ (شاہ میر سوات کا باسی ۱۳۱۵ء میں کشمیر آیا تھا اور اپنی اعلیٰ کارکردگی سے دربار کا اہم رکن بنا تھا) اسے یہ اندازِ بندگی بہت پسند آیا اور اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اس سے دین کی حقیقت اور آئین سیکھے۔ اسلام کی سادگی نے اس کے دل پہ اثر کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام صدر الدین رکھا گیا۔ اس کی سعی و تبلیغ سے اس کے گھر والے، درباری اور عامۃ خلائق گروہ در گروہ اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں تقریباً دس ہزار کشمیری اس بزرگ کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے۔

یہ بزرگ شرف الدین بلبل شاہ یا بلال شاہ سہروردی سلسلے کے بزرگ سید نعمۃ اللہ ولی کے مرید تھے اور کشمیر میں پہلے مسلمان مبلغ تھے۔ آپ کے ایماء پہ سلطان نے ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کروائی۔ ۷۲۷ھ ہجری میں سلطان اور بلبل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلطان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جمشید ۱۳۴۷ء میں فرمانروا ہوا، لیکن چھوٹے بھائی علی نے بغاوت کر دی۔ سلطان جمشید، علی کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ اب علی، علاء الدین کے نام سے سریر آرائے تخت ہوا۔ ۱۳۵۹ء میں علاء الدین نے وفات پائی تو اس کے بیٹے شہاب الدین نے حکومت سنبھالی۔

عمر ہا گل رخت بر بست و کشاد
خاکِ ما دیگر شہاب الدین نزاد[1]

ان سالوں میں مسلمان بزرگوں میں سے ۷۴۸ھ ہجری میں شہرۂ آفاق عارف مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری جہاں گشت[2] کشمیر تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کے بعد چلے گئے۔ اسی دوران ۷۷۰ یا ۷۷۱ ہجری میں شاہ ہمیر یا شاہ مرزا المقلب بہ سلطان شمس الدین (۷۴۰ھ - ۷۴۳ھ) کے عہد میں سید علی ہمدانی کشمیر آئے آپ نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ کشمیر کا طبعی حسن، ایران کے شمال مغربی علاقوں اور کوہستانی خطوں کے مناظر سے بہت مشابہ ہے نیز بحر خزر کے سواحلی علاقے آب و ہوا کے اعتبار سے کشمیر سے کافی مماثلت رکھتے ہیں، غالباً اسی زمانہ میں یہ شاہ دریا آستین ؒ نے اس کو "ایران صغیر" بنانے کا عزم کیا ہوگا۔ اور تیموری تہدید کے بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا آپ یہیں چلے آئے۔

کشمیر آنے والے تمام بزرگوں میں سے سید علیؒ ہمدانی کامیاب ترین مبلغ ہیں سیدؒ ہمدانی کی آمد سے قبل کشمیری اسلام سے متعارف تھے مگر ان کے دلوں میں عقیدۂ توحید ابھی راسخ نہ تھا۔ حقیقتِ ایمان اور روحِ اسلام سے وہ ابھی ناآشنا تھے۔ کئی مسلمان بت خانوں میں بدستور آتے جاتے تھے۔ عوام اور والی کشمیر ابھی تک ہندو عقیدوں کو اپنائے ہوئے تھے اور وہ بتوں کے آگے تعظیماً جھکتے تھے۔ برہمنوں کی تکریم کی جاتی تھی۔ حاکم غیر اسلامی لباس پہنتے اور غیر شرعی امور پہ کاربند تھے۔ شاہ ہمدانؒ نے کشمیر میں حق و صداقت کا نعرہ بلند کیا اور وحدانیت و حقانیت کا کامل درس دیا۔ آپ نے معرفت الٰہی کی تجلیوں سے دلوں کو جلا بخشی اور نورِ اسلام سے

---

[1] جاوید نامہ ص ۱۸۸

آپ نے اہلِ کشمیر میں ایمان کا ایک ولولہ خیز ذوق و شوق پیدا کیا اور خطۂ کشمیر

"لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"

کی صداؤں سے گونج اُٹھا۔ سید ہمدانیؒ نے کشمیر میں تبلیغ دین اسلام کا ایک باقاعدہ نظام قائم کیا اور گوشے گوشے میں مبلغ متعین کئے۔ خود اپنے لئے دریائے ابہت یعنی موجودہ جہلم کے کنارے عبادت اور وعظ و موعظت کے لئے ایک حصہ مخصوص کیا۔ (اب اسی جگہ پہ مسجد شاہ ہمدانؒ یا خانقاہ معلّیٰ بنائی گئی ہے۔)

آپ نے خدماتِ اسلام نہ صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں بلکہ اپنے بیٹے کو بھی اسی عظیم الشان کام کی تکمیل کا شیفتہ بنایا، چنانچہ ان کے فرزندِ ارجمند امیر سید محمد ہمدانیؒ (۷۷۴ھ - ۸۵۴ھ) نے بھی بڑی ادبی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ولدِ امجد امیرِ کبیر   داد دین را رواج در کشمیر

قاموس المشاہیر میں آپ کو کشمیر کا سب سے بڑا مبلغ کہا گیا ہے۔[1] پروفیسر آرنلڈ نے بھی شاہ ہمدانؒ کی تبلیغی کاوشوں کو سراہا ہے۔[2]

تمام مورخین اس بات پہ متفق ہیں کہ شاہ ہمدانؒ کے ہاتھ پہ کم از کم ۳۷ ہزار غیر مسلم اسلام لائے، سید کی مساعی و کاوش اور روحانی و معنوی عظمت و اقتدار کی بدولت کشمیر کی تہذیب و تمدن اور ثقافت میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا، نومسلم اور متزلزل معاشرہ آپ کے دم قدم سے مستحکم ہوا۔ کشمیریوں کی سوچ کا انداز اور ان کے آئین کا دھارا بدل گیا، آبشاروں کے ولولہ خیز نغموں اور دریاؤں کی دلکش روانیوں کے ساتھ تمام وادی نغمۂ توحید و تہلیل و تسبیح سے گونج اُٹھی، آپ نے ہمیشہ ہمیشہ

---

[1] قاموس المشاہیر، ج ۱، ص ۳۱۷   [2] پریچنگ آف اسلام، ص ۲۹۲

کے لیے ان کے دین کا تعین کر دیا۔ کشمیر کے سنیاسیوں، ساحروں اور عالموں کو قائل کرنے سے آپ بہت معروف ہوئے۔ بعض مناظرہ و مجادلہ سے، بعض کرامات سے اور بعض روحانی وجاہت سے آپ کے معترف تھے۔ بہت سے لوگوں کی تقدیر ان کی نگاہ سے بدلی، ان کی نگاہِ کمال جس پر پڑی وہ کندن بن گیا چنانچہ کشمیر کی مشہور عارفہ شاعرہ اور صوفیہ لل دومی، بابا طاہر کی مانند "عریاں" رہا کرتی تھی اور کہتی تھی: کوئی مرد نظر آئے تو پردہ کروں، اتفاق سے ایک دن شاہ صاحبؒ کی چشم بینا اس پر پڑی، وہ ایسے دوڑی جا رہی تھی جیسے ارشمیدس اصولِ حجم جاننے پر وہ بھاگتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "آج میں نے ایک مرد دیکھ لیا ہے اب میں عریاں نہیں رہوں گی"۔ لل دومی، شاہ ہمدانؒ کے ہاتھ پر اسلام لائی اور ایک باشرع خاتون ہوئی

علامہ اقبال نے شاہ صاحب کے تعارف میں ان کی اسی "قوتِ نگاہ" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یک نگاہِ او کشاید صد گرہ"

شاہ ہمدان کے محافلِ وعظ و ارشاد میں کشمیر کے بڑے بڑے اعیان و اکابر بھی شریک ہوا کرتے تھے سلطان قطب الدین (۷۷۵ - ۷۹۶ھ) اور اس کی فاضل والدہ بی بی بارعہ آپ کے حلقۂ ارادت میں تھے۔ آپ تمام درویش امراء و سلاطین کے مشیر تھے اور ان سب کو عدل، خدا خوفی اور رفاہِ عامہ کے کاموں کی تلقین فرماتے تھے۔ شاہان کشمیر نے شاہ محترم کے جو مشورے قبول کئے ان کا خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ سلطان شہاب الدین نے ان کے مشورے اور تلقین پر ۷۸۴ ہجری میں "دہی ہند" کے بادشاہ کے ساتھ اٹک کے قریب اپنی جنگ بند کی تھی۔

۲۔ سلطان نے ہندوانہ لباس کی جگہ ترک شاہان کی مانند لمبا چغہ پہننا شروع کیا۔

۳۔ سلطان نے دو حقیقی بہنوں سے شادی کر رکھی تھی۔ آپ کے ارشاد پر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے بڑی بہن کو آزاد کر دیا۔

۴۔ سلطان شہاب الدین نے یہاں پہلا مدرسہ بنوایا جس میں علوم اسلامیہ کی تدریس شروع ہوئی، اسی مدرسہ میں تربیت پانے والی ایک شخصیت امام القراء ابو المشائخ شیخ عثمان تھے۔ فارسی ادب اور زبان کا رواج شاہ ہمدانؒ کے دم قدم سے تیز تر ہوتا گیا۔ آپ اپنی کتابیں اپنے ساتھ لائے اور سلطان قطب الدین کے زمانہ میں یہاں پر باقاعدہ کتب خانہ قائم کیا۔ قطب الدین کے عہد میں کشمیر میں ایک مدرسہ تھا جس کا نام عروۃ الوثقی تھا اور اس کی بنیاد سید جمال الدین محدث نے رکھی آپ کشمیر میں سید علی ہمدانیؒ کے ہمراہ آئے تھے۔[1] بعد ازاں مدرسوں، شفاخانوں خانقاہوں اور مسجدوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دی جانے لگی۔

۵۔ شاہ ہمدان ایک بڑا کنبہ یعنی سات سو افراد ہمراہ لائے۔ تھے مگر یہ لوگ کشمیریوں کے لئے ایک بوجھ نہیں بنے بلکہ اپنے ساتھ ایرانی ہنر و فن اور آرٹ لائے تھے چنانچہ امیر کبیرؒ نے ہمدان اور ایران کی کئی صنعتوں کو یہاں رواج دیا۔ آپ کی آمد کے وقت کشمیر میں شالبافی کی قدیم صنعت عالم نزع میں تھی آپ کی کوششوں اور سلطان قطب الدین کی سرپرستی سے اس کا احیاء ہوا۔ خود شاہ ہمدان اکل حلال کے لئے کلاہ بافی کیا کرتے تھے۔ یہ کام کشمیر میں آمد کے بعد بھی جاری رہا۔ ان دلپذیر صنعتوں کی بناء پر شاہ موصوف نے کشمیر کو ایران صغیر بنا دیا۔

۶۔ کشمیر میں ہندو تہذیب کی جگہ اسلامی اور ایرانی تہذیب اور سنسکرت کی جگہ عربی اور فارسی زبانیں رواج پانے لگیں۔

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں : ص ۴۰۸

شاہ ہمدانؒ کے فیضان اور برکات کا بادشاہ اتنا معتقد تھا کہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی ایک ٹوپی سلطان قطب الدین کو عطا کی سلطان کو یہ کلاہ اس قدر عزیز و محترم تھی کہ اُسے خود اس نے اور اس کے جانشینوں نے ہمیشہ اپنے تاج کے نیچے پہنا مگر سلطان فتح شاہ (المتوفی ۹۲۲ھ) نے وصیت کی کہ یہ ٹوپی اس کی نعش کے ساتھ دفن کیجائے۔ اس کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا گیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ ہوا کہ :۔

تاج شاہی از سر شاہانِ کشمیر بر فتاد
و سرداری آنھا رو بہ نگو نساری نہاد

اس کلاہ کے دفن ہو جانے کے بعد شاہ ہمدانؒ نے کسی بزرگ کو خواب میں فرمایا! ان شاہیریوں نے میری ٹوپی دفن کر کے اپنی سلطنت کو بھی دفن کر دیا ہے اب وہ زیادہ دیر تک حکومت نہیں کر سکتے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۹۶۲ھ میں در چک خاندان برسر اقتدار آ گیا۔

شاہ ہمدانؒ کی تعلیمات کے مراکز ہمدان، ختلان، ماوراء النہر میں بھی ہیں جہاں پر انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گذارا، آپ جہاں بھی گئے عوام کی رشد و ہدایت کو اپنا فریضہ سمجھتے رہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرنگستان کے کسی ملک کو اسلام سے آشنا کیا اور وہاں کے ساکنین کو مسلمان بنایا۔ مگر ان تمام مقامات کی نسبت آپ کی مساعی کشمیر میں زیادہ بار آور ہوئیں۔ کشمیر میں اسی ذہنی، فکری اور نظری انقلاب کی بدولت تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ کشمیر میں ابتدائے اسلام سید علی ہمدانیؒ کی رہین منت ہے۔ دارا شکوہ رقمطراز ہے۔

---

[۱] رسالہ مستورات، برگ ۴۳۶ ب

"ابتدائی اسلام درکشمیر ببرکت مقدم ایشانست"[1]

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپ کو صوفی ولی اور حواری کشمیر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مترجم تاریخ رشیدی نے آپ کو مسلمانانِ کشمیر کا روحانی پیشوا اور مربی لکھا ہے۔ طامس بیل نے شاہ ہمدانؒ اور ان کے فرزند کے ذکر میں یہ تسلیم کیا ہے کہ سید نے اس خطہ کا دین متعین کیا اور تعلیماتِ اسلام ان کے دل و جان میں راسخ کیں[2]

لینٹ (LIENT) کی رائے ہے کہ سید ملت شاہ ہمدانؒ نے کشمیر میں اسلامی روح کا ایک ولولہ خیز ذوق و شوق پیدا کیا ہے[3]۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے بجا طور پر لکھا ہے۔

"احکامِ شریعت غرا بطفیلِ آن محبوب کبریا درکشمیر رواج یافتند و
ہزارہا گمراہان لایعقل رو براہ آوردند"[4]

ظلمت کفر و عصیاں کو دور کرنا اور نورِ اسلام کا پھیلانا ایک عظیم خدمت ہے یہ وہ کارِ جلیل ہے جسے دنیا کے بڑے سے بڑے شاہان کی عظمت و سطوت اتنے کم عرصہ میں نہ کر سکی جتنی قلیل مدت میں سید ہمدانی نے کر دکھائی۔ آپ کے پاس ایمان کی وہ عظیم دولت تھی جسے دنیا کی بڑی سے بڑی قوت متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ حکیم الامت نے اپنے شاہکار آسمانی سفر میں شاہ صاحب سے اپنی ملاقات کا ذکر "در آں سوئے افلاک" کے عنوان سے کیا ہے۔ حکیم الامت نے شاہ ہمدانؒ کی منقبت اور ان کی روحانی وجاہت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

---

[1] سفینۃ الاولیاء، ص ۱۰۸ [2] اورنٹل بائیو گرافیکل ڈکشنری، ۲۳۸
[3] لینٹ، اے سکیچ آف محمڈن ہسٹری آف کشمیر، ص ۲۱۴۔
[4] خزینۃ الاصفیاء، ج دوم، ص ۲۹۵

سیدالسادات، سالارِ عجم
دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم

تا غزالی درسِ اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت

مرشدِ آن کشورِ مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر

خطہ را آن شاہِ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین

آفرید آن مردِ ایرانِ صغیر
با ہنرہائے غریب و دلپذیر

یک نگاہِ او کشاید صد گرہ
"خیز و تیرش را بدل راہی بدہ"[1]

---

[1] جاوید نامہ ص ۱۸۵

سلوک و ریاضت

شاہ ہمدانؒ نے اپنی پوری زندگی عبادت و ریاضت میں بسر کی ہے۔ چنانچہ صحیفۃ الاولیاء میں بجا طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے۔

دگر شیخ شیخم کہ او سیدا ست	علی نام و الوندی المولد است
بگشت او جہاں را سراسر سہ بار	بدید او لیا چار صد با ہزار
نمودہ است پنجاہ سال اختیار	”تتجافی نہ مضجع“ زہی مرد کار

جناب سیادت مآبؒ نے بارہ سال کی عمر سے وادی سلوک میں قدم رکھا تھا اور تہتر برس تک عبادت میں مصروف رہے یعنی تقریباً اکسٹھ (۶۱) سال تک ریاضتیں کرتے رہے[۱]۔ اپنی عبادت و ریاضت کے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

ہر ریاضتی کہ مشایخ سلف کردہ اند	تمام ریاضتیں جو گذشتہ مشایخ کر چکے
من آن ہمہ ریاضات کردہ ام۔ اگر	ہیں نے وہ تمام کی ہیں۔ ان کے
اسرارِ آن ریاضات در من اثر کردہ	اسرار مجھ پر اثر انداز ہوئے یا نہ، مگر
باشد یا کردہ باشد لیکن اگر بادشاہ عالم اسرا	تو یہ ہے بادشاہِ عالمِ اسرار نے

---

[۱] خلاصۃ المناقب برگ ۱۰۱ ب۔

آں ریاضات را در تبع باخلاص ظہور بخشید ..... وحضرت مصطفیٰ فرمودہ است نعم من اتبعک[1]	ان کا خلوص مجھ میں ظاہر فرمایا ... اور حضرت مصطفیٰؐ نے فرمایا مبارک ہے وہ جس نے تیری پیروی کی۔

آپ نے ایک اور جگہ یہ بھی فرمایا ہے :۔

جو کچھ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کیا گیا مجھے بھی ودیعت کیا اور جناب زین العابدین کی صفت عالی ان کے لقب مبارک سے واضح ہے[2]

جناب امام زین العابدین علیہ الرحمۃ کا اپنا نام مبارک علی بن الحسین ہے اور آپ کثرت عبادت کی وجہ سے ممتاز تھے، اسی وجہ سے سید الساجدین اور زین العابدین کے ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ غایتِ عبادت اور سوز دروں، رقتِ قلب گریہ نیم شبی اور آہ سحرگاہی آپ کا شعار تھا۔ شاہ ہمدانؒ کا اپنے آپ کو جناب امام حسین علیہ الرحمۃ کے اس عابد و شب بیدار اور صابر و شاکر فرزند کا مثیل کہنا گویا اس بات کا اظہار ہے کہ میں انہیں کی طرح طاعت شعار اور عبادت گذار ہوں اور میں نے ویسے ہی ضبط نفس اور تزکیۂ باطن کیا۔ ان کلمات میں کثرتِ طاعت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

قبلاً لکھا گیا ہے کہ آپ نے بچپن ہی میں اپنے ماموں سید علاء الدولہ سمنانیؒ کی خدمت میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا تھا اور پھر اپنے ماموں کے تربیت یافتہ مندرجہ ذیل تین بزرگانِ طریقت سے یکے بعد دیگرے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ شیخ اخی ابو برکات علی دوستی سمنانیؒ (المتوفی ۷۳۳ یا ۷۳۴ھ)

۲۔ شیخ ابو المیامن محمود مزدقانی رازیؒ۔ (المتوفی ۷۶۶ھ)

۳۔ شیخ محمد بن اذکانی اسفرائنیؒ۔ (المتوفی ۷۷۸ یا ۷۷۹ھ) آپ نے انہی سے

---

[1] ایضاً برگ ۴۷ الف [2] ایضاً برگ ۴۴ ب

خرقۂ منتقات حاصل کیا تھا۔ شاہ ہمدان کبرویہ سلسلے کے بزرگ تھے۔[1]

ابتدائے مجاہدہ میں خانقاہ مزدقان میں آپ خاکروب کے جوتے صاف کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صحن خانقاہ میں جاروب کشی بھی کرتے تھے۔ اپنے شیخ کے لیے بیت الخلا میں ڈھیلے رکھنے بھی آپ کے فرائض میں شامل تھے۔ آپ انہیں اپنی جبین سے صاف کرتے تھے، جس سے پیشانی کا گوشت اُڑ گیا تھا اور ہڈیاں نظر آنے لگی تھیں۔ شیخ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس ماموریت سے ہٹا دیا۔ متعدد موقعوں پر آپ نے پانی بھرنے کی خدمت بھی انجام دی۔ شیخ علی دوستی کی خانقاہ میں آپ پتھر دھونے کا کام بھی کرتے رہے تھے۔

شیخ مزدقانی کی خانقاہ میں ہفتہ میں دو بار محفل سماع منعقد ہوتی تھی، اس میں آپ خالص وجدانی کیفیت سے رقص کرتے تھے۔ اس کے بعد شیخ نے آپ کو ارشاد وہدایت کا اذن بھی دے دیا تھا۔ چنانچہ اب ریاضات و مجاہدات کے ساتھ ساتھ طالبانِ حق کی تربیت اور نگہداشت بھی آپ کے ذمہ تھی، ہزارہا ارادتمندوں کو آپ نے راہِ حق دکھلائی اور متعدد گمراہوں کو جادۂ شریعت پر گامزن کیا۔ ان ایام میں آپ خود بھی بڑا کڑا مجاہدہ کیا کرتے تھے۔

"اللہ گفتن باشد عین اللہ دیدن	"اللہ کہنا" عین اللہ کو دیکھنا ہے
تا از چشم خون چکانیدن یا آب	وہ بھی اس طرح کہ گویا آنکھ سے
ریزانیدن یا بتکلف وجد	خون فشانی کرنا یا اشک روانی
پیدا کردن[3]	یا کوشش سے وجد پیدا کرنا۔

---

[1] اس سلسلہ کے بانی شیخ نجم الدین کبریٰ ہیں۔ آپ ۶۱۸ھ میں شہید ہوگئے تھے۔

[2] تفصیلاً ذکر گذشتہ اوراق میں آغاز مراتب و سلوک کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

[3] خلاصۃ المناقب برگ ۳۱ الف۔

شاہ ہمدانؒ نہایت تیز رفتار بھی تھے اور کلام بھی بڑی سرعت سے پڑھتے تھے نور الدین رقمطراز ہے۔

تا دیگری چند قدم برفتی، حضرت سیادت مسافتی قطع کردی و در وقت قرآن خواندن تا دیگری چند کلمہ بخواندی، جناب سیادت بسیاری از قرآن خواندی و این سرعت از غلبۂ روحانیت است[۱]	دوسرے چند قدم راہ چلتے حضرت سیادت مسافت طے کرلیتے تھے قرآن خوانی کے وقت دوسرے چند کلمات ادا کرتے اور جناب سیادت کلام مجید کا بہت سا پارۂ مبارکہ تلاوت فرماتے اور یہ سرعت غلبۂ روحانیت کی بناء پر تھی۔

سید حافظ قرآن تھے اور شیریں لحن بھی، آپ بڑے دلنشیں انداز میں قراءت کرتے تھے۔

اسم اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

سعی بلیغ کرے اسم اعظم کی حقیقت تک پہنچنا چاہیئے تاکہ اس کی عظمت مشاہدہ ہو سکے کیونکہ جب مجھ پر اسم اعظم منکشف ہوا اتنا عظیم نظر آیا کہ میں گویا اس کی ایک انگشت کے برابر تھا۔[۲] آپ کا نظریہ ہے کہ (دوسرے بزرگوں کی مانند) خلوت میں سالک کو ہمیشہ مؤدب، باوضو اور قبلہ رخ بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور ترفیع درجات کے لیے اوراد و وظائف اور شیخ سے ماخوذ ذکر پڑھنا چاہیئے۔ آپ کے نزدیک سالکان راہِ حقیقت کے مرشد کا وجود ناگزیر ہے اور مرید کی شیخ سے ارادت اور اکابر کے لیے نردبان ہے

۱؎ خلاصۃ المناقب برگ ۶۰ ب

۲؎ ایضاً۔

ایک بار تقریر علی شاہ (خلفان) میں آپ نے اپنے احباب سے فرمایا۔

تمہیں شرم نہیں آتی کہ نام تو اہل طلب کا رکھا ہے مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہو۔ درویشانہ رنگ و روش کے ساتھ کھانے اور آرام کرنے کی آسائشوں کے آرزو مند ہو، واللہ پچاس سال ہوئے کہ میں نے اختیاری طور پہ استراحت نہیں کی بلکہ اپنا پہلو زمین پہ نہیں رکھا، اس تمام محنت و مجاہدہ کے باوجود اپنے آپ کو نہایت کمتر اور فرومایہ سمجھتا ہوں۔ اب بھی میرا یہ حال ہے کہ

ہنوز خود را از ہیچ سگی بہتر نمیدانم[1]

ایک بار حضرت نے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تالیفات میں پڑھا کہ وہ ستر (۷۰) دن گرسنہ رہے تو حضرت نے خود کو آزمایا اور ایک سو ستر دن بغیر اکل و شرب بسر کیے، آپ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ کھانا سنت نہ ہوتا تو یہ درویش تمام زندگی بغیر آب و غذا بسر کرتا[2]۔

صوفیہ کے ہاں اس قسم کے روزوں کی اکثر مثالیں ملتی ہیں، اس روزہ کو طے کا روزہ کہتے ہیں۔ اس روزہ میں انطار کے وقت پانی تو پی لیتے ہیں، لیکن کبھی متواتر تین دن، کبھی دس دن، کبھی مہینہ اور کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال تک کچھ نہیں کھاتے[3]۔ روحانی تربیت و ترقی کے لئے ایسے مسلسل روزے رکھنا صوفیہ ناگزیر سمجھتے ہیں، چنانچہ سید نے بھی اسی روش کو اپناتے ہوئے گوناگوں تجربات کیے۔

اڑتالیس سال نہایت محتاط طریقے سے حاصل کیا ہوا رزق کھایا اور شبہ وغضب کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اگرچہ بعض حاکموں اور بادشاہوں نے اس

---

[1] ایضاً: برگ ۷۱ ب   [2] خلاصۃ المناقب: برگ ۶۰ ب

[3] سید نصیر احمد جامعی: بابا فرید گنج شکر: ص ۳۲

حزم و احتیاط میں حائل ہونے کی کوشش کی مگر کامگار نہ ہو سکے۔ ان کا رعب و داب تو ایسا تھا کہ عوام میں سے کوئی لقمۂ حرام بھی ان کے حضور نہ لا سکا، کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وادیٔ سلوک کا پہلا قدم حزم و احتیاط ہے کہ لقمۂ حرام اور فعلِ حرام سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد منزل کی طرف متوجہ ہو اور اگر کوئی مشتبہ چیز کھالے تو خواہ مادر زاد ولی کیوں نہ ہو پھر سے حجابِ ظلمانی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔[1]

جناب سیادت مآبؒ خود فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک میں نے سیمائی رنگ کا کرتہ پہنا اور وہ رقعات جو مشائخ سے لئے تھے اس پر سیئے اور ابھی تک اُسے پہنتا ہوں، ان چالیس برسوں میں نیم پختہ نانِ جویں کے سوا اور کچھ نہیں کھایا۔ ایک روز نفس گوشت کھانے پر مُصر ہوا تو میں بازار گیا اور قصاب سے گوشت لیا اور اُسے اپنے حجرے میں رکھا اور سوچا کہ کسی سے پکانے کے لئے کہوں گا۔ اچانک مجھ پر نیند طاری ہوئی اور جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مُشرف ہوا، حضورؐ نے فرمایا:-

اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک
تیرے دشمنوں میں سے ایک دشمن دونوں پہلوؤں کے درمیان تیرا نفس ہے۔

جونہی میں بیدار ہوا وہ گوشت پھینک دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ دو سال تک خانقاہ سے باہر نہ آئے اور نفس کی خوب گوشمالی کی اور پھر کبھی اس کے محکوم نہ بنے۔[2]

---

[1] رسالہ مستورات: برگ ۱۳۴ ب [2] ایضاً، برگ ۱۳۴ الف

اسی اکل حلال اور عملِ حلال کا تقاضا تھا کہ جناب سیادت مآبؒ نے جب اپنے مریدوں اور درویشوں کے لئے خانقاہ بنائی تو اتنا اثر و رسوخ اور استعداد رکھتے تھے کہ اگر مریدوں سے فرمائش کی جاتی تو تمام خانقاہ زر و نقرہ کی بنا دیتے مگر نہیں، اس تمام تر کمال و جلال کے باوجود جناب سیادت مآبؒ ہر رات اپنے دست مبارک سے ہزار اینٹیں بناتے جو دن کے وقت خشک ہو جاتی تھیں، دوسری رات خس و خاشاک جمع کرتے، تیسری رات ہزار اینٹیں خانقاہ کی دیوار پر چن دیتے اس طرح ایک ماہ کی مدت میں خانقاہ تیار ہوئی[۱]۔

آپ نے سات سال تک کرتہ کے سوا کوئی اور گرم لباس نہیں پہنا اور نان کے سوا کچھ نہیں کھایا۔ ایک بار ملک روم میں چالیس روز برابر یخ کو توڑ کر غسل کرتے تھے حالانکہ خرقہ کہنہ کے سوا کوئی کپڑا پاس نہ تھا[۲]۔

جناب سیادت مآب اکثر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ ایک موقع پہ منصوص کے معنی سرکارِ دوجہاں سے پوچھے تو آپ نے فرمایا:۔

"اَلْمَنْصُوْصُ هُوَ اللّٰهُ"[۳]

جناب سیادت مآب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کھانے کے بعد بےشمار دعائیں ہیں لیکن یہ دعا جامع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی تعلیم دی ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَلِآكِلِهٖ وَلِمَنْ كَانَ سَبَبًا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ بِهٖ نِعْمَتَكَ عَلٰى عِبَادِكَ تَنْفَعُهُمْ بِفَضْلِكَ وَجُوْدِكَ وَكَرَمِكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"[۴]

---

[۱] ایضاً: برگ ۱۴۱ الف
[۲] خلاصۃ المناقب: برگ ۲۷ الف
[۳] ایضاً: برگ ۲۷ الف
[۴] رسالہ ایضاً: برگ ایضاً

جناب سیادت مآبؒ نے فرمایا کہ میں ایک بار سفر میں تھا کہ راستے میں اچانک چند سوار ملے، ان میں سے ایک اترا اور میرے قدموں پہ گر پڑا اور زار زار رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ جواب ملا کہ میں ایک ترک غلام ہوں اور حضرت امیر شہاب الدین نے مجھے فلاں امیر کو بخش دیا ہے۔ وہ غلام دو سو دینار ساتھ لایا تھا اس نے التماس کی کہ میں وہ قبول کروں میں نے وہ لے لئے اور ایک سو دینار سے ان فقراء کی دعوت کی جو تعب راہ سے تھک چکے تھے، میں نے خود بھی کھانا کھایا۔ بعد ازاں ”واقعہ“ میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سالہا سال کی ریاضت کے بعد حرام نہیں کھانا چاہیئے، جب بیدار ہوا تو کوشش سے قے کی۔[۱]

واقعہ ہی میں ایک بار حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسبِ حلال سے کھانا چاہیئے، میں نے گذارش کی کہ کیا کسب کروں، ارشاد ہوا کہ کلاہ دوزی۔ اس ”واقعہ“ کے بعد ایک عزیز آیا اور بطور فتوح ایک شانہ بانت لایا۔ دوسرا آیا تو انگشتانہ دے گیا، پھر ایک اور عزیز سوئی لایا اور کوئی اور قینچی دے گیا۔ میں نے ٹوپی تطع کی مگر ٹھیک نہ سلی کیونکہ پہلے کبھی یہ کام کیا ہی نہ تھا۔ مجھے اس کو بازار بھیجا کر فروخت کرنے میں شرم مانع تھی اس لئے اُسے زمین میں چھپا دیا اور خود حجرے میں چلا آیا، جب کچھ وقت گذرا تو ایک عزیز وہی ٹوپی ہاتھ میں لئے داخل ہوا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ کیا یہ کلاہ میں نے تیار کی ہے؟

میں نے جواب دیا کہ بے شک یہ میرا ہی کام ہے۔

اس نے کہا کہ امید ہے اگر اجازت ہو تو یہ کلاہ جو آپ کے دست مبارک سے

---

[۱] ایضاً: برگ ۷۴ الف

تیار ہوئی ہے اسے بطور تبرک اپنے سر کا تاج بناؤں۔

شاہ ہمدانؒ نے اجازت دیدی، اس نے باقی کپڑے سے کچھ ٹوپیاں قطع کیں اور انہیں سیا اور مجھے بھی سینا سکھایا۔ طولِ صحبت کے بعد آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ بھی اولیاء اللہ میں سے ہیں لیکن یہ تو بتائیے کہ ٹوپی چھپانے کے بارے میں آپ کو کس نے بتایا تھا؟ جواب ملا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔[۱]

رسالہ اربعین بھی شاہ ہمدانؒ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے تصنیف کیا تھا۔ یہ رسالہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بارے میں احادیث پر مشتمل ہے۔[۲]

شاہ ہمدانؒ سب سے پہلی بار حضور سرورِ کائناتؐ کے دیدار سے اس وقت مشرف ہوئے تھے، جب آپ نے اخی علی دوستیؒ کے ساتھ ذکر میں موافقت کی تھی۔[۳] سلوک کے اوائل میں ہر دو شنبہ کو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت خاص ہوتی تھی۔ سید بہت جلد جلال اور غیظ و غضب میں آجاتے تھے۔ ایک روز اپنی اس عادت پہ ملول تھے کہ سرکارِ دوجہاں نے فرمایا۔

"ملول مشو کہ غضب تو موجب رحمتست"[۴]

حمد زیبائی المشہور بہ دعائے سیفی، بھی آپ نے حضور اکرمؐ سے سیکھی تھی۔[۵]

---

[۱] خلاصۃ المناقب برگ ۳۷ الف، ب [۲] رسالہ سجین المناقب برگ ۲۱۶ الف۔
[۳] خلاصۃ المناقب برگ ۱۱ الف [۴] ایضاً، برگ ۶۹ ب
[۵] دعائے سیفی لغت نامہ دہخدا ج - ۳۸ ص ۴۳۸

شاہ ہمدانؒ جلال وجمال کے مظہر تھے اور بظاہر جلال جمال سے زیادہ تھا. آپ پر بہت جلد غصہ طاری ہوتا تھا۔ ایک بار نورالدین نے اس عادت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ لوگوں پر ہمارا غصہ مفضلِ ربانی ہے اور ان کی ترقی درجات کا باعث ہے۔ رسالہ مستورات میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فرزند تیرا مقام تمام اولیا سے بلند ہے۔

شاہ ہمدانؒ حضرت علیؑ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے خلاصۃ المناقب میں درج ہے کہ آپ نے کئی بار ان کی زیارت کی۔ رسالہ مستورات کی رو سے سلطان العارفین امام رضاؑ کے دیدار پر انوار سے بھی شرفیاب ہوئے تھے۔

نورالدین جعفر بدخشی نے سید ہمدانیؒ کی غزل " از کنار خویش کی یابیم دما دم بوی یار" کی شرح لکھتے ہوئے کہا ہے کہ بیت اول وآخر کے انضمام سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیادت مآبؒ مقام اطلاق میں ہیں اور مقام اطلاق تنزہ محارف ہے کہ وہ اوصاف الحمیدہ سے متصف ہو۔ بعض اصحاب نے عین کشف سے جناب سیادت مآب کے جمال ولایت کا نور مشاہدہ کیا مگر اس کے ادراک سے عاجز ومتحیر رہے[1] آپ اپنے رسالہ واردات میں فرماتے ہیں کہ ہمدانی گنجی یافت کہ از اوہام وعقول مبراست۔

سید ہمدانیؒ نے ایک بار غیرت کے عالم میں فرمایا کہ علاء الدین حصاری نے گرچہ تصفیہ باطن کیا ہے مگر ابھی تک اپنے آپ سے باہر نہیں آسکے بلکہ دید میں ہمارے بچوں کے محتاج ہیں، علی ہمدانیؒ نہ صرف زمین میں درویش ہے بلکہ آسمان میں بھی درویش ہے۔ نیز درویش دنیا دما فیہا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

---

[1] ایضاً: برگ ۸۴ ب ، ۸۴ ب

کہ ایک درویش صرف درویش ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا[1]۔

جناب سیادت مآب نے وہ تمام ریاضتیں کی تھیں جو بزرگانِ سلف کر چکے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم واقعہ میں فرمایا کہ اے فرزند اپنی جان کو اتنی مشقت اور آزمائش میں نہ ڈالو کیونکہ تم مقبولِ درگاہِ حق ہو[2] لیکن سیدان تمام تر ریاضتوں کے باوجود ناتوانی کو پسند نہیں کرتے تھے[3]۔ ان کی اپنی شخصیت بھی بڑی باوقار، وجیہہ اور دلکش تھی، لہٰذا ایمان نے اسے اور بھی پرکشش بنا دیا تھا، قربِ حق اور یادِ الٰہی سے جمالی صفات جمع تھیں، تزکیہ نفس اور نفسانی خواہشات پر غلبہ پانے سے جلالی قوتوں نے بارعب کر دیا تھا جسے دیکھنے والوں کے دلوں میں دبدبہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان چیزوں کی وجہ سے دنیاوی آلائشوں میں پھنس جاتا ہے۔

شاہ ہمدانؒ انسان کو ان دونوں موہومات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ سالک پوری یکسوئی سے صرف اور صرف اللہ کی اطاعت و یاد کر سکے اور زبانِ حال سے کہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

آپ نے فی الحقیقت اسی آیہ مبارکہ کو اپنا شعار بنایا۔ ہمدان سے ختلان اور ختلان سے کشمیر تک گئے مگر اسی نظریہ سے کہ اعلائے کلمۃ الحق کرنا ہے، آپ نے نہ تو کسی خاص مقام سے دلی وابستگی کا اظہار کیا اور نہ ہی اسے چھوڑتے ہوئے جزع و فزع کیا، بلکہ بتلایا کہ تمام ملتِ اسلامیہ ایک ہے جو کسی رنگ و نسل کی

---

[1] خلاصۃ المناقب، برگ ۴۸ ب۔ [2] رسالہ مستورات برگ ۲۱۳ ب

[3] رسالہ نور نامہ برگ ۱۱۵ ب۔

پابند نہیں۔

شاہ ہمدانؒ اپنی تمام تر ریاضات کے باوجود کسی قسم کے تصرفات کے قائل نہ تھے۔ ایک بار شیخ تیمی کے تصرف کو، جو انھوں نے حاکم خوارزم کی دلہن کے سامنے ظاہر کیا۔ سن کر کہا کہ شیخ تیمی نے سنت کے مروجہ سلوک پر عمل نہیں کیا بلکہ یہ طریق جو شیخ نے اختیار کیا جوگیوں سا ہے شیخ نے اپنی کبرسنی میں جو تصرف کیا، یہ درویش اربعین اوّل کے پندرھویں روز کر سکتا تھا، مگر نہیں کیا۔[۱]

سید ہمدانؒ ظواہر شرع کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ اس لئے بدعات کے مخالف تھے۔ خلاصۃ المناقب سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ریش تراشی کو بہت برا تصور کرتے تھے۔[۲]

حالتِ "غیبت" میں جو کچھ بھی کیفیات یا مشاہدات ہوتے انہیں اخفاد میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔ آپ اپنے صفائے باطن سے مریدوں کی قلبی کیفیات بھانپ لیتے تھے ایک بار نورالدین بدخشیؒ وارداتِ خاطر بیان کرنے لگا تو آپ نے غصے اور سختی سے منع کیا۔[۳]

اپنی سیاحت کے دوران شاہ ہمدانؒ نے چودہ سو ولیوں سے ملاقات کی، اور چونتیس بزرگوں نے آپ کو خرقہ ارشاد اور اجازت نامہ بھی دیا ہے، ان بزرگوں میں برصغیر کے مشہور و معروف عارف شیخ یحیٰی منیریؒ (المتوفی ۷۸۲ھ) بھی تھے، سید اپنے عہد کے تمام باکمالوں سے روابط حسنہ رکھتے ہیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاریؒ (المتوفی ۷۸۵ھ یا ۷۸۰ھ) سے آپ کی ملاقات

۱۔ خلاصۃ المناقب: برگ ۷۶ الف ۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً برگ ۷۸ الف

ثابت نہیں مگر یہ دونوں بزرگ ہم زمانہ ہیں اور مخدوم جہانیاںؒ بھی تین ہفتے کشمیر رہے ہیں۔ سید شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی (المتوفی ۸۳۴ھ) شاہ ہمدانؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ "چہل نعمت اللہ در عالم باشند بہ مقام سید علی ہمدانی نرسند"۔

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) نے شاہ ہمدانؒ کے ساتھ کئی سفر کئے ہیں وہ بھی سید کا بے حد احترام کرتے تھے۔

شیخ نے جامع دمشق میں چار چلّے کئے، کچھ عرصہ روضۂ اطہر امام رضاؑ پر بھی معتکف رہے، چار چلّے بدخشاں میں کئے۔[۱] ایک چلّہ ملک روم میں کیا، آپ نے پوری زندگی میں بارہ دفعہ حج کی سعادت حاصل کی۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ خانہ کعبہ یا مسجد نبوی میں جائیں اور وہاں یہ چلّہ نہ کاٹیں۔ اگرچہ آپ کے چلوں کی تعداد معلوم نہیں لیکن اتنا ضروری ہے کہ سفر وحضر میں جہاں بھی تھے، چلّہ کشی کرتے ہوئے یا مراقبہ یا عبادت وریاضت کے لئے ایک گوشۂ تنہائی اپنے لئے وقف کر لیتے تھے۔

"اوراد فتحیہ" آپ نے سراندیپ میں قدمگاہِ آدمؑ پر ایک واقعہ میں جمع کئے تھے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے عالم واقعہ ہی میں ان کے پڑھنے کی اجازت دی تھی۔[۲]

شیخ کاکای شیرازیؒ کو سال بھر غائبانہ طور پر تعلیم دی، جب سید ماوراءالنہر آئے تو سید کا آوازہ شہرت سن کر ان کی زیارت کو آئے تو شیخ نے آواز سے پہچانا کہ یہ سیاہ کلاہ پہنے ہوئے درویش سید علی ہمدانیؒ ہیں جن کے کمال کی

---

[۱] رسالہ مستورات برگ ۲۷۱ ب [۲] رسالہ اسناد اوراد فتحیہ برگ ۱۷۶ ب

انتہا نہیں۔[1] اسی طرح دور دور سے لوگ سید کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک بار فرغانہ کا ایک آدمی خواب میں اشارۂ نبویؐ پاکر آپ کی خدمت میں آیا۔[2] تذکرۃ الشعراء میں آپ کو تیموری دور کا سلطان السادات والعرفاء لکھا ہے[3]۔ مستان شاہ کابلی (بارھویں صدی ہجری) نے اپنے دیوان آتشکدۂ وحدت میں سید علی ہمدانیؒ سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار یوں کیا ہے۔[4]

ای حریم وصالِ ربانی | عارفِ حق نما علی ثانی

شاہ کونی، خلاصۂ ایجاد | شمع عرفان ولنور یزدانی

ای مرا مصطفای دقت تو | من ترا بوذر و چو سلمانی

بادلِ درد و سینۂ بریان | بارِ اندوہ و چشم گریانی

سائلم بدورت فلا تنہر | شیئاً للہ زفیضِ یزدانی

دست من گیر و دستگیری کن | تانیفتم بچاہِ ظلمانی

بہر پابوس تو زکابل و ہند | سوی کشمیر گشتہ ام جانی

در جوارت فتادہ ام مضطر | رحم کن بر من خراسانی

شاہِ عرفان وجہِ وحدت

نورِ ایمان یا علی ثانی،

محرم علی چشتی نے دیوان آتشکدۂ وحدت کے دیباچہ میں شاہ ہمدانؒ کی مدح میں ایک مسدس لکھا ہے۔ اس سے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔[5]

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۷۶ الف [2] رسالہ مستورات برگ ۳۳۴ الف

[3] تذکرۃ الشعراء، ص ۳۲۵ [4] آتشکدۂ وحدت، ص ۲۷

[5] ایضاً، ص ۲۹۔

در مرتبہ و شان تو بی مثل و نظیری　　مشہور بود عالم تو امیری و کبیری

ما فی شغہ در ذات سمیعی و بصیری　　از بہر ہمیں بہ ہمہ احوال خبیری

احوالِ دل ای شاہ نگوئیم کہ ندانی

باللہ ہمہ دانی کہ تو شاہِ ہمدانی

صد شکر کہ من دیدہ ام ای حضرت جانان　　دیدار تو از آئینہ آن شغہ مستان

اکنون چہ ضرور است کنم پیش تو اعلان　　چون میر بخاری بشنواز خستی بیجان

احوالِ دل ای شاہ نگوئیم کہ ندانی

باللہ ہمہ دانی کہ تو شاہ ہمدانی

محمود بن سلیمان کفوی نے اپنی کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار میں شاہ ہمدانؒ کی مدح سرائی یوں کی ہے۔

لسان العصر سید الوقت المتسلخ عن الہیاکل الناسوتیہ والمتوسل الی السجات اللاھوتیہ الشیخ العارف الربانی والعالم الصمدانی میر سید علی بن شہاب محمد بن محمد الہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز۔

ماضی و حال کے تمام تذکرہ نگار حضرت کا نام نہایت تعظیم و عقیدت سے لیتے ہیں مگر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے حضرت کو سید السادات، سالار عجم، معمار تقدیر امم، مرشد خطہ مینو نظیر کہہ کر عدیم المثال منقبت کی ہے۔ اقبال یہ جانتے تھے کہ آپ ہی نے کشمیر کو نئے ہنر اور دلپذیر فن سے ایرانِ صغیر بنایا تھا۔ بقول اقبال آپ کی ایک نگاہ سے صد گرہیں کھل جاتی تھیں، شاعر مشرق قوم کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اٹھو اس مردِ مومن کی نگاہ سے اپنے روح و قلب کو گرما دیکھو۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس کے بعد علامہ اقبالؒ نے شاہ موصوف سے عالم بالا میں گفتگو کی۔ یہاں ہم ان کے مکالمات تحریر کرتے ہیں۔ اقبال ان سے یہ سوال کرتا ہے۔

خیر وشر کی آمیزش کیا ہے کہ ایک طرف تو شیطانی قوتیں ہر آن برائی پر رغبت کرتی ہیں اور دوسری طرف اطاعت ونیک عملی کی تمنا ہے۔ مشت خاک کی یہ آزمائش کیوں ہے۔؟

شاہ ہمدانؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ اس کی مصلحت یہ ہے کہ اس قوی دشمن سے نبرد آزمائی کر کے ہم اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کریں۔ یہ یاد رہے کہ طاقتور دشمن سے مقابلہ ومقاومت کرنے میں انسانی شخصیت نکھرتی ہے۔ اگرچہ شیطان کی دوستی انسان کی بدبختی ہے مگر اس سے پیکار انسانیت کا کمال ہے وہ اس لئے کہ قوی دشمن جہاد بالنفس کے وسائل فراہم کرتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا۔ حضورؐ کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ہے مگر میں نے اُسے مسلمان کر لیا ہے۔

انسانی نفس میں اسی پوشیدہ شیطنت کی تسخیر ہی کو حضورؐ نے جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ خاص موضوع ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آخر علامہ اقبال اس مسئلہ خیر وشر کی تشریح شاہ ہمدان سے کیوں چاہتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ موصوف کی پوری زندگی اسی جہاد میں گذری ہے۔ آپ نے تبلیغ دین کے لئے بھی پوری کوشش وہمت سے کام لیا اور کبھی طاغوتیت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ تیمور جیسے شمشیر زن حاکم کے سامنے بھی آپ کے لب ولہجہ اور آئین حق گوئی وبیباکی میں فرق نہیں آیا۔ آپ نے جہاد نفس کے ساتھ

جہادِ لسان بھی کیا تھا۔ آپ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان آگ اگلنے لگیں تو بھی میں صرف "حق بات" ہی کہونگا۔ آپ کا موقف تھا کہ بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے، رسالہ فتوتیہ میں حقیقی جوانمردی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ شیطانی قوتوں کی بیخ کنی کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی تعلیمات کا ماحصل بھی یہی تھا کہ۔

"حقیقت ابدی ہے مقام شبیری"

انسانیت کا مالک وہ ہے جو صحیح معنوں میں لاالٰہ کا حق ادا کرے۔ اپنی نظریاتی اور عملی تعلیمات کی وجہ سے شاہ ہمدانؒ، علامہ اقبال کو اس سوال کے جواب کے لئے بہت موزوں نظر آئے کیونکہ شیطانی قوتیں انسان کو بے حس اور تعمیری قوتوں سے محروم کر دیتی ہیں۔

اس سوال کا تشفی بخش جواب پانے کے بعد علامہ اقبال آگے بڑھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ کشمیری کس بے عملی، غلامی اور بے حسی میں مبتلا ہیں، کشمیر چونکہ علامہ اقبال کا آبائی وطن ہے اور وہاں شاہ ہمدانؒ کے خونِ جگر سے نخلِ اسلام بارآور ہوا تھا اور یہ سرزمین ان کی کوششوں کا ثمرہ اور مساعیٔ جمیلہ کی جولان گاہ ہے۔ اس لئے دونوں کے دل محبت اسلام سے لبریز اور کشمیریوں کی دلدوز داستان سے پرسوز ہیں۔ اس لئے علامہ اقبال شاہ ہمدانؒ کے حضور ان کا حال سناتے ہیں۔

در حضور شاہ ہمدانؒ[1]

زندہ رود

از تو خواہم سرّ یزداں را کلید طاعت از ما جست و شیطان آفرید

---

[1] جاوید نامہ: ص ۱۸۵، ۱۸۶۔ شاہ ہمدان کا جواب کلیتہً انہی کے مسلک کی ترجمانی کرتا ہے کہ انسان خودی و نفس کا عارف تخریبی قوتوں سے تعمیری کام لیتا ہے، ضرر سے منفعت کی تخلیق

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زشت و ناخوش را چنان آراستن / در عمل از ما نکوئی خواستن

از تو پرسم این فسون سازی که چه / با قمارِ بدنشین بازی که چه!

مشتِ خاک و این سپہرِ گرد گرد / خود بگو می زیبدش کاری که کرد

کارِ ما افکارِ ما آزارِ ما / دست با دندان گزیدن کارِ ما

شاہ ہمدان

بندہ کز خویشتن دارد خبر / آفریند منفعت را از ضرر!

بزم با دیو است آدم را وبال / رزم با دیو است آدم را جمال!

خویش را بر اہرمن باید زدن / تو ہمہ تیغ آن ہمہ سنگِ فسن

تیز تر شو تا فتد ضربِ تو سخت / ورنہ باشی در دو گیتی تیرہ بخت!

زندہ رود

زیرِ گردون آدم آدم را خورد / ملتی بر ملتی دیگر چرد!

جان ز اہلِ خطہ سوزد چون سپند / خیزد از دل نالہ ہای دردمند

زیرک و دراک و خوش گل ملتی است / در جہان تر دستی او آیتی است

ساغرش غلطندہ اندر خونِ اوست / در نیِ من نالہ از مضمونِ اوست

از خودی تا بی نصیب افتادہ است / در دیارِ خود غریب افتادہ است

دستِ مزدِ او بدستِ دیگران / ماہیِ رودش بہ شستِ دیگران

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرتا ہے۔ شیطان کے ساتھ بزم آرائی اس کے لیے وبال ہے اور رزم آدم کا جمال ہے۔ اپنے آپ کو اہرمنی قوتوں پہ مارنا چاہیئے کہ تو ایک تلوار ہے تو وہ پتھر جو پارہ پارہ ہو سکتا ہے تیز تر ہو تاکہ ضرب کاری لگے، ورنہ دونوں جہاں میں بد بخت ہو گا۔

ای پسر ذوقِ نگہ از من بگیر / سوختن در لا الٰہ از من بگیر (اقبال)

کاروانہا سوی منزل گام گام — کارِ او ناخوب و بی اندام و خام
از غلامی جذبہ ہائی او بمرد — آتشی اندر رگِ تاکش فسرد
تا نہ پنداری کہ بود است این چنین — جبہ را ہموارہ سود است این چنین
در زمانی صف شکن ہم بودہ است
چیرہ و جانباز و پُردم بودہ است

عمرہا گل رخت بربست و کشاد
خاکِ ما دیگر شہاب الدین نزاد
نالہ پرسوز آن مرغ سحر — داد جانم را تب و تاب دگر
تا یکی دیوانہ دیدم در خروش — آنکہ برد از من متاعِ صبر و ہوش!
بگذر از ما و نالہ مستانہ مجوی — بگذر از شاخ گل کہ طلسمی است رنگ و بوی

دہقان و کشت و جوی و خیابان فروختند
قومی فروختند و چہ ارزان فروختند[ل]
(جاوید نامہ)

ل بیع نامہ امرتسر کی رو سے ۱۸۴۶ء میں کشمیر کی سرزمین ۷۵ لاکھ سکہ نانک شاہی کے عوض گلاب سنگھ نے خریدی تھی کشمیر کی یہ داستان بڑی دلدوز اور خون چکان ہے اور یہ کشمیر لوں کی بے عملی، اور خود فراموشی اور بے حسی کا نتیجہ ہے۔ شہاب الدین (۷۵۵ھ - ۷۷۵ھ) کی تعریف اس لئے کی کہ اس نے کشمیر کے نواحی علاقے فتح کئے اور اسلامی تبلیغ میں مساعی جمیلہ سے کام لیا۔

شاہ عالی مرتبت علامہ اقبال کو حقیقت جسم و روح بتلاتے ہیں کہ روح کا جسم سے متعلق ہے لیکن اس کی جلا و نمود و فروغ کے لئے حق پر داختن کی ضرورت ہے، کہ کبھی جان دے دینا بھی زندگی ہے۔ ورنہ انسانی زندگی خود بھی بڑی ناپائیدار ہے۔ ع

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شاہ ہمدانؒ

با تو گویم رمزِ باریک اے پسر — تن ہمہ خاک است و جان والا گہر
جسم را از بہرِ جان باید گداخت — پاک را از خاک می باید شناخت
جوہرش با ہیچ شی مانند نیست — ہست اندر بند و اندر بند نیست
گر نگہداری بمیرد در بدن — در بیفشانی، فروغِ انجمن
چیست جاں دادن؟ بحق پرداختن — کوہ را با سوزِ جاں پرداختن،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ؎ "ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی" (بانگِ درا)

مرشدِ معنی نگاہان بہت ہی خوبصورت اصطلاح ہے۔ علامہ اقبالؒ کے افکار میں نگاہ کی خاص اہمیت ہے بالخصوص جب کوئی میرِ کارواں ہو ؎

"نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے"

نگاہ کے تمام تر جلوے آپ کو سید ہمدانیؒ کی جامع اوصاف شخصیت میں نظر آئے۔ علامہ اقبال کے اس سوال کے جواب میں کہ ہم تو بے نوا و بے برگ و ساماں ہیں شاہ صاحب نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ شرق و غرب میں بادشاہی یا تو رضائے ملت سے حاصل ہوتی ہے یا قوت و طاقت کے بل بوتے پر۔ ان کے خیال میں دو قسم کے لوگوں کے سوا اور کسی کو باج دینا حرام ہے۔

(۱) ایسا حاکم جو از روئے نصِ کلامِ پاک "اولو الامر" ہو۔ (۲) یا تند خیز صرصر کی مانند جرأت آفرین، فاتح اور "خویش بازو" بھی ہو۔ نیز وہ جنگ میں قاہری اور صلح و آشتی میں دلبری کا مظاہرہ کر سکتا ہو۔ اگر یہ صفات حاصل ہو جائیں تو کشمیر کیا چیز ہے۔ برِ صغیر پاک و ہند اور ایران جیسے ملک بھی خریدے جا سکتے ہیں۔

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

جلوۂ مستی؟ خویش را دریافتن ! — در شبان چون کوکبی بر تافتن

خویش را نایافتن نابودن است — یافتن خود را بخود بخشودن است

ہر کہ خود را دید و غیر از خود ندید — رخت از زندانِ خود بیرون کشید

جلوہ بد مستی کہ بیند خویش را ، — خوشتر از نوشینہ داند نیش را

در نگاہش جان چہ باد ارزان شود — پیشِ او زندانِ لرزان شود !

تیشۂ او خارہ را برمی درد — تا نصیبِ خود ز گیتی می برد

تا ز جان بگذشت ، جانش جانِ اوست
ورنہ جانش یک دو دم مہمانِ اوست

زندہ رود

گفتۂ از حکمتِ زشت و نکوی — پیر دانا نکتۂ دیگر بگوی ،

مرشد معنی نگاہان بودہ ؟ — محرم اسرار شاہان بودہ ؟

ما فقیر و حکمران خواہد خراج — چیست اصلِ اعتبار تخت و تاج

شاہ ہمدان

اصلِ شاہی چیست اندر شرق و غرب ؟ — یا رضائی امتان یا حرب و ضرب

فاش گویم با تو اے والا مقام — باج را جز با دو کس دادن حرام !

یا اولی الامری کہ منکم شانِ اوست — آیۂ حق حجت و برہانِ اوست

یا جوانمردی چو صرصر تند خیز — شہر گیر و خویش باز اندر ستیز

روزِ کین کشور کشا از قاہری — روزِ صلح از شیوہ ہای دلبری

می توان ایران و ہندوستان خرید — پادشاہی را ز کس نتوان خرید

جامِ جم را اے جوانِ باہنر — کس نگیرد از دکانِ شیشہ گر

ور بگیرد مالِ او جز شیشہ نیست
شیشہ را غیر از شکستن پیشہ نیست

(جاوید نامہ ص ۱۹۲)

شاہ ہمدانؒ کا مذہب

مؤلفِ اعیان الشیعہ، ڈاکٹر محمد معین[1] اور ڈاکٹر صفا[2] نے شاہ ہمدانؒ کو صوفیہ امامیہ میں شمار کیا ہے، قاضی نور اللہ شوستریؒ[3] نے سید کے معنوی اوصاف و کمالات کا ذکر کرتے ہوئے اس عارف بزرگوار کو شیعہ قرار دیا ہے اس کی تائید میں شاہ ہمدانؒ کے کچھ اشعار درج کئے ہیں :-

گر مہر علی و آل بتول نبود — امید شفاعت رسول نبود

گر طاعت حق جملہ بجا آری بجان — بی مہر علی ہیچ قبول نبود

ای سید عزیزی کہ علائی زکجائی — گفتم بولایت علی کز ہمدانم

نی زان ہمدانم کہ ندانند علی را — من زان ہمدانم کہ علی را ہمہ دانم

---

[1] حافظ شیرین سخن، ص ۳۱۱، فٹ نوٹ

[2] تاریخ ادبیات ایران، ج ۳، ص ۱۶۷

[3] مجالس المومنین، ص ۳۱۲۔

گمہ بدر منیری و سما باشد منزل تو | ندکو فہ اگمہ سرشتہ باشد گل تو
گمہ مہر علی نباشد اندر دل تو | مسکین تو و سیہہای بی حاصل تو

اس میں شک نہیں کہ سید علی ہمدانیؒ نے حبِ علیؓ پہ شعر کہے ہیں اور اپنی نثری تصانیف میں بھی جابجا اس محبت کا اظہار کیا ہے۔

۱۔ کتاب مودۃ القربیٰ کا موضوع ہی خاندانِ رسالت سے محبت و مودت کی اہمیت ہے اس میں بیشتر بلکہ تمام تر احادیث حضرت علیؓ، جناب فاطمۃ زہراؓ، دونوں شہزادوں۔ "سید شباب اہل الجنۃ" اور تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات پہ مبنی ہیں، یہ کتاب چہاردہ معصوم کی تعداد کے برابر چودہ ابواب پہ منقسم ہے۔

۲۔ سید علی ہمدانیؒ کا دوسرا مجموعہ احادیث روضۃ الفردوس ہے جس میں اکثر حدیثیں حضرت علی کے بارے میں ہیں۔ تیسرے مجموعہ اربعینیہ امیریہ[۱] میں تمام احادیث حضرت علیؓ کے بارے ہی جمع کی ہیں اور صراحتاً لکھا ہے کہ مذکورہ رسالہ سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے قلمبند کیا ہے تاکہ عوام الناس امیرالمومنین حضرت علیؓ کے فضل و کمال سے باخبر ہوں۔

۳۔ مکتوبات امیریہ[۲] میں سید علی ہمدانیؒ کا یہ جملہ بھی اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ موصوف خاندانِ رسالت کے ساتھ گہری عقیدت اور ان کے مخالفین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[۱] اس کے مطالب اہل تشیع کے عقائد سے ہم رنگ ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی سب سے افضل، اشجع اسخا اور اوسع ہیں۔ یہی شیعہ عقیدہ ہے۔ کتاب فرق الشیعہ ص ۱۸،

[۲] مکتوبات امیریہ، برگ ۱۶۸ الف۔

"مردم این ناحیہ ہماں رفتار با من پیش گیرند کہ یزید با حسین علیہ السلام داشت"۔[1]

۴۔ اہل تشیع امام مہدی کی آمد کے منتظر ہیں۔ شاہ ہمدانؒ نے اپنے رسالہ حل الفصوص شرح فصوص الحکم میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ سید علی ہمدانیؒ کے مرید اور سوانح نگار نورالدین جعفر بدخشی نے آل رسولِ مقبولؐ کی محبت و مودت کی اہمیت واضح کرنے کے لئے متعدد احادیث اور اشعار بطور شواہد رقم کئے ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرید اپنے مرشد کی تعلیمات سے متاثر و مستفید ہوا ہے۔

الحمد للہ الہادی الاسلام کہ مرا از خواص و عوام اہلِ اسلام توفیق محبت و متابعت آل طٰہٰ و یٰس کرامت نمود و سعادت جز در موافقت ایشان نفرمود[2]

۶۔ ایک موقعہ پر نورالدین فتنۂ علماء کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے "بعد از مشورت متفق شدند بزہر دادن کہ میراث است"[3]۔ اس میں لفظِ میراث غور طلب ہے کیونکہ شیعان اثنا عشری کا خیال ہے کہ حضرت علی اور امام حسینؓ تیغ ظلم سے شہید ہوئے اور امام حسنؓ، اور امام زین العابدینؒ سے امام حسن عسکریؒ تک تمام آئمہ کرام کو زہر دی گئی۔ لیکن اہل سنت والجماعت کو زہر خورانی کی روایت سے انکار ہے یہاں پر لفظِ میراث سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مصنف شیعہ مورخوں کا ہم خیال ہے۔

۷۔ نورالدین یزید پہ لعنت کو ناجائز سمجھتا ہے[4]۔ یہ جواز اس نے شاہ ہمدانؒ ہی سے لیا ہے۔

۸۔ سید ہمدانیؒ کا یہ شعر بھی ان کے مسلک کا ترجمان ہے۔

---

[1] خلاصۃ المناقب، برگ ۴۸ الف [2] ایضاً برگ ۹۰ ب

[3] ایضاً۔ برگ ۹۶ الف

علی ہم نام را ہنگر کہ جز او
باللہ و محمد رہبرم نیست[1]

۹۔ رسالہ مشارب الاذواق میں جو عربی کے مشہور شاعر ابن الفارض کے قصیدہ میمیہ کی شرح ہے، شعر ذیل کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ

لَھَا الْبَدْرُ کَاسٌ وَھِیَ شَمْسٌ یَدِیْرُھَا
ھِلَالٌ وَکَمْ یَبْدُو اِذَا مُزِجَتْ نَجْمٌ

بدر سے مراد روحِ پرفتوح محمدیؐ ہے جو آفتاب احدیت کے مظہر اور محبت حقیقت کے سرچشمہ ہیں۔

ہلال بھی بدر سے جدا نہیں بلکہ اس کا ایک جزو ہے سیدِ انبیاءؐ سے بہتر اولیا کی یہی نسبت ہے۔ احکامِ شرائع مصطفویؐ اور اعلامِ حقائقِ مرتضوی سے نجومِ اولیا کا مظہر ہوا، سید المرسلینؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا۔

"اَنَا وَاَنْتَ اَبَوَیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ"

ایک موقع پر شاہ ہمدانؒ رقمطراز ہیں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد گرامی دلیل ہے کہ اسرارِ معارف توحید کا سرچشمہ انوارِ معالم تحقیق کا مطلع علیؓ مرتضیٰ ہیں۔ کمال درجات کا حصول، اہلِ کشف و شہود کے اسرار کی عقدہ کشائی آپ سے ہوتی ہے ہر ولی کے انوار حقائق، ولایتِ علیؓ کی مشکات سے منور ہوتے ہیں۔ امام ہادی کے ہوتے ہوئے کسی غیر کی متابعت بے بصیرتی ہے۔

۱۰۔ اپنے جمع کردہ مجموعہ احادیث روضۃ الفردوس میں شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ روزِ حشر علیؓ بن ابی طالب کی محبت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔[2]

---

[1] چہل اسرار بہ تصحیح سیدہ اشرف ص ۲۱ [2] روضۃ الفردوس، برگ ۳۶۹ ب

۱۱۔ رسالہ سبعین المناقب میں شاہ ہمدانیؒ نے حضرت علیؓ کی مدح سرائی بڑے شد و مد سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

المرتضیٰ علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام، بحر و بر کے امام، سیفِ حق، بدر منیر شیکوں کے مربی، فسق و فجور کے قاطع، نیکوکاروں کے سربراہ، مناقب اور مناصب کے مالک ہیں جیساکہ احادیث میں وارد ہے کہ علیؓ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ اس رسالہ میں پہلی حدیث یہ لکھی ہے۔

صحیفۂ مومن کا عنوان علی بنؓ ابی طالب کی محبت ہے (بروایت انس بن مالکؓ)

آٹھویں حدیث جو حضرت زیدؓ سے روایت ہے وہ یوں ہے۔

ہر نبی کا وصی اور وارث ہوتا ہے علی میرے وصی اور وارث ہیں۔

روضۃ الفردوس میں فرماتے ہیں اگر لوگ حبِ علیؓ پر جمع ہو جاتے تو خلاقِ عالم دوزخ کو نہ بناتا۔[۱]

۱۲۔ رسالہ اربعین امیریہ بھی اہلِ بیت سے محبت اور ان کی عظمت کے بیان میں چالیس حدیثوں پر مشتمل ہے۔ یہ تمام تر حدیثیں امام علی رضاؑ اور دیگر آئمہ طاہرین سے سلسلہ وار اسناد کے ساتھ درج ہیں اور شاہ ہمدانیؒ نے تمام آئمہ کرام کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے۔ جو خالص شیعہ افراد کا شیوہ ہے پھر خاص طور پر آپ کا یہ لکھنا:۔

"حُبّ آلِ محمد یوماً خیر من عبادۃ سنۃ"[۲]

آپ کے شیعہ ہونے کی دلیل کو تقویت بخشتا ہے۔

ان دلائل و قرائن کی وجہ سے ایرانی شاہ ہمدانیؒ کو قطعی طور پر شیعہ عالم کہتے ہیں

---

[۱] روضۃ الفردوس، برگ ۳۶۶ ب [۲] تذکرۃ الاولیاء ص ۹

اس کے باوجود ہمارے خیال میں آپ کو حتمی طور پر شیعہ نہیں کہا جا سکتا، جہاں تک شاہ ہمدانؒ کے اشعار کا تعلق ہے ان میں قصائد وغیرہ نہیں بلکہ صرف چند رباعیاں اور چالیس غزلوں کا مجموعہ "چہل اسرار" عارفانہ مطالب پر مشتمل ہے۔ جن میں ایسے شعر نہیں ہیں جو منقبت یا مدح کے ضمن میں شمار ہو سکیں، علاوہ ازیں آپ کے سنی العقیدہ ہونے کے کافی جواز ملتے ہیں۔ آپ نے اپنی تصنیف ذخیرۃ الملوک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور خلفائے راشدینؓ کی سند سے متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ آپ کو چاروں خلفا سے گہرا شغف تھا اور آپ انہیں نہ صرف یہ کہ رسول اکرم کے بعد مقام دیتے ہیں۔ بلکہ انہیں علوم رسالت کا گنجینہ سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ سے محبت و مودت کا ذکر اور فضیلت کا اعتراف شاہ ہمدانؒ نے جا بجا کیا ہے، خلاصۃ المناقب اور موصوف کی اکثر تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اکثر حضرت علیؓ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہتے تھے۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ میں جناب علی مرتضیٰؓ سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتا ہوں بلکہ میں علی شناس ہوں، لیکن ولائے امیر یا معرفت علیؓ صرف شیعہ حضرات ہی سے مخصوص نہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو جناب علی مرتضیٰ سے محبت یا عقیدت نہ رکھتا ہو، بالخصوص صوفیائے کرام جن کے اکثر و بیشتر سلسلے حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں۔ شاہ ہمدانؒ تو سلسلہ فتوت کے عظیم بزرگوں میں سے ہیں اور یہ سلسلہ حضرت علیؓ سے خصوصیت کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ ہمدانؒ کے ہاں حبِ علی کا پر زور بیان ملتا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ مشہور شعر ہے :-

لو کان رفضاً حبُّ آل محمد

فلیشھد الثقلان انی رافضُ

یعنی اگر حبِ آلِ محمدؐ ہی رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں اس شعر کی بناء پر جب ہم شافعی علیہ الرحمۃ کو رافضیوں کے زمرہ میں نہیں گردانتے تو پھر شاہ ہمدانؒ کو شیعہ علما کی صف میں کیوں شمار کیا جائے ؟

اسی طرح شیخ سعدی فرماتے ہیں ۔

سعدی گر عاشقی کنی و جوانی
عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ[1]

چونکہ فتوت کے تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی پر منتہی ہوتے ہیں اس سے اہلِ فتوت کا حضرت علیؓ سے مخصوص احترام آشکار ہوتا ہے مگر یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ فتوت اہلِ تشیع سے مخصوص ہے بلکہ یہ تصوف کی ایک روش ہے اور تشیع یا تسنن سے مخصوص نہیں ، شیخ سعدی ایک دوسرے موقعہ پہ فرماتے ہیں[2] ۔

دیباچہ مروت و سلطان معرفت	لشکر کش فتوت و سردار اتقیا
مردی جز نبی نداند کس	راہ مردی علی شناسد و بس

اسی ضمن میں خواجوی کرمانی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے[3] ۔

مہر او از آسمان " لا فتی الا علی "	تیغ او از گوہر " لا سیف الا ذوالفقار "

مشہور صوفی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ایک موقعہ پہ جناب علیؓ کی مدح میں یوں رطب اللسان ہیں[4] ۔

ہر کہ را نام جوانمردی سزاست
پیشوای او علی مرتضیٰ است

---

[1] کلیاتِ سعدی ، ص ۴۴۱ [2] کلیاتِ سعدی ، ص ۴۲۹
[3] خلاصۃ المناقب ، برگ ۷ [4] دیوان ، ص ۲۷ ،

حکیم ملت علامہ اقبالؒ عاشق رسول تو تھے ہی مگر حضرت علیؑ سے بھی والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کا ذکر انتہائی شیفتگی اور وارفتگی سے کیا کرتے تھے سند کے طور پر ان کے یہ شعر ملاحظہ ہوں[1]۔

مسلم اول شہِ مرداں علیؑ	عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ
از ولای دودمانش زندہ ام	در جہاں مثلِ گہر تابندہ ام
قوتِ دینِ مبین فرمودہ اش	کائنات آئین پذیر از دودہ اش
ذات او دروازۂ شہرِ علوم	زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم

ایضاً

ای باب مدینۂ محبت	ای نوحِ سفینۂ محبت
ای سرِ خطِ وجوب و امکان	سرِ تو تفسیر سورہ ہای قرآن[1]

ان تمام نذرانہ ہائے عقیدت کی بناء پر ہم ان بزرگوں کو شیعہ نہیں کہتے جہاں تک قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین کا تعلق ہے وہ تو شاہ ہمدان کے ماموں اور ادلین استاد معنوی سید علاء الدولہ سمنانی کو بھی شیعہ ہی لکھتے ہیں۔ ان کی روایت ہے کہ انھوں نے سلطان خاندان کے دو امراء سے محض اس بنا پر میل جول ترک کر لیا تھا کہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور ایک موقع پر انھوں نے یہ کہہ کر خرگوش کا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

نمی خورم...... بقول امام جعفر صادق علیہ السلام حرام است[2]۔

ڈاکٹر معین نے بھی سید علاء الدولہ سمنانی کو شیعہ علماء کے زمرہ میں شمار کیا ہے[3]۔

---

[1] باقیاتِ اقبال۔ ص ۱۰۶ [2] مجالس المومنین۔ ص ۳۱۵

[3] حافظ شیریں سخن ص ۳۱۱۔

دارا شکوہ رقمطراز ہے کہ میں نے سید علاء الدولہ کا ایک رسالہ پڑھا اگر وہ واقعی انہی کا ہے تو نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اس میں بعض باتیں اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہیں[1]۔ مگر دارا شکوہ کو اس رسالہ کے واقعی سید علاء الدولہ کی تصنیف ہونے میں شک ہے اس لیے اسے کوئی حتمی اور واقعی رائے قرار نہیں دیا جا سکتا۔

راقم الحروف نے سید علاء الدولہ کے ملفوظات[2] میں کوئی نکتہ یا واقعہ اہلِ سنت کے عقیدہ کے خلاف نہیں دیکھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے خرگوش کا گوشت کھانے سے انکار کیا ہے[3]۔ صوفی حضرات ویسے بھی بسیار خوری کے قائل نہیں اگر ایک چیز کسی مسلک میں پسندیدہ نہیں تو وہ اسے کمالِ حزم واحتیاط کی بناء پر ترک کر دیتے ہیں۔

(ب) قاضی نور اللہ شوستری تو بقول ملک الشعراء بہار، "شیعہ تراش" ہیں[4]۔

(ج) کتاب راحۃ الصدور سے جو کچھ استنباط ہوتا ہے اس کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمدان کا علوی خاندان شیعہ نہ تھا۔ علاء الدولہ سمنانیؒ اور سید علی ہمدانیؒ دونوں کبرویہ سلسلۂ تصوف کے بزرگ ہیں اور اس سلسلہ کا اہلِ تشیع سے کوئی تعلق نہیں۔

(د) سید مرتضیٰ حسن داعی اور ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا لکھتے ہیں کہ یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ تمام تر صوفی اہلِ تسنن میں سے ہوئے ہیں نہ کہ شیعہ میں سے[5]۔

(ہ) سید علی ہمدانیؒ، شیخ محمود مزدقانی کی محفلِ سماع میں رقص کیا کرتے تھے اور

---

[1] سفینۃ الاولیاء ص ۱۰۷۔ [2] قلمی نسخہ متعلق کتابخانہ دانشکدہ اسلامیہ پشاور۔

[3] ایضاً ۱۴ الف [4] سبک شناسی ج ۳ ص ۲۴۴۔

[5] کتاب تبصرۃ العوام فی معرفۃ الانام۔

انہوں نے سماع کو سلوک و معرفت کے لوازم اور ریاضات کی شرائط میں شمار کیا ہے[1]
لیکن اہلِ تشیع سماع کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔[2]

(ف) رسالہ استالو اور اورادفتحیہ میں لکھا ہے کہ شاہ ہمدان کے وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا طریقہ شافعی مسلک و روش کے مطابق تھا۔ آپ وضو کرتے وقت گردن اور کان کا مسح کیا کرتے تھے اور پاؤں، آخر میں دھویا کرتے تھے، حالانکہ مذہب تشیع میں پاؤں پہلے دھوئے جاتے ہیں۔

(ص) کشمیر میں شاہ ہمدان کے پیروکار شافعی ہیں[3]۔ اور اس سرزمین میں شیعہ مسلک شاہ ہمدانؒ کی آمد سے دو سو سال بعد مقبول ہوا، اگر سیدّ مذہباً شیعہ ہوتے تو آپ کی آمد کے فوراً بعد کشمیر میں شیعیت کے اثرات ملتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ کشمیر کی تاریخ میں شیعوں کا ذکر دسویں صدی ہجری میں آنا شروع ہوا ہے۔

(ح) شیعہ حضرات افطارِ صوم میں نسبتاً انتظار کرتے ہیں کہ شفق کی سرخی ختم ہو کر خطِ سیاہ نمایاں ہو جائے مگر اہلِ سنت عجلت سے کام لیتے ہیں، شاہ ہمدانؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ آپ نہ صرف روزہ جلد کھولنے کی تلقین کرتے تھے بلکہ اسے باعثِ فضیلت سمجھتے تھے چنانچہ آپ اپنے رسالہ ذکریہ میں رقمطراز ہیں۔

---

[1] تاریخ ادبیات ایران ج ۲ ص ۲۲۳ - اردو معارف اسلامیہ۔ مقالہ تصوف، کہ فرقہ امامیہ نے تصوف کو مذموم شمار کیا ہے۔

[2] کتاب تبصرۃ العوام فی معرفت مقالات الانام: ص ۱۳۷ - ۱۳۸
(شیعہ فقہا نے سماع اور موسیقی کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے۔ غنا مانند زنا۔ ناشر)

[3] سر والٹر لارنس، وادی کشمیر ص ۲۸۵ -

"در حال صوم تعجیل افطار کند بآب	یعنی روزہ کھولنے میں جلدی کرے
و میان مغرب و عشا بذکر احیا کند کہ	(خواہ پانی سے ہی کیا جائے) مغرب
مشائخ بدانند کہ بزود افطار کردن	و عشاء کے درمیان ذکر میں مشغول
و آں ساعت احیا کردن فاضل تر	رہے کہ جلد افطار کرنا اور اس گھڑی ذکر میں
از روزہ داشتن است و آں وقت	مشغولیت اس سے افضل ہے کہ روزہ
بخوردن مشغول شدن"	رکھا ہو اور اس لمحہ کھانے پینے میں صرف ہو۔

(ط) شاہ ہمدانؒ کے مسلک اہل سنت پر ہونے کی سب سے واضح دلیل خود ان کی اپنی تحریریں اور عقائد ہیں ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام بعد از نبی بہترین خلق اند و بہترین ایشان چون ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین[1]۔"

ذخیرۃ الملوک ہی میں پرزور الفاظ میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے اصول پھیلائے اور اپنے رسالہ خواطریہ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو صحابہ کرام پر طعن کرتے ہیں۔

(ک) شاہ ہمدانؒ کے مرید جعفر بدخشی مناقب الجواھر میں رقمطراز ہیں کہ موصوف پہلے حنفی تھے لیکن بعد میں شافعی ہو گئے۔ لیکن اپنے کسی مرید کے حنفی رہنے پر ان کو اعتراض نہ تھا۔ اور نہ ہی انھوں نے کشمیر میں حنفی قانون کی مخالفت کی[2]۔

اس لئے مولوی مظہر حسین نے کتاب "ایضاح" کے حوالے سے سید کو اہل سنت والجماعت کے بزرگوں میں شمار کیا ہے[3]۔ نگارستان فارس میں ہے آپ کو خاندان قادریہ کے

---

[1] ذخیرۃ الملوک ص ۴۔ رسالہ اعتقادیہ امیریہ ورق ۲۴۴ ب۔ [2] کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۱۰۱، بحوالہ مناقب الجواہر ورق ۳۰ ب، ۱۳۱ الف اور فتوحات کبرویہ ورق ۱۴۷ ب

[3] کتاب التہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ج ۱ ص ۷

آئمہ کے زمرہ میں داخل کیا گیا ہے[1]۔ مصنف رسالہ مستورات نے یہ لکھا ہے کہ سید علی ہمدانی حنفی مسلک پر تھے اور امام شافعیؒ نے آپ کو عالمِ خواب میں شافعی مذہب قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔

فرانسیسی نقاد مولد مارین رسالہ دہ قاعدہ کے مقدمہ میں لکھتا ہے[2]۔

"علی ہمدانی اگرچہ بر مذہب شافعی است اما علاقۂ مخصوص بہ مذہب تشیع دارد"[3]

ڈاکٹر غلام محی الدین نے آپ کا مذہب حنبلی بتایا ہے۔

رسالہ غایۃ المکان فی درایۃ المکان سے معلوم ہوتا ہے کہ سید اپنے بعض عقائد میں معتزلہ سے متفق تھے اور ان سے استشہاد بھی کیا کرتے تھے مثلاً قدمت و جمع صفاتِ خداوند متعال، مسئلہ خیر و شر، آزادی انسان۔ انتخاب خیر و شر وغیرہ کے مسائل ہیں۔

ہماری رائے میں سید علی ہمدانی ایک عارف انسان تھے جو مذہبی تعصبات اور فرقہ وارانہ خصومات سے بالاتر تھے۔ ان کے دل میں بزرگانِ دین کی بے پناہ محبت و عقیدت تھی، خاندانِ رسالتؐ سے غیر معمولی مودت کے قائل تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اہلِ بیتِ عظام کو عالمِ حقیقت کا درخشندہ آفتاب اور صحابۂ کرام کو آسمان طریقت کے چمکتے ستارے کہا ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"اہلِ بیت او کہ شموسِ عالمِ حقیقت اند و صحابۂ کرام کہ نجوم فلک طریقت اند"[4]

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ شافعی المذہب تھے مگر کسی قدر تفضیلی عقیدہ کی طرح مائل تھے۔ علامہ اقبال خود اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

---

[1] نگارستان فارس، ص ۲۷۶ [2] فرہنگ ایران زمین، ج ۶، ص ۴۰
[3] کشیر، ج ۲، ص ۶۰۸ [4] رسالہ ذکریہ، برگ ۲۷۹ ب

ہے اس کی طبیعت میں تشیّع بھی ذرا سا
تفضیلِ علیؓ ہم نے سنی اس کی زبانی (بانگِ درا)

حقیقت یہ ہے کہ بلند نظر مسلمانوں نے شیعہ سنی جھگڑے کو کبھی اساسِ دین نہیں بنایا اسی ضمن میں عارفِ رُومی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس جھگڑے میں پڑے وہ روحانیت سے بیگانہ رہتا ہے۔

سِرّ حق کہ بہ تو گردد منجلی
ای گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ

علامہ اقبالؒ مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
ای گرفتار ابوبکر و علی ہشیار باش (بانگِ درا)

شاہ ہمدانؒ بھی مبلغِ اسلام ہونے کی حیثیت سے خود کو ہر فرقہ سے غیر جانبدار سمجھتے ہیں اور فرقہ دارانہ مناقشات سے بالاتر رہتے ہیں۔ آپ خود کو ہر گروہ سے آزاد کرا دیتے ہیں تاہم ان کا دل حُبّ آلِ محمدؐ سے سرشار ہے اور ولائے علیؓ ان کی طبع میں رچی بسی ہوئی ہے بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ "من علیؑ را ہمہ دانم" معرفتِ علی کا یہ تقاضا ہے کہ ان کا سینہ ہر قسم کے تعصبات سے پاک رہے اس لئے اگر وہ حضرت علیؓ اور آلِ محمدؐ کا ذکر کرتے ہیں تو صحابہ کرام اور خلفائے راشدینؓ کو بھی فراموش نہیں کرتے۔ جہاں حضرت علیؑ، امام حسنؓ، اور امام جعفر صادقؑ کی امثال پیش کی ہیں، وہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ حضرت امیر کبیرؒ اپنے اس عدم تعصب پہ نازاں بھی ہیں۔ شاید اسی رواداری اور عدم تعصبی کی وجہ سے شاہ ہمدان کو اتنا بلند مقام حاصل ہے کہ ہر گروہ انہیں اپنا سمجھتا ہے۔ شیعہ اور ایرانی انہیں شیعہ کہتے ہیں۔ اور ذہبی سلسلہ کا انیسواں بڑا قطب مانتے ہیں، غیر شیعہ انہیں اہلِ سنت قرار دیتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ جیسے بلند پایہ

عارف ان کی روحانی وجاہت کے بارے میں رطب اللسان ہیں[1]۔ قاضی نور اللہ شوستری حضرت امیر کبیر کے صوری ومعنوی فضائل کی توصیف وستائش کرتے ہیں[2]۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ کو محقق کامل کہتے ہیں اور آپ کے رسالہ "اورادِ فتحیہ" کا بڑے احترام سے ذکر کرتے ہیں[3]۔

عصر حاضر کا ایک شیعہ رسالہ "معارف اسلام" آپ کو شیعہ مبلغان اسلام کے زمرہ میں شمار کرتا ہوا آپ کی سعی وکاوش کو سراہتا ہے[4]۔ نہج البلاغہ کے شارح عبدالباقی صوفی نے آپ کے کئی اقوال نقل کئے ہیں[5]۔ اور حکیم ملت علامہ اقبال نے آپ سے "سرِ یزداں" کی عقدہ کشائی چاہی ہے[6]۔

"از تو خواہم سرِ یزداں را کلید"

آپ کے ہم عصر بزرگ بھی آپ کی انتہائی عزت وتکریم کیا کرتے تھے، ان بزرگوں میں سے برصغیر کے معروف عارف شیخ یحییٰ منیریؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) سید شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ (المتوفی ۸۳۴ھ) اور سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) خاص طور پر مشہور ہیں۔ ہم اپنی اس بحث کو شاہ ہمدان کی اس عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

درود بسیار وصلاۃ بیشمار بر سید کائنات وخلاصۂ موجودات ماہ	بہت زیادہ درود اور بے پناہ سلام ہو کائنات کے سردار خلاصۂ موجودات

---

[1] عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس ص ۵ [2] مجالس المومنین ص ۳۱۱

[3] شاہ ولی اللہ، انتباہ فی السلاسل ص ۱۲۵ [4] رسالہ معارف اسلام، لاہور، ستمبر ۱۹۷۰م، ص ۴۷

[5] جاوید نامہ، ص ۱۸۵ [6] فہرست کتابخانہ عالی سپہ سالار۔ جلد دوم، ابن شیرازی تہران، ۱۳۳۸ ہجری - ص ۱۳۱۔

آسمان مروت، آفتاب فلک فتوت، سلطان مسند رسالت، خورشید برج سیادت، امام انبیاء، قافلہ سالار اصفیا، محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات وبر اہل بیت عظام او کہ سفینہ نجات غرق شدگان دریائی طبیعت اند وبر صحابہ کرام او کہ خزینہ اسرار علوم شریعت اند[1]

آسمان مروت کے چاند، آسمان فتوت کے آفتاب، مسندِ رسالت کے سلطان، برج سیادت کے خورشید، انبیاء کے امام، اصفیا کے قافلہ سالار، محمد مصطفیٰ پر اور بہترین سلام و درود ہوں اور آپ کے اہلِ بیت عظام پر جو گناہوں کے دریا میں غرق شدگان کے لئے سفینۂ نجات ہیں اور ان کے صحابہ کرام پر جو اسرارِ علوم شریعت کے خزینہ دار ہیں۔

---

[1] رسالہ فتوتیہ بہ تصحیح وکنز ریاض - ص ۲۴۰ -

تعلیمات

شاہ ہمدانؒ ایک باصفا صوفی اور پاکبانہ عارف اور صاحبِ نظر ولی تھے اور ان کا طریق تصوف، مسلک درویشی اور مشربِ عرفان و معرفت تھا، جس کا اظہار جابجا ان کی تصانیف سے ہوتا ہے، ان تمام تصانیف و رسائل کو جو شاہ ہمدانؒ کے نوشتہ جات میں سے ہمیں دستیاب ہو سکیں، ان پر سیر حاصل بحث اگلے باب میں ہو گی، یہاں پر بحیثیت مجموعی ان کی تعلیمات کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

آپ رسالہ فتوحیہ میں فرماتے ہیں کہ تمام منازل شریفہ، درجات عالیہ اور سعادت اُخرویہ طاعت کا ماحصل اور عبادات کا ثمرہ ہیں، اگرچہ عبادتیں مختلف نوعیت کی ہیں مگر وہ سب تین قسم پر مشتمل ہیں۔

قلبی، بدنی، مالی

قلبی طاعت

توحید، توکل، صبر و شکر، تسلیم و تفویض، صدق و اخلاص رضا و یقین اور محبت و معرفت ہیں۔

بدنی طاعت

بدنی عبادت دو قسم کی ہے:۔ ایک وہ جو اللہ سے متعلق ہے اور دوسری

عبادالله سے وابستہ ہے۔ وہ احسان یعنی انسانی حقوق کی ادئیگی ہے۔

نماز کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے کہ رسماً قیام، رکوع و سجود ادا کر لئے بلکہ یہ تمام نماز کی صورت اور صفات ہیں۔ اس صفت کا موصوف اور صورت کے معنی و حقیقت کی تلاش کرنی چاہئے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان جب عبادت کا قصد کرے تو تمام نفسانی حظوظ اور ذاتی مرادات کو "ترک ماسوا اللہ" کے پانی سے دھو ڈالے، شراب طہور کے "ذکر" سے مضمضہ کرے، اسرار الٰہی کی پر کیف ہوا سے استنشاق کرے اور اوصاف ذمیمہ مثلاً کبر و عجب، حرص، بخل اور تمام بہیمی و سبعی اطوار سے چھٹکارا حاصل کرے اسی طرح چہرہ کو معرفت کے آب حیات سے دھوئے اور زلال توکل سے بازو دھوئے۔ بعد ازاں خضوع کی بزرگی سے سر کا مسح اور کلام الٰہی کی پاکیزگی سے کانوں کا مسح کرے۔ اس کے بعد عبادت و عبودیت پر ثبات و استقلال و صدق و صفا کی نیت سے پاؤں دھوئے۔ قیام کے وقت کونین کی چاہت دل سے نکال دے۔ سمت کعبہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت دل کو کعبۂ حقیقی کی طرف لگائے، جب وہ "اللہ اکبر" کہے تو کائنات کے ذرات کا وجود، آفتاب کبریائی کی شعاعوں سے محو ہو جائے اسی طرح "سبحانک اللھم" کہتے وقت خاطر کائنات کی پاکی، تقدیس اور تنزیہ کا مشاہدہ ہو۔ جب نمازی "لا الہ غیرک" کہے تو خاشاک عوارض و حوادث، آتش غیرت سے بھسم ہو جائیں۔ جب اس کی زبان سے "بسم اللہ" نکلے تو عاشقوں کے لئے گنج ہو جائے۔

"الحمد للہ" کہتے ہی ذات لامتناہی کے انعام و افضال ذرات وجود میں جاری و ساری پائے اور کارگاہ تقدیر کے کارگذاروں کو دیکھے کہ کس طرح "رب العالمین" کے پردہ میں مخلوق کی تربیت میں مشغول ہیں

پھر رحمانیت کے ساحل پر رحمت کی شرابِ طہور ساقی "الرحمٰن الرحیم" کے دستِ کرم سے نوشِ جان کرے اور پھر اس شرابِ طہور کے مخموروں کی موجِ ارادت دیکھے اور دریائے وحدت میں قدم رکھے۔ جب وجودِ موہوم اور حجابِ دوئی درمیان سے اُٹھ جائے اور بحرِ ازل بحرِ ابد سے ہمکنار ہو تب "ملکِ یوم الدین" کی حقیقت کا مشاہدہ کرے۔ سکر و محویت کے اس عالم میں جب حکمت کے سیاح اسے گریبان سے پکڑ کر صحو کے ساحل پر ڈال دیں تو ہوشیار ہو کر بندگی کے لئے کمربستہ ہو جائے، اور "ایاک نعبد" کہے پھر توفیق اور عنایتِ الٰہی سے "وایاک نستعین" کا نغمہ الاپے، جب امواجِ ترقی اسے حضیضِ بشری سے مرادقاتِ ہجرقی میں لے جائیں اور جادۂ بر طبیعت پر فضلِ رحمانی حاصل کرے تو "اھدنا الصراط المستقیم" پڑھے۔ پھر عالمِ ارواح کے ساتھیوں سے مل کر شرفِ رفاقت حاصل ہو تو "صراط الذین انعمت علیھم" ادا کرے۔ جب راندہ بارگاہِ الٰہی اور محروم مخذول انسانوں کو دیکھے جو قہر و غضب کے طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں تو ان سے براءت کے اظہار میں "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کہے۔ پس ازلی عنایتیں اور نوازشیں اس کے شاملِ حال ہوں گی اور اس کا دل صفتِ کلام پائے گا اور زبان اس حقیقت کی ترجمان ہو گی۔

"ان اللہ ینطق علیٰ لسانِ عبدہٖ" ؂

بے شک اللہ اپنے بندے کی زبان سے کلام کرتا ہے

سورہ مبارکۂ الحمد کی یہ دلکش اور دلپذیر توجیہ جس عارفانہ انداز میں کی گئی ہے یہ اس بات کی ترجمان ہے کہ شاہ صاحب "سکر" کی بجائے "صحو" کے قائل ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ بندہ حدِ عبدیت ختم کر کے فنا فی اللہ ہو جائے بلکہ ان کا خیال ہے

کہ بندہ عبدیت کے اس کمال پہ فائز ہو جہاں وہ بقول عارف رومیؒ "آتش وش" نظر آئے، ان کا یہ عقیدہ ہے۔

خاصانِ خدا، خدا نباشند
لی ز خدا، جدا نباشند

آپ وجودی نہ تھے

سید ہمدانیؒ یہاں وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کے قائل نظر آتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ سالک انا الحق کہنے کی بجائے رب جلیل کے سامنے عبد ذلیل کی حیثیت سے آئے اور بادۂ معرفت و عرفان سے سرشار رہے۔

مرشد کی اہمیت

اذکار و اوراد سے مقصود ریاض و مجاہدۂ نفس ہے تاکہ درویش دنیاوی علائق سے کٹ کر یاد الٰہی میں مشغول رہنا سیکھے اور اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق تزکیہ نفس تصفیہ باطن اور تجلیہ روحانی کی منازل طے کرتا جائے۔ شاہ ہمدانؒ مرشد کے وجود کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔

ای علی رو نظری کن ز سر صدق و صفا
کہ بجای نرسد بی نظر پیر، مرید[1]

تزکیۂ نفس

عوام الناس کے لئے آپ کا نظریہ ہے کہ یہ منزل کٹھن اور راہ دشوار ہے۔ انہیں اس کی بجائے دوسری قسم طاعت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے تاکہ سعادت کا حصول ہو اور وہ ہے احسان۔ اپنے جان و مال سے بندگانِ الٰہی کی خدمتگزاری

---

[1] چہل اسرار، ص ۳۹

کرنا چاہیئے تاکہ اُسے گنج عالم باقی اور ثمرۂ سعادت ابدی ملے ، اگر انسان صفوف ولایت میں مرکب ہمت نہیں دوڑا سکتا تو کم از کم اپنی جوانی تو دکھائے کہ اصحاب یمین میں شامل ہو اور اہل فتوت اور اہل احسان سے کسی طرح پیچھے نہ رہے۔

پروردگارِ عالم نے انسان کو دو جوہر سے بنایا ہے۔[1]

جوہر لطیف نورانی جسے روح کہتے ہیں۔ اور

جوہر کثیف ظلمانی جسے جسم کہتے ہیں

ان دو جوہر کی غذا صحت اور مرض ہے اور مرض کی دوا بھی ہے جیسے کہ جسم کی غذا روٹی ہے ، دل اور روح کی غذا حق عزوجل کی معرفت ، محبت اور ذکر ہے ان روحانی جوہروں اور جسمانی آلوں کی بیماری کی علامات بھی ہیں۔ مثلاً جسمانی بیماری کی علامت یہ ہے کہ فاسد مواد کی بناء پر مریض غذا سے متنفر ہو جاتا ہے اور طعام کی رغبت نہیں رہتی۔ بیماریٔ دل کی نشانی یہ ہے کہ دل دنیاوی مشاغل نفسانی لذات اور جسمانی مالوفات کی وجہ سے ذکر کی حلاوت ، اسرار معرفت کے ذوق اور محبتِ حق سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ ذکر اللہ سے مانوس نہیں ہوتا اگر اللہ کا ذکر کرے بھی تو رسماً یا عادتاً۔ اسی لئے مولانا رومؒ کہتے ہیں۔

نیست بیماری چو بیماریٔ دل

نیست زاری چو زاریٔ دل

جس طرح جسمانی بیماریوں کا علاج معالجہ ہو سکتا ہے اسی طرح روحانی بیماریاں بھی دور ہو سکتی ہیں۔ مختلف قسم کی طاعات ، اذکار اور عبادات سے ان کا مداوا کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی حکمت حکمائے دین ۔ انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام

---

[1] : رسالہ درویشیہ قلمی نسخہ برٹش میوزیم : نمبگ ۲۴۸ ب - ۲۵۲ ب

اور مشائخ طریقت کے سوا کسی نہیں جان سکتا کیونکہ جس طرح دوائی الحقیقت دوا ہی ہے مگر ہر بیماری کا ایک مخصوص دارو ہے جو غلط بیماری کے لئے اگر تجویز کی جائے تو نقصان دہ ہے اسی طرح اگرچہ ہر قسم کی طاعات و اذکار عبادت ہی ہیں لیکن ہر انسان کی طبعی صلاحیت و مرض کے مطابق خاص طاعت کی ضرورت ہے اور وہ طاعت جو اس کے مناقِ حال ہو، نفع یاب رہے گی۔ دین کے حقائق انبیاء کرام اور اولیاء کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کا روزہ وبالِ جان ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے غازی ایسے ہیں کہ روزِ قیامت ان کی لڑائیاں ان کے لئے زنجیر و بیڑیاں ثابت ہوں گی۔ بعینہٖ بہت سے صدقات و زکات ایسے ہیں کہ بعد قیامت ان کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے گذارش کی یارسول اللہؐ کیا چیز ان کے اعمال کو برباد کرتی ہے۔؟

آپ نے فرمایا:۔ حرام خوری اور ریا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت سی طاعتوں کو انسان طاعت سمجھ کر کرتا ہے مگر بعد قیامت وہ کفتہ[1] معصیت میں ہوں گی، اس لئے ضروری ہے کہ طالبِ حق کسی راہ شناس پیر اور منازلِ شریعت و طریقت سے آگاہ اور اسرارِ حقیقت میں کسی شناسا مردِ کامل سے رہنمائی حاصل کرے۔ حضراتِ صوفیہ کا یہ قول بہت مشہور ہے۔

راہِ قرب حضرتِ صمدیت جز بندگان راہ اطلاع نیابند۔

---

[1] کفتہ بمعنی ترازو کا پلڑا۔ (ناشر)

حضرت سید علی ہمدانیؒ حقیقتِ اسلام پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صفائے مسلمانی انسانی خباثت سے بہت بالاتر ہے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا یہ افعالِ ذمیمہ اخلاق سے بہت دور ہے جب تک دل ادناسِ بشری سے پاک نہ ہو انوارِ اسلام کا ظہور نہیں ہوتا۔

ہر کوئی مست مے ذوقِ تن آسانی ہے　　　تم مسلماں ہو یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے　　　تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر　　　(بانگِ درا)

جس کے اعمال و افعال اخلاص پر مبنی نہیں وہ نفسانی رذائل سے نجات نہیں پا سکتا جو کسی شیطانی قوتوں کا اسیر ہے وہ کبھی بھی فلاح و نجات کی راہ نہیں دیکھ سکتا[1] کیونکہ نجات تو ایمان کا ثمرہ ہے اور فلاح اسلام کا نتیجہ ہے اور حقیقتِ اسلام فرمانِ الٰہی کی بجاآوری ہے اور ہر کام میں شیطان سے انحراف کرنا ہے۔

---

[1] شیطانی قوتوں کے اسی فرمان پذیر انسان سے بزبان نالۂ ابلیس میں علامہ اقبالؒ "الامان" کہتے ہوئے فرماتے ہیں

از چنیں صیدی مرا آزاد کن،　　　طاعتِ دیروزۂ من یاد کن
پست ازو آن ہمتِ والای من　　　وای من ای وای من، ای وای من!
فطرتِ او خام و عزمِ او ضعیف　　　تاب یک ضربم نیارد ایں حریف
بندۂ صاحب نظر باید مرا　　　یک حریفِ پختہ تر باید مرا
بندہ باید کہ پیچد گردنم　　　لرزہ اندازد ز نگاہش در تنم
اے خدا یک زندہ مردِ حق پرست
لذتی شاید کہ یابم در شکست!　　　(جاوید نامہ)

سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے ہر جہاد سے واپسی کے بعد فرماتے تھے کہ ہم جہادِ اصغر سے آئے ہیں اور جہادِ اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔

یارسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے! آپ نے فرمایا۔

وہ جہاد اس نفس سے کرنا ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔

شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں اگر انسان اس قوی دشمن کو شکست دے لے اور ایمان خوار افعی کی سرکوبی کر دے تو گوئے سعادت پا لیتا ہے۔ جو کوئی اس دولتِ جہاد سے محروم رہتا ہے وہ اسلام کا دعویدار ضرور ہے مگر ثمراتِ ایمان سے محروم: ع

مردمی باید تمام این راہ را	جانفشانی باید این درگاہ را
کار آسان نیست با درگاہِ او	خاک می باید شدن در راہِ او
سالہا میروند مردان انتظار	تا یکی را بار بود از صد ہزار

(رسالہ درویشیہ)

اسلامی قوانین کے استحکام اور عوام کو شیطانی تلبیسات سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ علماء، فقہا، حکام و سلاطین اور امراء اس طرف متوجہ ہوں، شاہ ہمدان خود بھی اعلائے کلمۃ الحق کو "جہاد" شمار کرتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیتے ہیں مگر حالات اور زمانہ کی گردش نے انہیں یہ کہنے پہ مجبور کیا کہ چونکہ زمامِ حکومت اور عنانِ اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے فسق و فجور کو اپنا مذہب اور ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا ہے۔ وہ لوگ فاسقوں اور فاجروں کے ہم نشین ہیں اور انہوں نے اپنے مکر و فریب کو اپنی بہشت قرار دیا ہے۔ ہوا

وہوس کے یہ اسیر شیطان کے شاگرد ہیں اور انہوں نے فرمانِ خدا و رسول پس پشت ڈال دیے ہیں۔ یہ لوگ مجادلات و مناقشات کو مناصبِ علم سمجھتے ہیں اور انھوں نے منطقی خرافات اور فلسفیانہ مباحث کو وسیلہ شہرت قرار دیا ہے، بر دینی حقائق اور اسرارِ کتب و سنت سے اعراض کرتے ہیں۔ افسوس کہ انہوں نے دینِ مصطفویؐ کے آئینِ شریعت اور انوارِ حکمت[1] منطقی کر دئیے اور شریعت محمدیؐ کے مناہج پسِ پشت ڈال دئیے ہیں۔ عارفانِ زمانہ اس مصیبت پر نوحہ کناں ہیں۔

شاہ ہمدانؒ کے نزدیک ایک سالک کا سب سے اہم مرحلہ مکارم اخلاق سے موصوف ہونا ہے کہ انسان حتی الامکان ذمائم اخلاق سے بچے، بخل، خشم، آز[2]، حقد[3]، شہوت، کبر و حسد و عجب بُرے اخلاق ہیں جن سے بچنا لازم ہے۔ اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لئے آپ نے دس قاعدے بتائے ہیں اور ان کی وضاحت اپنے رسالہ دہ قاعدہ[4] میں کی ہے۔

(۱) پہلا قاعدہ توبہ ہے اور توبہ کی حقیقت اپنی خطاؤں، اور لغزشوں سے باز آنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ہر وہ چیز جو راہِ حق میں حائل ہے اس سے گریز کرنا لازمی ہے۔

(۲) دوسرا قاعدہ زہد ہے اور زہد کی حقیقت مال و جاہ، ناموس اور علائق دنیاوی سے دست بردار ہونا ہے۔ زہد صرف یہی نہیں کہ طلبِ دنیا سے کنارہ کش ہو بلکہ زہد یہ ہے کہ طلب درجات عقبیٰ بھی اسی طرح چھوڑ دے۔ جیسے

۱؎ منطقی بمعنی بجھانا ۲؎ آز بمعنی لالچ۔ ۳؎ حقد بمعنی کینہ
۴؎ رسالہ دہ قاعدہ خطی نسخہ برٹش میوزیم برگ ۲۲۰ الف

لذاتِ فانی کو ترک کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

اور بخیر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

صوفیہ کرام کا یہ قول بہت مشہور ہے۔

الدنیا حرام علی اھل الآخرۃ والآخرۃ علی اھل الدنیا وھما حرامان علی اھل اللہ۔

دنیا اہل آخرت پہ حرام ہے اور آخرت دنیا داروں پہ اور دونوں اہل اللہ پہ حرام ہیں۔

۳۔ تیسرا قاعدہ توکل ہے اور توکل یہ ہے کہ وسائط اور اسباب کو اللہ کی ذات پہ چھوڑ دے کہ ہم خداوندی پہ بھروسہ اور اعتماد رضائے الٰہی کا موجب ہے۔

۴۔ چوتھا قاعدہ قناعت ہے اور قناعت یہ ہے کہ نفسانی آرزو، ہوس، بہیمی تمتعات کو ترک کر دے۔

۵۔ پانچواں قاعدہ عزلت ہے اور عزلت کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح مرنے کے بعد انسان سب سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو جاتا ہے اسی طرح زندگی ہی میں موتوا قبل ان تموتوا کی حقیقت بن جائے۔ شیخ کامل کی صحبت کے سوا خلایق کی صحبت و آمیزش سے اپنے آپ کو دور رکھے تاکہ شیخ اپنی نظر تیز سے مرید کی ہمت کاملہ پر تصرف کر سکے سالک کا آئینہ دل نگار غیریت سے شفاف ہو۔ عزلت کا حقیقی مفہوم حواس کو یعنی آنکھ کو دیکھنے، کان کو سننے، زبان کو ناشائستہ کلمات کہنے سے روکنا ہے۔ اس کا مقصد شیطانیت مادیت اور مواد ہوس سے منزہ ہونا ہے جیسے طبیب معالجہ میں بیمار کے لئے پہلے پرہیز کا حکم دیتا ہے۔

۶۔ چھٹا قاعدہ ذکر ہے اور ذکر کے معنی غیر حق سے اختیاری طور پر منہ موڑنا ہے۔ پروردگار عالم فرماتا ہے۔ "واذکر اذا نسیت"

ذکرِ معجونِ معنوی ہے جو اثبات و نفی سے مرکب ہے اور وہ لاالہ الااللہ ہے لاالہ سے مراد وہ فاسد مواد ہے۔ جو نفسِ امارہ کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک روح کی زنجیر اور دل کے لئے بندِ گراں ہے۔ یہ ذکر سے ناپید ہو جاتے ہیں اور دل، جو محلِ بارگاہِ کبریا اور مطلعِ آفتابِ فردانیت ہے، ظلمات سے پاک ہو جاتا ہے۔ ذکرِ الٰہی سے روحانی بندشوں اور قلبی بیماریوں سے نجات ملتی ہے اور ذاکر شواہدِ جمالِ حق میں محو ہو جاتا ہے۔

۷۔ ساتواں قاعدہ توجہ ہے۔ یعنی سالک بجز حق کسی محبوب و مطلوب کی طرف متوجہ نہ ہو اور لحظہ بھر کے لئے اس سے غافل نہ رہے، مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

یک لحظہ زکوئے یار دوری　　　　در مذہبِ عاشقاں حرامست

۸۔ آٹھواں قاعدہ صبر ہے۔ صبر حظوظِ نفسانی کو ترک کرنا اور مجاہدات، عبادات اور ریاضات میں ثبات و استقامت ہے۔ صبر نفس کو مالوفات اور محبوبات سے روکتا ہے اور یہ تصفیہ قلب اور تزکیہ روح کے لئے بہتر ہے۔

۹۔ نواں قاعدہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ میں سالک حصولِ مطلوب کا متوقع ہوتا ہے اور یوں باطنی تصفیہ و نفسانی تزکیہ کے بعد مواہبِ الٰہیہ کے انفتاح کا امیدوار ہو کر انوارِ الٰہی سے اپنے مردہ دل کو مجاہدات اور مشاہدات سے حیاتِ ابدی دے کر دل کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔

۱۰۔ دسواں قاعدہ رضا ہے یعنی اپنی رضا و خوشنودی سے محبوب کی رضا میں داخل ہونا۔ اس منزل میں سالک اوصافِ ربانی سے متصف ہوتا ہے اور انوارِ قدوسی سے تابدار ہو کر فضائے لاہوتی میں پرواز کرتا ہے۔

رسالہ مکارم الخلاق میں رذائل اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے نہایت ہی عمدہ پیرائے میں ان کا علاج بتایا ہے۔ آپ کے نزدیک رؤس رذائل سات ہیں۔

بخل، غصہ، لالچ، حقد، شہوت، کبر اور حسد۔

آپ فرماتے ہیں۔

ای عزیز بدانکہ رؤس ذمایم ہفت است:۔

یکی بخل و دوم خشم و سوم آز — چہارم حقد، پنجم شہوت و باز
ششم کبر و حسد بہ ہفت یار ت — کہ ازیں یاران خلل گیرد کارت

اگر انسان اخلاقی تربیت حاصل کرے تو ذمایم ختم ہو جاتے ہیں اور اخلاق حمیدہ ظہور میں آتے ہیں لیکن اس کے لئے مردانِ کامل کی صحبت شرط ہے۔

کمال از صحبت مرداں تواں یافت — دُر از دریا و لعل از کان تواں یافت
دلا در صحبتِ اہل صفا باش — چو صحبت یافتی اہلِ وفا باش

اپنی کتاب ذخیرۃ الملوک، رسالہ مکارم اخلاق اور رسالہ در علم قیافہ میں انسانی اعضا و جوارح کے تناسب پر شاہ ہمدانیؒ نے بہت زور دیا ہے سالک اور مرشد دونوں کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے اعضا، جوارح، شکل و صورت علم قیافہ و فراست کے منافی نہ ہوں۔ دنیا طالبانِ حقیقت کا بازار ہے اور اس کی قدر صرف مخلصان ہی جانتے ہیں۔

آپ کے نزدیک درویشی تین چیزوں سے عبارت ہے۔

۱۔ مراتبِ تجلیات و عرفان
۲۔ حقائقِ ذات و صفات
۳۔ لطایف سبعہ مغیبات

سید ہمدانیؒ درویش کا تمام تر کمال یہ چاہتے ہیں کہ وہ اخلاق الہیہ اور تجلیات صفاتی کا مظہرِ کامل بن جائے[1]۔

---

[1] رسالہ کشف الحقائق۔ برگ ۲۳۲ الف

شاہ ہمدانیؒ تصوف میں شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ سے کافی حدتک متاثر ہیں اور ان کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ پوری کائنات کا مدار قطب یا غوث پر ہے، نظام کائنات میں اوتاد، عمد، اخیار اور اقطاب اہم ترین رکن ہیں جب تک ان کا وجود ہے وظیفہ قطبیہ،

لاالٰہ الااللہ

جاری ہے اور جب تک دنیا میں کلمۂ توحید صدق دل سے کہنے والا موجود ہے دنیا بھی قائم رہے گی بقائے کائنات، حیات غوث و قطب سے وابستہ ہے۔ اس قسم کے مطالب آپ نے کتاب حل الفصوص میں قلمبند کیے ہیں۔

آپ رسالہ واردات میں تحریر فرماتے ہیں کہ صدق یہ ہے کہ سالک جو کچھ رکھتا ہے وہی دکھلائے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ وہ حق کے ماسوا ہر چیز سے بے نیاز اور مبرا ہو۔

تسلیم دل کو اپنی ذات سے بے نیاز کرتا ہے اور تفویض علت کار کو صانع مطلق اور حکیم کل کے سپرد کرتا ہے۔ درویش کا نفس جفا و آزمائش کی چکی میں قطب کی مانند ہے اور اس کا لباس خوف و رجا اور مرکب عزم و وفا ہے۔ اسی طرح اس کا جوہر حلم و حیا ہے۔ صلاح، صبر و صفا اور کمال تسلیم و رضا ہے اور اس کا وجود بلاؤں اور آزمائشوں کے تیروں کا نشانہ بنتا ہے۔ رجا سے امن و ایمان کا حصول ہوتا ہے احزان سے انبساط اور تسلیم و رضا سے روحانی وصال ملتا ہے۔ قضا و قدر کے خازن جب سفرۂ عطا بچھاتے ہیں تو ہر وارد کی استعداد کے مطابق عطا و بخشش ہوتی ہے۔ اس خوانِ نعمت سے شیخ خرقانیؒ کو درو عنایت ہوا کہ جس کی بقا، مابقائے الٰہی ہے۔ اور ہمدانیؒ کو وہ خزانہ عنایت ہوا جو انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔

جو کوئی خلعتِ سعادت کا طالب ہے اُسے رسمی عادات چھوڑنی چاہئیں جو اس بارگاہ کا آرزو مند ہے اس کا نادر متاع "خود آگاہ دل" ہے اور اس کی بنیاد قلب بیدار ہے۔

ولی وہ ہے جو تعلقاتِ دنیوی سے بے نیاز ہو، جیساکہ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:-

زیر چرخ کبود غلام ہمت آنم،
کہ ہرچہ تعلق رنگ پذیرد آزاد است

سالک کا گوشۂ دل انوارِ الٰہی سے فروزاں ہو۔ تبھی وہ اسرار کو پا سکتا ہے شاہ ہمدانؒ کا یہ دعویٰ ہے کہ اسرارِ حقیقت ان پر منکشف تھے چنانچہ ایک موقع پر آپ دعائیہ انداز میں فرماتے ہیں۔

وای پیدا کنندہ گنجہای حقایق و معانی
ای علیمی کہ مشکوفات سرایر بر ضمایر عیانی

بارالٰہا جس نے کلیدِ رحمت سے خزانۂ رحمت کے دروازے کھولے ہیں اپنے فضل کے تصدق میں گمشدگان راہ کے دلوں سے دنیاوی محبت کے پردے ہٹا دے اور اپنی رحمتیں ہمارے شاملِ حال رکھ، وادیٔ حرماں کے راہیوں کو دولتِ ایمان سے نواز۔ قبر کے وحشتناک اندھیروں میں عفو و کرم اور فیضانِ رحمت سے بندہ کا مونس ہو ہمیں اپنے دامنِ عافیت میں رکھ اور روزِ نشور ہمارے بُرے عملوں سے ہمارے چہروں کو سیاہ نہ کیجیو [۱]

---

[۱] رسالہ واردات ابرگ ۳۸۷ الف، ۳۸۹ ب

آدابِ خلوت

شاہ ہمدانؒ نے کتنے چلّے کاٹے، اس کے متعلق کوئی اعداد و شمار نہیں ملتے، خلاصۃ المناقب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۷۷۳ھ ہجری میں رجب سے رمضان المبارک کے آخر تک یعنی تین ماہ ختلان میں خلوت نشین رہے۔ شاہ ہمدانؒ کے چلّوں کے آداب کیا تھے، نورالدین یا ان کے کسی سوانح نگار نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا، لیکن چونکہ آپ شیخ رکن الدولہ والدین علاءالدولہ سمنانیؒ کے تین مریدوں ابوالبرکات اخی علی دوستیؒ، شیخ محمود مزدقانیؒ اور شیخ نجم الدین محمد اذکانیؒ کے تربیت یافتہ تھے، اس لئے آپ کا طریق اربعین وہی ہو سکتا ہے جو شیخ رکن الدین سمنانیؒ کا تھا۔ رسالہ ریشی نامہ میں شیخ مذکور کی سند اور کبرویہ سلسلہ کے آدابِ خلوت گزینی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ خلوت گزینی کے لئے تنگ و تاریک حجرہ ہو جہاں پہ بیرونی دنیا سے قطعاً کوئی رابطہ، واسطہ اور تعلق نہ ہو سکے، سالک صرف تجدید وضو یا نماز باجماعت ادا کرنے کے باہر آئے۔ جب وہ باہر آئے تو سر جھکائے ہو اور کسی طرف نگاہ نہ اُٹھائے اور ادائیگی فرائض کے بعد پھر خلوت میں چلا جائے۔

۲۔ سالک ہمیشہ باوضو رہے۔

۳۔ سالک ہمیشہ خاموش رہے، شیخ کے سوا اور کسی سے گفتگو نہ کی جائے اور یہ بات چیت بھی واقعات کے انکشاف اور حلِ مشکلات کے لئے ہو۔

۴۔ سالک خلوت میں ہمیشہ روزہ رکھے لیکن رات کو اتنا نہ کھائے کہ گرانی محسوس ہو اور نیند طاری ہو جائے اور سعادتِ ذکر سے محروم رہے اور نہ ہی اتنا کم کھائے کہ کمزور ہو جائے اور سگ نفس اپنی اشتہا سے "خاطرات" کی پریشانی کا باعث ہو۔ اپنے کاموں میں اعتدال ملحوظ خاطر رکھے کیونکہ حضور کا فرمان ہے خیر الامور اوسطھا۔

۵۔ دوامِ ذکر کرے یعنی ہمیشہ اس کی زبان پر لا الہ الا اللہ جاری رہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ اس طرح دل پر جاری و ساری ہو کہ تمام اعضاء ذکر سے متاثر رہیں۔

۶۔ تشویشات اور پریشان خاطری کی نفی کی جائے۔

۷۔ محبت اور ارادت سے پوری توجہ شیخ کی طرف مبذول کرنا بڑا کٹھن کام ہے۔ اگر ارادت میں کمی ہو تو شیاطین کے لشکر غالب آ جاتے ہیں۔ اگر کبھی ایسا خلل واقع ہو تو سالک کو چاہیئے کہ وہ فوراً غسل کرے اور دوگانہ ادا کرنے کے بعد رب العالمین سے حلِ مشکلات کے لئے دعا مانگے۔

۸۔ کمالِ ادب یہ ہے کہ شیخ سے روگردانی اور اس پر معترض ہونے سے اعراض کرے ارشاد المریدین میں آخری تین شرائط اس طرح ہیں۔

۶۔ سالک کو چاہیئے کہ نفی خواطر کرے تاکہ آئینۂ دل کثافتِ اغیار سے پاک ہو اور جمالِ محبوب کا عکس مشاہدہ ہو سکے۔ یہ آداب ابراہیمی میں سے ہے۔

۷۔ رابطۂ قلب:۔ شیخ سے قلبی طور پر رابطہ رہے۔ یہ آداب یونس میں سے ہے۔

۸۔ ترک اعتراض بر خدا۔ یہ دوام رضا میں سے ہے۔

نورالدین جعفر بدخشیؒ نے خلاصۃ المناقب میں شاہ ہمدانؒ کے حوالے سے[1] ولایت عام کے متعلق یہ تو لکھا ہے کہ استادان طریقت نے تعین کیا ہے کہ حضور ختمی الرسل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون سے اعمال و اقوال ولایت خاصہ کے ظہور کا موجب ہیں مگر نورالدینؒ نے ان کی وضاحت نہیں کی، البتہ سید طائفہ شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ حصولِ ولایت کے لئے مندرجہ ذیل آٹھ اصول مدِ نظر رکھنے لازمی ہیں۔

۱۔ عوام سے کنارہ کشی، یعنی خلوت اختیار کرے۔

۲۔ ہمیشہ کامل طور پہ باوضو رہے۔

۳۔ ہمیشہ روزہ رکھے اور تقلیت طعام سے افطار کرے۔

۴۔ خالقِ انام کے ذکر کے ماسوا سکوت اختیار کرے۔

۵۔ اللہ ذوالجلال کا دوامِ ذکر کرے۔

۶۔ اچھے اور برے خیال و تصور کی نفی کرتا رہے۔

۷۔ شیخ موصوف بصفات عظام سے رابطۂ قلب برقرار رکھے۔

۸۔ خدائے ذوالجلال والاکرام پہ کبھی بھی معترض نہ ہو۔

ذاکر چونکہ خلوت میں خدائے جلیل کا جلیس ہے اس لئے ادب کی تمام تر شرائط کی پاسداری اس پہ لازم ہے اسی طرح جب وہ خلوت میں جائے تو ہمیشہ قبلہ رُخ دو زانو یا گرہ زانو ہو کر بیٹھے اور دس بار یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

چالیس بار یہ پڑھے۔ یا خیر الفاتحین

---

[1] خلاصۃ المناقب: برگ ۲۹ ب، ۳۰ الف

پھر وہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے، بعد ازاں یہ دُعا پڑھے۔

"رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ وَ تَوْفِیْقِ طَاعَتِکَ وَاجْتِنَابِ مَعْصِیَتِکَ یَارَبِّ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اس کے بعد سالک شیخ سے مدد طلب کرے اور لا الہ الا اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اسی طرح ادائے ذکر کی بھی کیفیتیں ہیں۔

۱۔ سر ناف کے برابر نیچا کرے کلمہ "لا" کہے پھر دائیں طرف سر اُٹھائے اور مدّ طویل کے ساتھ الہ کہے۔ اِلاّ کہنے میں پھر سر دائیں طرف کرے اور لمبا کر کے اللہ کہے۔ سر کا رخ دل کی طرف ہو، یہ کلمات متصل کہنے چاہئیں شاہ ہمدانؒ ایک سانس میں ایک بار "ذکر" کی ہدایت کرتے تھے اور ذکرِ خفی پر زور دیتے تھے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ ذکر اس طرح کیا جائے کہ اس کی حرارت تمام بدن میں جاری و ساری ہو۔ جب سلطان الاذکار کا ظہور ہوتا ہے تو تمام ذمیمہ و مالغہ صفات نفی ہو جاتی ہیں لیکن دوامِ ذکر و حضور شرط ہے وہ بھی اس انداز سے کہ

"اللہ گفتن باشد عین اللہ دیدن	اللہ کہنا حقیقتِ الٰہ دیکھنے کے
یا از چشم خون چکانیدن یا آب	مترادف ہو یا آنکھ سے خون رونا
ریزانیدن یا بتکلف وجد پیدا	یا آنسو بہانا یا تکلف سے وجد
کردن زیرا کہ اگر چہ وجد نباشد	کرنا کیونکہ اگر وجد کی کیفیت نہ
چون بتوجد عادت کند از راہِ	بھی ہو تو کوشش سے جب عادت

صدق و اخلاص، ہر آئینہ حق تعالیٰ گمان اور راست گرداند۔"	ڈالے گا تو صدق و اخلاص کی وجہ سے یقیناً حق تعالیٰ اس کا معاملہ درست فرمادیں گے۔

شاہ ہمدانؒ کا نظریہ ہے کہ توحید کا بھی ظاہر و باطن ہے اور اس کا ظاہر زبان سے کلمہ توحید یعنی لا الہ کہنا اور باطن معرفت کا حصول ہے، مگر اس کی چار شرطیں ہیں۔ طہارت، توکل، توبہ اور عدل

پھر ان چار کے بھی ظاہر و باطن ہیں۔

یعنی طہارت کا ظاہر یہ ہے کہ اعضاء و جوارح پاک ہوں اور سالک باوضو رہے۔ اسی طرح اس کا باطن یہ ہے کہ دل ہر قسم کے گناہوں کی آلائشوں اور دینی کدورتوں سے پاک ہو اور دوام ذکر سے مطہر و مصفار رہے۔

دوسرے رکن یعنی توکل کے ظاہر و باطن خلوت اور صوم ہیں۔ یعنی خلوت ظاہری حیثیت سے وہ سب الگ تھلگ بے نیاز ہے۔ صوم یعنی روزہ اس کا باطن ہے جو طلبِ غذا نہیں کرتا۔

تیسرا رکن توبہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن صمت (خاموشی) اور نفیٔ خواطر، صمت یہ کہ زبان کو غیر حق کے ذکر سے پاک رکھے۔ نفیٔ خواطر یہ ہے کہ دل میں اس کی ذات کے سوا اور کسی کا خیال نہ آئے۔

چوتھا رکن قسط (عدل) ہے اس کے ظاہر و باطن یہ ہیں۔

۱۔ دل کا شیخ کی روحانیت سے رابطہ۔

۲۔ مقادیر حق پر اعتراض کا ترک کرنا۔

شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے لازمی ہے کہ ہر پنجشنبہ بادو شنبہ کو اور ہر مہینے کے ایام بیض میں روزہ رکھے۔ اسی طرح شبِ جمعہ صلواتِ

وتسبیح پڑھے اور تہجد کے وقت اور ہر روز قرآن مجید کا ساتواں حصّہ قراءت کے ساتھ پڑھے۔ سالک طلوع و غروب کے وقت خلوتخانہ میں قبلہ رُو بیٹھ کر ذکر خفی کرے اور روزہ کے افطار میں عجلت سے کام لے اور مغرب و عشا کے درمیان بھی ذکر میں مشغول رہے۔

اگر قضا یا نیت کا روزہ نہ ہو اور دن کے وقت کوئی عزیز افطار کی التماس کرے تو قبول کرلے کیونکہ اس میں ثواب ہے۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ صبح کے وقت یہ دُعا پڑھے۔

"اللّٰھمّ انّی اشھدك واشھد ملائکتك وانبیاء رسلك وجمیع خلقك بانك انت اللّٰہ لاالہ الا انت الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر وان محمّد عبدك ورسولك اللّٰھمّ ان احیتنی فی ھذہ الیوم"۔

اسی طرح شام کے وقت سالک یہ دعا پڑھے۔

"فی ھذہ اللیل فاحیتنی فی صحۃ وعزۃ وعافیۃ من کل بلیۃ صوریۃ ومعنویۃ وان توفیتنی توفنی الیك مسلمًا غیر مفتون والحقنی بالصالحین برحمتك یا ارحم الراحمین"[1]۔

خلاصۃ المناقب میں ایک اور دُعا کا نام آتا ہے جو آپ صبح و شام اور سفر و حضر میں اکثر و بیشتر خود پڑھتے تھے اور اپنے مریدوں کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ یہ ایک طویل دُعا ہے جو "حرز یمانی" یا "دعائے سیفی" کے نام سے مشہور ہے خلاصۃ المناقب میں تو دعا درج نہیں البتہ کتاب حرز الامان من فتنۃ الزمان میں یہ دُعا موجود ہے۔

---

[1] رسالہ ذکریہ، برگ ۲۸۷ الف

شاہ ہمدانؒ کی تصانیف

شاہ ہمدانؒ صرف ریاضت و مجاہدے کرنے والے صوفی ہی نہیں تھے بلکہ آپ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ایک زاہد شب بیدار، مرشد باکمال، مبلغ و مصلح باعمل اور ایک اچھے معلم، بہترین رہبر، صاحب قلم انشاپرداز اور اوسط درجے کے عرفانی شاعر تھے۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود شاہ ہمدانؒ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ پورے انہماک سے جاری رکھا۔ آپ کی فارسی اور عربی کتابوں اور رسالوں کی تعداد سو سے یقیناً متجاوز ہوگی تحائف الابرار میں حضرت کے رشحات قلم کا شمار ایک سو ستر مرقوم ہے، آپ کے مجمل اور مفصل رسالے جو دستیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد تراسی کے قریب ہے۔ ان میں بیس رسائل عربی میں ہیں اور باقی ۶۳ فارسی میں۔ آپ کے یہ جواہر پارے ایران، برصغیر پاک و ہند اور یورپ کے مشہور کتابخانوں میں موجود ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سب سے اہم کتاب ذخیرۃ الملوک ہے۔

رسالہ مشارب الاذواق۔ رسالہ اصطلاحات الصوفیہ۔ غایۃ المکان فی درایۃ الزمان۔ مرآۃ التائبین۔ مکتوبات امیریہ، اور رسالہ نوریہ زبان کی سادگی اور بے ساختگی کے لحاظ سے بڑی اہم کتابیں ہیں مطالب کی گہرائی۔

طرزِ ادا کی دلنشینی کی وجہ سے فارسی ادب کا گرانمایہ سرمایہ ہیں۔ اسی طرح رسالہ شرح مشکل حل، رسالہ واردات اور رسالہ مناجات، جس میں خواجہ عبداللہ انصاریؒ کے مناجات نامہ کی طرز پر انسانی بے بضاعتی اور کم مائیگی اور خدائے عظیم کی قدوسیت و جبروتیت کا ذکر آتا ہے، بڑے پُر اثر انداز میں لکھی گئی ہیں۔

رسالہ مودۃ القربیٰ، اربعین اور السبعین فی فضائل امیر المؤمنین ان حدیثوں کے مجموعے ہیں جن میں اہلِ بیتِ کرام کے فضائل پائے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ محبت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اوراد فتحیہ ان دعاؤں کا مجموعہ ہے جو سید ہمدانیؒ نے مختلف وقتوں میں مختلف بزرگوں سے جمع کی ہیں۔ رسالہ فتوتیہ میں مقامِ فقر، اخوت و فتوت کے احکام مرقوم ہیں۔ اسی طرح رسالہ منامیہ میں رؤیا اور اس کی اہمیت و اثر کی کیفیت لکھی ہے، عوام کی توجہ اپنی تصانیف کی طرف مبذول کروانے کے لیے شاہ ہمدانؒ کے یہ الفاظ بانگِ دہل کا کام دیتے ہیں۔

"وقتی دیگر فرمودند در حالتِ غیرت کہ مرا درین روزگار کسی نشناخت ولکن بعد از فوت من بعد سال طالبان پیدا شوند کہ از رسائل من فوائد گیرند و قدر من بشناسند"[1]

شاہ ہمدانؒ کی بیشتر کتابوں کے موضوع سیاست مدنی، فلسفہ کلام، تصوف و عرفان اور شریعت اسلام ہیں۔ آپ کی تحریر موثر اور سوز گداز میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح آپ کی تصانیف میں آپ کا رنگِ خطابت نمایاں ہے۔ آپ اپنی بات کو عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ کی کتابیں مغلیہ دور سے قبل درس میں شامل رہی ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ہر مسئلہ کو اچھی

---

[1] خلاصۃ المناقب، برگ ۲۵ الف

طرح ذہن نشین کروانے کے لئے دو سے پانچ تک رسالے مخصوص کئے ہیں، بطور مثال یہاں ہم شاہ ہمدانؒ کے چیدہ چیدہ عنوانات کے ضمن میں لکھے ہوئے رسالوں کے نام ذیل کے گوشوارہ میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قرآنی مطالب

۱۔ الناسخ والمنسوخ فی القرآن۔ ۲۔ احکام القرآن۔ ۳۔ تفسیر حروف المعجم۔ ۴۔ شرح اسماء الحسنیٰ۔ ۵۔ فرہنگ در مفردات قرآن۔

۲۔ احادیث

۱۔ المودۃ القربیٰ۔ ۲۔ روضۃ الفردوس۔ ۳۔ اربعین امیریہ۔ ۴۔ اربعین فی فضائل امیر المومنین۔ ۵۔ سبعین فی فضائل امیر المومنین۔

۳۔ رسالت

۱۔ اسناد حلیہ حضرت رسولؐ۔ ۲۔ اسرار وحی۔ ۳۔ انسان الکامل یا روح الاعظم

۴۔ اوراد وادعیہ

۱۔ اوراد فتحیہ۔ ۲۔ رسالہ الاوراد۔ ۳۔ رسالہ ذکریہ۔ ۴۔ ادعیہ فارسی۔

۵۔ تصوف وعرفان

۱۔ آداب المریدین۔ ۲۔ سیر الطالبین۔ ۳۔ منازل السالکین۔

۶۔ فقر وفتوت

۱۔ رسالہ فقریہ۔ ۲۔ رسالہ فتوتیہ۔ ۳۔ رسالہ درویشیہ۔ ۴۔ فصل الفقر و بیان حالات الفقراء۔ ۵۔ صفۃ الفقراء

۷۔ اسرار ورموز

۱۔ اسرار النقطہ۔ ۲۔ عقبات۔ ۳۔ منامیہ، ۴۔ ہمدانیہ۔ ۵۔ داؤدیہ

۸۔ اخلاقیات

۱۔ تلقینیہ، ۲۔ منہاج العارفین۔ ۳۔ مکارم اخلاق۔ ۴۔ دہ قاعدہ ۵۔ اعتقادیہ

۸۔ حقیقت ایمان۔

۹۔ اصطلاحات

۱۔ اصطلاحات الصوفیہ ۲۔ چہل مقام صوفیہ ۳۔ منازل السالکین۔

۱۰۔ صحت و طب

۱۔ آداب سفرہ ۲۔ رسالہ در طب

۱۱۔ توبہ و انابت

۱۔ رسالہ التوبہ ۲۔ مرآۃ التائبین۔

۱۲۔ واردات و خاطرات

۱۔ رسالہ خواطریہ ۲۔ مناجات ۳۔ واردات امیریہ

۱۳۔ حکمت عملی و نظری

۱۔ ذخیرۃ الملوک

۱۴۔ عقل و فراست

۱۔ فراستنامہ ۲۔ عقلیہ۔ ۳۔ انسان نامہ

شاہ ہمدانؒ کے یہ تخلیقی شاہکار اپج اور ندرت بھی رکھتے ہیں اور تقلید و استفادہ بھی ہیں مثلاً رسالہ اسرار النقطہ موضوع و بیان کے لحاظ سے بالکل انوکھی تصنیف ہے جس میں انہوں نے عارفانہ ابتکار کو پیش کیا ہے۔ اسی طرح رسالہ مرآۃ التائبین، عقبات اور ذخیرۃ الملوک بیدؔ کی طبع خلاق کی آئینہ دار ہیں وہ رسالے جن میں تقلیدی جھلکیاں نمایاں ہیں، مندرجہ ذیل ہیں۔ ان میں تلخیصات اور تراجم بھی شامل ہیں:۔

۱۔ رسالہ منازل السالکین

جو خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی منازل السائرین کے انداز میں ہے۔

۲۔ واردات

جو خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی مناجات کا دلپذیر انداز لئے ہوئے ہیں۔

۳۔ اختیارات منطق الطیر

یہ رسالہ شیخ فریدالدین عطارؒ کی منطق الطیر کا خلاصہ ہے۔

۴۔ رسالہ خواطریہ

شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی فتوحات المکیہ اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی فوائح الجمال سے ماخوذ ہے۔ موخر الذکر بزرگ سے اقتباس کا فاضل مصنف نے اعتراف بھی کیا ہے۔

۵۔ رسالہ عقلیہ

امام غزالیؒ کی کتاب احیاء علوم الدین سے ماخوذ ہے۔

۶۔ آداب المریدین

شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے رسالہ صفۃ الآداب کی فارسی تلخیص ہے۔

۷۔ حل الفصوص

شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی فصوص الحکم کا فارسی زبان میں خلاصہ ہے۔

۸۔ مشارب الاذواق

ابوحفص عمر ابن الفارض المصریؒ کے قصیدہ خمریہ کی فارسی شرح ہے۔

۹۔ اوراد فتحیہ

اس رسالہ میں آپ نے ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ سے ماخوذ اذکار جمع کیے ہیں۔

شاہ ہمدانؒ کے فارسی رسائل

۱۔ ذخیرۃ الملوک

یہ شاہ ہمدانؒ کی سب سے اہم، مفصل اور مبسوط تصنیف ہے جو دستبردِ زمانہ سے محفوظ و مامون رہی ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے دنیا کے مختلف کتابخانوں میں موجود ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اس کا جو نسخہ ہے وہ ناقص الآخر ہے۔ اُسے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف کاتبوں کی تحریر کے باوجود مکمل نہ ہو سکا۔ بوڈلین لائبریری۔ آکسفورڈ کا نسخہ بہت احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ بدقسمتی سے اس کی تاریخ کتابت درج نہیں۔ اس کے حواشی پر ترمیم و تصحیح بھی کی گئی ہے اور ہر صفحہ کا حاشیہ سنہری اور پہلا صفحہ طلائی ہے۔ اسی کتابخانہ میں ذخیرۃ الملوک کا ایک اور نسخہ بھی موجود ہے جسے عبدالرحیم بدخشی نے ۴ جمادی الاول ۱۰۳۰ ہجری میں احمد آباد (گجرات) میں کتابت کیا تھا۔

کتابخانہ ملی تہران میں ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف کی وفات سے تقریباً دو سو سال بعد شعبان ۹۷۶ھ ہجری میں کتابت ہوا، اسی کتابخانہ کا ایک اور نسخہ ۹۰۷ھ ہجری کا تحریر کردہ ہے۔ علاوہ ازیں اس کے تین قلمی نسخے کتابخانہ مرکزی

دانشگاہ تہران میں موجود ہیں۔

بانکی پور لائبریری کا خط نستعلیق کا لکھا ہوا نسخہ بہت خوبصورت ہے اس میں عربی عبارات خط نسخ میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس نسخہ کا سال کتابت ۹۶۸ھ ہجری ہے۔ ذخیرۃ الملوک کے تین نسخے کتابخانہ آیا صوفیہ استنبول میں، چار نسخے کتابخانہ برلن میں اور چار نسخے انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ سلطان ٹیپو کی لائبریری میں بھی تھا۔

اسی طرح اس کے قلمی نسخے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری اور پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

آقائے علی اصغر حکمت ذخیرۃ الملوک کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یکی از آثار لطیفہ نثر فارسی کہ در قرن ہشتم ہجری۔ کتابی است بنام ذخیرۃ الملوک کہ ہنوز در پردۂ اختفا مستور میباشد وچوں شاہدان خوبروی درگوشہ کتبخانہا چہرۂ زیبای خود را از دیدۂ عاشقان معرفت پوشیدہ است[۱]۔

فاضل موصوف کے خیال میں یہ کتاب اہل علم کی نظروں سے اوجھل رہی پتہ نہیں کہ انہوں نے یہ بات کیسے لکھ دی ہے۔ حالانکہ ذخیرۃ الملوک ۱۳۲۱ ہجری میں مطبع افغانی امرتسر سے نیاز علی خان نے شائع کر دی تھی اس کے باوجود فاضل موصوف اس کتاب سے بے خبر رہے۔ اس گرانمایہ ادبی شاہپارہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اب تک چار مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

۱۔ یغما، شمارہ ہشتم، سال چہارم، ص ۳۴۳۔

۱۔ ۱۳۳۳ھ ہجری میں غلام قادر کی سعی و کاوش سے "منہج السلوک" کے نام سے اس کا اُردو ترجمہ کشمیری بازار لاہور سے طبع ہوا۔[1]

۲۔ ۱۸۵۳ء میں اس کا لاطینی ترجمہ ارنسٹ فریڈرک اور کارل روزنلم نیلر نے شائع کیا تھا۔[2]

۳۔ ۱۸۲۹ عیسوی میں اس کا فرانسیسی ترجمہ موسیو سالیوین نے شائع کیا تھا۔[3]

۴۔ اسی طرح ایک ترک فاضل مصطفیٰ بن شیبان متخلص بہ سروری نے اسے ترکی زبان کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔[4]

ذخیرۃ الملوک کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب بادشاہوں کے لئے لکھی گئی تھی اور اس میں ایک عارف اور مخلص درویش نے فرمانرواؤں کو ایسی پند و نصائح کی ہوں گی جو آئین جہاں بانی میں ان کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دیتی ہوں گی۔ لیکن اس میں اسلام و ایمان کے بنیادی عقائد، صوفیانہ اخلاق اور درویشانہ مسلک پر بھی بحث و تبصرہ بھی آگیا ہے۔ کتاب کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"حمد بسیار و ثنای بیشمار حضرت ملکی را کہ اسباب معاش سکان خطۂ ملک دنیوی را بہ تمہید قانون سیاست حکمی نظام داد و حکیمی کہ عرصۂ ملک معنوی را باستحکام قواعد مکارم اخلاق و محاسنِ اوصاف بنائی انتظام نہاد۔"

---

[1] یہ کتاب پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ [2] ۔ [3] کشیر ج ۱ ص ۹۰

[4] حاجی خلیفہ کشف الظنون مطبوعہ لندن ج ۳ ص ۳۲۹، ترجمہ ذخیرۃ الملوک، سروری، کتابخانہ آیا صوفیہ، (جدول و سر لوحہ سرخ) ص ۱۷۲ : ۲۸۵۸، ۲۸۵۹

فاضل مصنف نے کتاب تصنیف کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ سلاطین و حکام متمنی تھے کہ میں کچھ تحریر کروں مگر تصرفاتِ زمانہ کی وجہ سے کتابت معرضِ التواء میں پڑتی رہی بالآخر ایک معتقد کی پُر زور التماس پر میں نے لکھنے کا مصمم ارادہ کیا تو یہ کتاب معرض وجود میں آئی[1]۔

کتاب کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مصنف نے یہ صراحت کی ہے۔

"ایں کتاب را بحکم باعث اصلی ذخیرۃ الملوک نام کردہ شدہ است امید کہ بحضرت ذوالجلال واثق است کہ آنرا ذخیرہ سعادت ابدی و وسیلہ حصول سرمدی ہر خوانندہ و نویسندہ و عمل کنندہ گرداند"[2]

کتاب کا مقصد قارئین کرام کو معرفتِ الٰہی، دین حقانی اور اوامر و نواہی سے روشناس کرانا اور انہیں فرائضِ انسانی، لوازم جہانبانی اور آئین حکمرانی سکھانا ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کئی حصول پر منقسم ہے۔

۱۔ پہلے باب میں ایمان کی شرائط و احکام کی جزئی تفاصیل پر بحث کی گئی ہے مثلاً ایمان کا کمال کیا ہے۔ نیز ایک بندہ ابدی عذاب سے کیونکر نجات پاتا ہے اور اُسے نعیم سرمدی کی لذت کا دائمی حصول کیونکر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا باب حقوق عبودیت کی ادائیگی کے بارے میں ہے اور یہ تین حصوں پر منقسم ہے۔

قسم اول۔ اس میں عبادات کی فرضیت اور نماز کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔

قسم دوم: اس میں زکوٰۃ کے آداب و شرائط کے علاوہ ان احادیث کا بیان ہے جو اس کے اسرار، حقائق و معانی سے متعلق ہیں۔

---

[1] ذخیرۃ الملوک، ص ۱۔ [2] ایضاً، ص ۲

قسم سوم: اس میں روزہ کے حقائق و آداب کے علاوہ ان احادیث کا بیان ہے جو اس کے معانی و اسرار کے بارے میں منقول ہیں۔

۳۔ تیسرا باب:۔ اس میں مکارمِ اخلاق اور حسنِ خلق کا ذکر ہے، اس میں رحم و دیانت، صبر و سخا کے فضائل، بخل، کذب اور ظلم کے عیوب مذکور ہیں۔ حاکم یا بادشاہ کے لئے خلفائے راشدین کی سیرت پہ عمل پیرا ہونا لازمی ہے، کیونکہ وہی سلاطین اسلام کے پیشوا، حکام کے مقتدی اور عوام کے بادشاہ کہلانے کے مستحق ہیں جو ان کی سنت پہ گامزن ہیں۔

۴۔ چوتھا باب:۔ یہ مفصل حصّہ ہے اور اس میں والدین، میاں و بیوی، اولاد و خدام اقرباء اور احباء کے بارے میں فقہی مسائل کا ذکر آیا ہے۔ یہ فصل پانچ حصوں پہ مشتمل ہے۔

قسم اوّل:۔ والدین کے حقوق۔
قسم دوم:۔ نکاح کے آداب، بیوی کے شوہر پہ اور شوہر کے بیوی پہ حقوق
قسم سوم:۔ اولاد کے حقوق
قسم چہارم:۔ خادم، غلام اور ماتحول کے حقوق
قسم پنجم:۔ شرفِ صحبت، اخوت کے حقوق اور صداقت کی شرائط۔

۵۔ پانچویں باب میں صوری سلطنت، ولایت اور امارت کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے شرائط بادشاہی اور فرائض حکومت تفصیلاً گنوا کر بادشاہ کے حقوق رعایا پہ اور رعایا کے حقوق بادشاہ پہ بیان کئے ہیں اور آخر میں غیر مسلم رعایا کے بارے میں حکام کی ذمہ داریاں بیان کی ہیں۔

۶۔ چھٹے باب میں معنوی سلطنت، خلافت انسانی کے اسرار، روحانی سیاست کی کیفیت، جسمانی مملکت کی بہتری و بگاڑ کی توضیح تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

نیز حواس خمسہ کے اعمال وکارگزاری کا تجزیہ کر کے منطقیانہ استدلال سے جسمانی لذائذ کی خرابیاں بتائی گئی ہیں اور ان کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے جو روحانی تقویت کے لئے ضروری ہیں۔

۷۔ ساتویں باب میں فاضل مصنف نے امر معروف، نہی عن المنکر، ان کے فضائل شرائط وآداب پر بحث کی ہے۔ اور ان عادات ورسوم کا ذکر کیا ہے جو عوام کے درمیان متداول ومتعارف ہیں۔ ان کے نزدیک منکرات سے منع کرنا فرض عین ہے۔ اس ضمن میں مصنف نے اسلامی سلطنت میں محکمہ احتساب کے فرائض بیان کئے ہیں ہماری نگاہ میں عنوان ومطالب کے لحاظ سے یہ باب نہایت اہم ہے۔

۸۔ آٹھویں باب میں اللہ کی نعمتوں پر شکر کی حقیقت، حضرت صمدیت کے بندوں پر انعام واکرام، بالخصوص ملوک وحکام پر افضال خداوندی کا ذکر کیا گیا ہے۔

۹۔ نویں باب میں صبر کی حقیقت اور اس کی اقسام وفضائل بیان کئے گئے ہیں۔ فاضل مصنف کے خیال میں دنیوی مصائب، ولایتِ سلطنت کے لوازم امور میں سے ہیں۔

۱۰۔ دسویں باب میں تکبر، غضب کی مذمت اور تواضع کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

مصنف موصوف نے ہر نکتہ کی وضاحت وصراحت کے لئے احادیث نبوی سے استناد، آیاتِ کلام اللہ سے استشہاد اور بزرگوں کے اقوال سے استنباط کیا ہے۔ ان کا طرز بیان منطقی یا استدلالی نہیں بلکہ تمثیلی ہے اور کتاب میں جا بجا علماء عظام اور اولیائے کرام اور انبیائے علیہم السلام کی امثال پیش کی ہیں۔ کہیں کہیں شیخ سعدی کی گلستان کا رنگ بھی آشکار ہے، گو مصنف نے مطالب رواں اور

جاذبِ قلب تحریر میں ڈھالے ہیں مگر سبک انشاء میں گلستانِ سعدی اسی روانی وایجاز نہیں ہے۔ البتہ طرزِ تحریر تاریخ وصاف کے سے تصنع اور اغلاق سے مبرا ہے تاہم عبارت مسجع و مرصع ہے۔

فاضل مصنف نے قدماء کے اشعار سے بھی جابجا تحریر کو مزین کیا ہے۔ جس سے بات میں حسن اور جاذبیت پیدا ہو گئی ہے۔ موضوع بیان کے اعتبار سے اس کتاب میں اخلاق ناصری کی جھلکیاں ملتی ہیں لیکن انداز بیان کشف المحجوب سے ملتا جلتا ہے، ہر مضمون کی وضاحت کے لئے مصنف پہلے قرآن مجید کی آیات لاتے ہیں پھر احادیث بیان کرتے ہیں آخر میں صحابہ رضؓ و مشائخ کے اقوال سے اپنے قول کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔ اگر شائقینِ ادب توجہ کرتے تو یہ کتاب بلند پایہ ادبی شاہپاروں میں جلوہ گر ہوتی، اگر معلمین اخلاق ملتفت ہوتے تو یہ شاہکار اخلاق جلالی و ناصری کے دوسرے درجے پر ہے برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ دور سے قبل کے علماء اس کتاب کو بصد شوق پڑھتے تھے۔ دلیل العزاست کے ماخذ میں سے ایک ذخیرۃ الملوک بھی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کتاب کو گذشتہ صدیوں میں خاصی اہمیت حاصل تھی۔

فاضل مصنف نے ہر موضوع کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے غور کیا ہے اور مطالب بطریقِ احسن تحلیل و تجزیہ سے پیش کئے ہیں۔ آپ نے اعمال انسانی میں خلوص کا تعین اس مثال سے کیا ہے کہ ایک بار حضرت انس بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کونسا عمل پسندیدہ تر ہے۔

حضورؐ :۔ اول وقت پر نماز پڑھنا

انسؓ :۔ نماز کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔

حضورؐ:۔ والدین سے حسنِ سلوک۔

انسؓ:۔ اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے۔

حضورؐ:۔ رضائے الٰہی کے لئے جہاد۔

شاہ ہمدانؒ کے نزدیک حاکم و بادشاہ کے لئے دو فراستوں کا ہونا ضروری ہے۔ فراست شرعی اور فراست حکمی۔

فراست شرعی مسلمان حکمران کے لئے لازمی ہے تاکہ وہ احکامِ خداوندی سے استنباط و اجتہاد اور استدلال کر سکے اور اپنے فرامین و احکام شریعت کے سانچے میں ڈھال سکے۔

فراست حکمی، قیافہ شناسی ہے کہ حاکم انسان کے رنگ، اعضاء کی ساخت و نمود، علامات و نشانات سے اس کی عادات کو سمجھے اور اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک روا رکھے۔ شاہ ہمدانؒ نے مختلف علامات و نشان بنا کر ان سے صدور و ظہور پذیر ہونے والے اعمال و اخلاق بیان کئے ہیں۔ لیکن ہم انہیں معیار نہیں بنا سکتے اس لئے تادیب و تربیت کے بھی اثرات و ثمرات ہیں کلام مجید میں اگرچہ صراحتاً شکل و صورت کے مقابل اعمال اور تقوٰی و پارسائی پہ زور دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود مشہور ہے۔ ع

سیمائے مردم آئینہ حال باطن است

محترم ڈاکٹر ظہور احمد صاحب نے اپنی کتاب "پاکستان میں فارسی ادب" میں شاہ ہمدانؒ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تصنیف ذخیرۃ الملوک پر کچھ اعتراض کئے ہیں۔ لیکن اگر ہم تصوف و اخلاقیات کی کتابوں میں دی گئی مثالوں کو اسی معیار سے پرکھیں اور اسی پیمانہ سے تولیں تو پھر کوئی شہپارہ بھی تنقید و تعریض سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف اور گلستان وغیرہ سب اسی صف میں آئیں گی، کیونکہ صوفیا، حدیث یا روایت کی صحت یا اسناد پہ کھپنے کی بجائے ان سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔

فاضل نقاد نے اس کتاب پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کی بنیاد یہ ہے کہ شاہ ہمدان نے ان عقائد کو بھی ایمانیات قرار دیا ہے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں۔ مثلاً۔

۱۔ عذاب قبر، سوال منکر و نکیر، حساب، میزان، اور دیت۔ جل و علا، اور شفاعت انبیاء برحق ہیں اور ان سب پر ایمان رکھنا ضروری ہے، حالانکہ خدا نے عذاب قبر سے نہیں ڈرایا۔

شفاعت کا عقیدہ گناہ گاروں نے اپنی تسلی کے لئے بنا رکھا ہے۔

۲۔ سید صاحبؒ نے بعض ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ترغیب و ترہیب کے لئے بنائی گئی ہیں اور ان میں ثواب کی بشارتیں اور عذاب کی وعیدیں ہیں، لیکن خدا نے اوامر و نواہی کے بارے میں کوئی وعدے نہیں کئے۔

۳۔ مصنف نے بعض احادیث کے بیان کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا اور صحت کے اعتبار سے ان کو جانچ کر نہیں لکھا ہے۔

۴۔ مصنف نے بعض روایات کو بھی تحقیق کے بغیر لکھ دیا ہے اور ان کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں۔

۵۔ ذمیوں سے تشدد آمیز سلوک کا نظریہ پیش کیا ہے لیکن عصر حاضر میں نئی اقدار جمہوریت کے زمانے میں ان شرائط کے ہوتے ہوئے کوئی محکوم رعایا خوش نہیں رہ سکتی۔

۶۔ مصنف نے بعض ایسی احادیث یا روایات بیان کی ہیں جن سے معلوم

ہوتا ہے کہ رسولِ خدا، خلفاء اور بعض حکام کی زندگی بڑی احتیاج اور تنگدستی میں گذرتی تھی۔ حالانکہ جبکہ خدا نے رزق کی فراوانی کو نعمت کہا ہے۔

۷۔ مصنف لکھتے ہیں کہ زکواۃ واجب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل دل کا فاقہ رک جائے اور اللہ والوں کو فراغت حاصل ہو تاکہ وہ اپنے تمام اوقات کو اوراد واذکار تلاوت اور عبادات میں مصروف رکھیں اور اپنے اوپر وسائل تجارت اور کاروبار کا دروازہ بند رکھیں اور اختلاط سے بچیں جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

مصنف کا یہ نظریہ درست نہیں۔

۸۔ مصنف نے ایسے منکرات کا ذکر کیا ہے جن کا روکنا واجب اور جن پر عمل کرنا حرام ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف کے اپنے زمانے میں ایسے منکرات پر احتساب ہو سکتا ہو مگر موجودہ تہذیب وتمدن کے دور میں شاید یہ احکام سخت ناگوار ہوں۔

۹۔ عصر حاضر سائنس کا زمانہ اور تجربات اور مشاہدات کا وقت ہے اس لئے جو چیز عملی آزمائش سے ثابت ہو جائے اس کو نہ ماننا بے علمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

اگر ان اعتراضات کا تجزیہ کیا جائے تو ان کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔

(الف) مصنف نے احادیث کی نقل میں احتیاط سے کام نہیں لیا، اور مستند اور غیر مستند، قابل قبول اور ناقابل قبول ہر بات درج کر دی ہے۔

(ب) بعض اوامر موجودہ زمانے کی اقدار کے مطابق نہیں ہیں۔

گذارش یہ ہے کہ اگر ہم احادیث کے مستند اور غیر مستند ہونے کے پیمانہ سے ہر مصنف کو پرکھیں اور ہر ادیب کا جائزہ لیں تو پھر امام غزالیؒ جیسے صاحب علم اور

ارباب بصیرت بزرگ بھی ان اعتراضات کی زد میں ہیں کیونکہ ان کی احیائے علوم اور کیمیائے سعادت متعدد ایسی روایات و احادیث سے بھری پڑی ہیں حضرت امام غزالیؒ ہوں یا شاہ ہمدانؒ، اس وقت روایات و احادیث نہ اس نظر سے پرکھی جاتی تھیں اور نہ ہی اس پیمانہ سے تولی جاتی تھیں کہ آیا قابلِ قبول بھی ہیں یا نہیں۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ بعض اوامر موجودہ زمانہ میں نافذ نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ذخیرۃ الملوک کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے جس کے احکام اٹل ہوں یہ کتاب ان کے اپنے زمانہ کے لئے تھی اور اس کی تحریر کا یہ مقصد تھا کہ شخصی حکمرانوں کو تقویٰ، پارسائی اور پاکبازی سکھائی جائے۔ اسی غرض سے سید ہمدانیؒ تہدید وعید کے لئے مختلف روایات لائے ہیں۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ حکمران طبقہ محض ذاتی آسائشوں میں مگن نہ رہے۔ اس لئے آپ نے انہیں عذاب قبر سے خوف دلانے کے ساتھ ساتھ چنگ و رباب کی بھی مذمت کی ہے۔ اگر ہم یہ ذہن نشین کر لیں کہ ہر زمانہ اپنی خاص اقدار رکھتا ہے اور اس کے مخصوص تقاضے ہوتے ہیں تو ذخیرۃ الملوک ایک گرانمایہ ادبی شاہپارہ ہے۔ ڈاکٹر ظہور صاحب خود اس کتاب کے انداز بیان کا ذکر کرتے ہوئے یوں رطب اللسان ہیں۔

ذخیرۃ الملوک بڑی اچھی فصیح زبان میں لکھی ہوئی ہے، مصنف نے اکثر شاعرانہ اسلوب بیان سے کام لیا ہے، تشابیہ و استعارات کا استعمال بھی جابجا کیا ہے، عبارت میں پختگی ہے مصنف چونکہ شاعر ہیں اس لئے انہوں نے کہیں کہیں مسجع و مقفیٰ نثر لکھنے کا التزام بھی کیا ہے لیکن خواہ مخواہ تکلف و تصنع پیدا نہیں کیا اور نہ ہی عبارت آرائی، اطناب و ابہام کا باعث ہوئی ہے[1]۔ اس کتاب

---

[1] پاکستان میں فارسی ادب، ص ۳۲۵

کے بارے میں آقائے علی اصغر حکمت کی یہ رائے ہے۔

"کتاب ذخیرۃ الملوک نمونہ ای کامل و فرد بارزاری است از نثر رائج قرن ہشتم ہجری بعبارت دیگر نثری است فصیح بزبانِ فارسی آمیختہ بکلمات و استعارات و اشعار و حکایات عرب"[۱]

۲۔ رسالہ مشارب الاذواق

اس رسالہ کے قلمی نسخے بہت سے کتابخانوں میں محفوظ ہیں، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ نسخہ ۲۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ جو خط نستعلیق میں بہت اچھا اور واضح لکھا ہوا ہے۔ اس کی جدول سنہری، نیلی اور سُرخ ہیں اور اس کا سرورق رنگین، منقش اور مطلا ہے۔ ایران کے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران اور کتابخانہ دانشگاہ حقوقی، برٹش میوزیم تاشقند، تاجیکستان، کتابخانہ ملی پیرس اور انڈیا آفس میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ موخرالذکر دو نسخوں میں اس کا نام مشارق الاذواق آیا ہے۔

یہ رسالہ عربی کے مشہور عارف اور شاعر ابو حفص عمر ابن الفارض المصری (المتوفی ۶۳۲ ھ) کے عارفانہ قصیدہ میمیۂ خمریہ کی عارفانہ شرح ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے۔

شربنا علی ذکر الحبیب مدامۃ　　سکرنا بہا من قبل ان یخلق الکرم

اس قصیدہ کی اور بھی مشہور شرحیں لکھی گئی ہیں۔

(الف) شرح داؤد محمود قیصری (المتوفی ۷۵۱ ھ) اس کے مطالب صوفیانہ اور فلسفیانہ ہیں۔

(ب) شرح محمد بن عمری سبط مرمنعی، الزجاجۃ البھلوریۃ یہ بھی عارفانہ اور فلسفیانہ شرح ہے۔

---

[۱] یغما، شمارہ ششم۔ سال چہارم، ص ۲۴۴

(ج) شرح مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ[1] (المتوفی ۸۹۸ھ) لوامع

(د) شرح مولی علیشاہ عبدالرحمٰن بن ماجلی (المتوفی ۹۰۸ھ)

(ہ) شرح مولی احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (المتوفی ۹۴۰ھ)

(و) شرح قاضی صنع اللہ بن ابراہیم (المتوفی ۱۰۵۰ھ)

اس قصیدہ کا انگریزی اور فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے[2]۔

ابن فارض کا یہ قصیدہ ان کے دیوان مطبوعہ بیروت میں اکتالیس اشعار پر مشتمل ہے لیکن سید علی ہمدانیؒ نے فقط ۳۲ اشعار کی توضیح کی ہے۔ قصیدہ کے تمام شعر مطبوعہ دیوان مندرج ابیات سے کوئی خاص اختلاف نہیں رکھتے شاہ ہمدانؒ کی توجیہہ وتشریح آپ کے مسلک کے مطابق عارفانہ ہے جو فلسفیانہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ شارح محترم مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ چونکہ عارف محقق ابوحفص عمر بن فارض مصری کا قصیدہ لطائف وحقایق سے مملو ہے اور اس کے الفاظ ذکر مدام میخانہ وغیرہ کے استعارات پر مبنی ہیں۔ اس لئے میں نے ان کی تفہیم وانہام کو ضروری سمجھا۔ آپ نے اس رسالہ میں "محبت وعشق" پر تفصیلی بحث کی ہے۔ جو بڑی ہی دلچسپ ہے[3]۔

رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

---

[1] لوامع جامی آقای علی اصغر حکمت۔ تصحیح وتنقیح سے شائع ہو چکی ہے۔

[2] سید حسین نصر، اسلامک سٹڈیز ازم، ص ۱۶۲

[3] راقم الحروف کا اس رسالہ کو چھپوانے کا ارادہ ہے اس مقصد کے لئے تہران یونیورسٹی سے ایک عکسی نسخہ اور برٹش میوزیم کے نسخہ کی مائیکرو فلم منگوالی ہے اور اب ان کے متن کا پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ کے متن سے مقابلہ کرنا باقی ہے۔

حمد اعم وثنای اتم حضرت ودودی را کہ صفای مودت و ونای صحبت را تاج و طوق جانہای شیفتگان عکس جمال ومفتاح ذوق سوختگان سبحات جلال ساخت

فاضل مصنف، ناظم قصیدہ ابن الفارض اور شیخ محی الدین اکبر ابن عربیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ موخر الذکر چھ ماہ تک جامع ازہر میں معتکف تھے اور شیخ محی الدین ابن عربیؒ انہی ایام میں طبقہ علیا میں تھے مگر دونوں ایک دوسرے سے مل نہیں سکے۔

۳۔ رسالہ اصطلاحات صوفیہ

یہ مختصر سا رسالہ صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح و توجیہہ پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی مہارت سے میخانہ، بتکدہ، ترسا، گبر، کافر، می و ساغر، ساقی و مطرب وغیرہ کی صوفیانہ تاویلات پیش کی ہیں۔ یہ رسالہ پنجاب یونیورسٹی کے کتابخانہ میں محفوظ ہے۔[1]

یہ رسالہ صرف ایک ہی ورق پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

باسمہ سبحانہ بدانکہ میخانہ و شرابخانہ باطنِ عارف کامل را گویند

۴۔ رسالہ اصطلاحات الصوفیہ

یہ مختصر سا رسالہ بھی صوفیانہ اصطلاحات کی وضاحت و توضیح کے موضوع پر ہے مگر مندرجہ بالا رسالہ سے متفاوت ہے۔ اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وجود دامن غیب

اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کو عین احدیت سے پہچاننا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو اس کی تعریف ہو سکتی ہے نہ ہی اس کا کوئی نام یا طور و رسم ہے اگرچہ اسمائے الٰہی بے شمار ہیں مگر اس کا احصاء کرنا یا احاطۂ بیان میں لانا ممکن نہیں۔ مگر اس کے اسماء میں سے کچھ

---

[1] رسالہ اصطلاحات صوفیہ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ برگ ۲۵۴ ب ۲۵۵ الف

اسم ہیں جنہیں "ائمۂ سبعۂ اسماء" کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

علم، قدرت، ارادت، سمع، بصر و کلام

ہر نام انہی کی فرع ہے اور ان ساتوں صفات کے تحت اس کے متعدد نام ہیں جو ذات اور مربوبات کے درمیان واسطہ ہیں۔

اسی طرح عالم بھی پانچ ہیں۔

عالمِ غیب، عالمِ جبروت، عالمِ ملکوت، عالمِ ملک، عالمِ انسان کامل ان کے خیال میں روح محمدی ہی خلیفۃ اللہ ہے جسے عقلِ اول، نورِ محمدی، سراج منیر، اسم اعظم اور ابو الارواح بھی کہتے ہیں۔ جناب آدم ابو الاشباح ہیں۔

اسی طرح اسرار بھی دو قسم کے ہیں، جو قالب اور روح سے متعلق ہیں۔ ان کے لئے نورانی ہیکل آتے ہیں مثلاً نورِ محمدی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے لئے براق اور جناب الیاس علیہ السلام کے لئے گھوڑا بھیجا گیا تھا۔ روح کے اسرار ابوابِ ملکوت کے کشف سے حاصل ہوتے ہیں۔

آپ نے اس رسالہ میں صوفیاء کی دیگر اصطلاح مثلاً وقت، حال، وجد، تواجد مقام، ذوق، سکر، شراب، صحو، محو، جمع الجمع وغیرہ کی صراحت کی ہے اور حقیقت قلب کو بیان کیا ہے۔ مصنف کا نظریہ ہے کہ علم الیقین ملکوت صفات کے مکاشفہ سے اور حق الیقین ظہورِ ذات سے حاصل ہوتے ہیں[1]۔

یہ رسالہ برٹش میوزیم لندن، برلن اور پیرس کے کتابخانوں میں موجود ہے۔ اصطلاحات صوفیہ کے نام سے دو نسخے آقائے علی اصغر حکمت کے مجموعہ وقفی میں بھی ہیں[2]۔

---

[1] مائیکروفلم نسخہ خطی، رسالہ اصطلاحات صوفیہ برٹش میوزیم لندن، ب گ (۱ ۲۷ الف - ۲۷۳ ب)

[2] مجلہ دانشکدہ ادبیات تہران ۱۲۴۱، شمارہ ۴ - ص ۶۱۔

۵۔ رسالہ مرآت التائبین

یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ نے بہرام شاہ کی التماس پر تحریر کیا تھا[1] یہ رسالہ خاصا مبسوط و مفصل اور بائیس اوراق پر مشتمل ہے۔ وجہ تالیف کے بارے میں فاضل مصنف رقمطراز ہے۔

میں عرصہ سے توبہ کے معانی وحقائق بیان کرنا چاہتا تھا۔ اب میں نے ایک عزیز کی، جو حسن اعتقاد اور مکارم اخلاق سے موصوف ہے۔ التماس سے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنایا ہے[2] چارلس ریو نے اس رسالہ کا نام "درحقیقت توبہ" لکھا ہے[3] مگر خود رسالہ میں اس کا نام "مرآۃ التائبین" آیا ہے۔ یہ رسالہ چار باب پر منقسم ہے۔

(الف) باب اول میں توبہ کی حقیقت اور اس کے وجوب کا ذکر آیا ہے۔

(ب) باب دوم میں وہ تمام صغائر و کبائر مذکور ہیں جن میں توبہ لازم ہے۔

(ج) باب سوم میں توبہ کی شرائط، کفر و گناہ اور اس کے تدارک کا بیان مذکور ہے۔

فاضل مصنف کا یہ خیال ہے کہ توبہ کی حقیقت "ندامت" ہے، علم یعنی اس غلطی اور قصور کا جاننا اس کا "مقدمہ" ہے۔ مذموم افعال کا ترک کرنا (جو ترت مطلوب کا سبب ہے) اس کا ثمرہ ہے "ایمان کی اقسام و مراتب اور توبہ کی وجوہ" کے ضمن میں آپ نے بیان کیا ہے کہ گناہوں کے صدور کے بعد توبہ فوراً واجب ہے، اسی طرح حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا عقل کی دلیل ہے۔

---

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۱۰۳ ب

[2] مائیکرو فلم نسخہ خطی رسالہ مرآت التائبین۔ برٹش میوزیم برگ ۳۲۶ الف

[3] چارلس ریو: ج ۲ ص ۸۳۶۔

مگر کمالِ عقل کا ظہور کمالِ بشریت کے بعد ہے، جب صفاتِ ذمیمہ مثلاً شہوت، غضب، حرص، بخل، ریا، کبر و عجب وغیرہ صفاتِ حسنہ میں بدل جائیں تو نورِ آفتاب کی سطوت، مشرقِ غیب سے صحرائے دل پہ طاری ہوتی ہے ان کے نزدیک توبہ کا مشکل ترین درجہ نفس کو روزمرہ کی عادات اور نفسانی بالوفات سے روکنا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ہر انسان کا دیوانِ عمل کھلے گا۔ ایک دیوان میں گناہ لکھا ہوگا لیکن عفو کی اُمید ہوگی کیونکہ وہ ایسا گناہ ہوگا جس کا تعلق بندہ و معبود کے ساتھ ہوگا۔ دوسرے دیوان میں عفو کی توقع نہ ہوگی کیونکہ اس میں شرک لکھا ہوگا۔ تیسرے دیوان میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہو سکے گی کیونکہ اس میں بندگانِ خدا پر ظلم مرقوم ہوگا۔ آپ لکھتے ہیں کہ انسان کو تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں، شرک، میخواری اور بدکاری وغیرہ سے احتراز کرنا لازم ہے، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ گناہ مخلوق کی نظر میں عظیم ہوں مگر بارگاہِ قدس میں اس کا تدارک ہو جائے اور کئی گناہ انسان کمتر جانے اور وہی اس کی ہلاکت کا باعث بنیں۔ شاہ ہمدانؒ کے نزدیک اہلِ توبہ کے چار درجے ہیں۔

درجۂ اول۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ تائب شرائط توبہ پہ قائم رہے اور زندگی کے آخری لمحات تک اس طرح کے عمل کا خیال بھی دل میں نہ آئے اس قسم کی توبہ، توبۃ نصوح کہلاتی ہے۔

درجہ دوم:۔ ایسا تائب جو کبائر سے اجتناب کرے اور طاعاتِ الٰہی پہ ثابت قدم ہو لیکن اکثر اوقات فطرتاً یا رسماً غیر شعوری طور پہ بلا مقصد و ارادہ گناہِ صغیرہ میں مبتلا ہو جائے۔

درجہ سوم: نفسِ لوّامہ کی کیفیت جو خیر و شر کے مابین ہے۔

درجہ چہارم:۔ جاہل مغرور انسان جو گناہوں کے ارتکاب اور اصرار کے باوجود مغفرت

کے منتظر اور عالی درجات کے آرزومند ہوں۔

سید علی ہمدانی لکھتے ہیں کہ عقلمند انسان وہ ہے جو آیہ کریمہ "لیس للانسان الا ما سعی" کے مطابق اور پختہ ارادہ کی کشتی پر سوار ہو کر گناہوں کے دریائے آفات سے گذر جائے۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

حمد و ثنای نامتناہی بر حضرت حکیمی را کہ حقایق آثار تریاق توبہ را سبب شفای بیماران سموم معاصی گردانید۔

اس رسالہ کے مخطوطے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، برٹش میوزیم اور پیرس میں موجود ہیں۔

۶۔ مکتوبات امیریہ

یہ شاہ ہمدانؒ کے تقریباً بائیس خطوط کا مجموعہ ہے جو کتابخانہ ملک اور کتابخانہ مرکزی تہران، کتابخانہ تاجیکستان اور برٹش میوزیم اور پیرس میں موجود ہے۔ یہ مراسلات شاہ ہمدانؒ نے اپنے مریدوں اور حاکمانِ وقت کے نام لکھے ہیں۔

نام مکتوب الیہ	تعداد مکتوبات
سلطان محمد بہرامشاہ؛ سلطان خان حاکم بدخشان بلخ	۲
سلطان قطب الدین بادشاہ کشمیر	۲
سلطان غیاث الدین حاکم یاغلی	۲
" " بعنوان مہذ نامہ در ۷۸۵ ہجری	۱
سلطان طغان الدین حاکم کونار	۳
سلطان علاء الدین حاکم یاغلی	۱
میرزادہ مبرکا	۱

محمد خوارزمی ۱

نورالدین جعفر بدخشی ۴

متفرق۔ ۵

آپؒ پہلے خط میں رقمطراز ہیں کہ ایزد تعالیٰ نے انسان کے لیے لامتناہی سفر اور خطرناک راستہ متعین کیا ہے اکثر لوگ اس سفر کے مہلکات سے بےخبر ہیں اور اس کے زادِ راہ کی استعداد نہیں رکھتے۔ اس سفر کی متعدد منزلیں ہیں مگر اجمالی طور پر چھ ہیں۔

منزل اول: صلب پدر ، منزل دوم۔ رحم مادر ، منزل سوم : فضای عالم فانی ، منزل چہارم: لحد ، منزل پنجم : عرصات داد ، منزل ششم: بہشت و دوزخ

انسانی کمال دوسری منزل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں کیونکہ اس میں ابدی سعادتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مختلف قسم کی اطاعت کی بجاآوری کے وسیلہ سے کمال کی طرف انسان راہ یاب ہو سکتا ہے۔ تمام قسم کی اطاعتیں دو حقیقتوں پر منحصر ہیں۔

۱۔ التعظیم لامر اللہ یعنی اللہ کے فرمان پر عمل پیرا ہو

۲۔ الشفقۃ علی خلق اللہ یعنی خدا کی مخلوق پر شفقت کرنا۔

شاہ ہمدانؒ رقمطراز ہیں کہ اول الذکر کا انحصار نیت پر ہے اور اس میں سب سے افضل نماز ہے جس کی مداومت سے ہدایت کے انوار خاصانِ الٰہی کے دل میں فروزاں ہوتے ہیں چونکہ بادشاہ اور حکمران طبقہ بدنی عبادات دلجمعی سے نہیں بجا سکتے اس لئے انہیں لازماً دوسری مشق یعنی بندگانِ خدا سے مہر و محبت کو ہی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ روز قیامت عوام سے نماز کی پرسش ہو گی اور بادشاہ سے مقدم سوال عدل و احسان کے بارے میں ہو گا۔ اس لئے بادشاہ کو چاہیئے کہ رعایا کے بزرگوں کے ساتھ بیٹے کی مانند اور بچوں کے ساتھ باپ کی طرح سلوک کرے،

اسی طرح وہ مظلوموں کی نصرت، ظالموں کی بیخ کنی اور اطاعت گذاروں کی یاوری کرے۔ بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ قول میں راستباز، نعمت میں شاکر، مصیبت میں صابر اور عمل میں مخلص ہو اور وہ ان تین چیزوں کو اپنا وطیرہ بنا لیں۔

"ای عزیز حرام مکن و حرام مخور و ضعیفان را محروم مگردان"

کھلی کے حاکم غیاث الدین کے نام خط میں شیخ سعدی کا رنگ نمایاں ہے۔ آپ اُس کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ اگر وہ عزیز ایزد متعال کے احکام کی ادائیگی میں مشغول ہے تو جہاں بھی ہے قبول ہے۔

اگر اس نے سرمایۂ زندگانی باطل کی ظلمتوں میں صرف کیا ہے تو یہ مصیبت کا موقع ہے۔ اسی طرح آپ نے کونار (کنار) کے حاکم طغانشاہ کو غافلانہ روش اختیار کرنے اور غافلوں کے زمرہ سے نکلنے کی تنبیہہ کی ہے، اور اُسے بڑی صراحت سے بتایا ہے کہ لذات دنیادی میں مگن خواہش پرست غافلوں کو قدرت کی طرف سے مہلت دی گئی ہے کہ کب وہ اپنی عیش کوشی سے تائب ہوں اور حقوق عبودیت ادا کرتے ہوئے سفر قیامت کے لئے زادِ راہ حاصل کر سکیں، لیکن وہ جاہل پوری زندگی فانی مسرتوں میں گذار دیتے ہیں۔ جب ان پر سکرات موت طاری ہونے لگتی ہے تو وہ لذات دنیادی ان کی دستگیری نہیں کر سکتیں۔

علاء الدین حاکم پاخلی نے امیر کبیرؒ کو عوام کی رہنمائی و ہدایت پر مامور کیا تھا مگر کچھ لوگوں نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ اس پر سیّد نے انتہائی دل گرفتگی سے حاکم کو مقامی صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔

نورالدین جعفر بدخشی کو عبرت انگیز انداز میں پند و موعظت کی ہے، اس کے احوال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اہل آسمان تیرے لئے نوحہ کناں اور متاسف ہیں ... میں نہیں جانتا کہ تو غضب الٰہی کے دریا کا کس جرأت سے

سامنا کرے گا اور تو فرزع اکبر کے موقف کے لئے کیا حجت رکھتا ہے! انصاف میں نظر سے دوست دشمن میں امتیاز کر اور مرکب زندگی پر اعتماد نہ کر، تم کہیں دنیائے فانی کے افسانہ و افسوں پر فریفتہ نہ ہو جانا۔

اسی طرح آپ نے ایک خط میں نورالدین کو تلقین کی ہے کہ اُسے امراض و آلام میں صبر سے کام لینا چاہیئے آپ نے بعض امراض کے لئے دوا بھی تشخیص کی ہے۔

ایک خط میں نورالدین کے خواب کی تعبیر بھی بتائی ہے اس کے سوال کا جواب اس طرح دیا کہ بلند سطح پہ اڑنا، پرندہ قدس کے سطح ارض پہ پرواز کرنے کی مانند ہے۔ یہ روحانی عظمت کی علامت ہے۔ اس کے لئے تشکر و امتنان کے طور پر دوگانہ تشکر ادا کرو۔[1]

اس کتاب کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"تا مہندسانِ کارگاہ تقدیر، نقوشِ صورِ الوان بر صفحات وجود مینگارند"

ساتویں مکتوب، کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

زندگانی دنیا بازیست مشغول کنندہ و عارضیست وگذرندہ ملکہ ناپایندہ وخیالیست فریبندہ کہ بندگانِ حضرت صمدیت را از راہِ سعادات باز میدارد و از تحصیلِ دولت جاودانی و کسبِ سعادات انجہانی محروم میگردانند، ہر کرا در دنیا حکومت و ولایت دادہ وجود ارامیان سعادات ابدی و شقاوت سرمدی باز داشتہ اند و ملک فانی را محک و معیارِ

---

[1] پروفیسر آربری کے قول کے مطابق مکتوبات علی ہمدانی مطبع مجددی امرتسر سے ۱۳۲۷ ہجری ۱۹۰۲ - ۱۹۱۰ میں شائع کئے گئے۔

ہمت او ساخت اگر باین علایق در ادای حقِ بندگی سعی نماید و در اوامر و نواہی تمن تسلیم و رضا بیش آید، این نعمت فانی تخمِ سعادت جاویدانی او گردد۔ پس حاکم عاقل باید کہ از خطر حکومت غافل نباشد و قدرِ نعمتِ حق در حق خود بشناسد و در اداءِ فراغت عدل و احسان را بجناب قرب حضرت پروردگار وسیلہ سازد و نظر رحمت و شفقت از حال زیر دستان دریغ مدارد و از حال مغروران گذشتہ عبرت گیرد۔

۷۔ رسالہ فتحیہ

شاہ ہمدانؒ نے "رسالہ فتحیہ" ملک شرف الدین خضر شاہ کی التماس پر قلمبند کیا تھا۔ اس میں آپنے اپنے خرقہ اور نسبت کا ذکر کیا ہے۔ اولیاء اللہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے بعد خلاصۂ اہل عالم ہیں اس لئے ان کے دل مظہرِ الٰہی اور سینہ اسرارِ ذات کے جلوہ گاہ ہیں، چونکہ کم ہمت جاہل اور نفس پرست غافل بھی باطل تسویلات کو معرفت، الحاد اور زندقہ کو فقر کہتے ہیں اس لئے ان میں اور طالبانِ صادق میں امتیاز کرنے کے لئے ملک شرف الدین خضر شاہ کی التماس پر یہ رسالہ تحریر کیا گیا تھا۔

آپ لکھتے ہیں کہ تقویٰ دین دنیا کا شرف اور آخرت کا ذخیرہ ہے اس لئے امر معروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے چونکہ سچا طالب، نفس سے محاربت، اتن سے مجاہدت، دوست سے مجاملت ہمسایہ سے معاونت، خویش و اقارب سے موافقت، بیگانوں سے ملاطفت، زیردست سے رحم و کرم اور دین میں حمیت، دنیا میں قناعت اور نظر میں بصیرت سے کام لیتا ہے۔ آپ کے نزدیک ایک مسلمان کی پسندیدہ خصلتیں یہ ہیں۔ زہد، ورع، اخلاص توکل، تفویض، تسلیم وصبر و رضا، شکر و حیاء صدق و ایثار، قربت و انبساط، ارادت،

والیقین النفس اور محبت کے آپ کے خیال میں ایک مومن ان عادات کے ثمرات خود میں مشاہدہ کر لیتا ہے۔[1]

یہ رسالہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

۸۔ رسالہ اوراد فتحیہ

اوراد فتحیہ میں وہ تمام اوراد جمع ہیں جو شاہ ہمدانؒ نے ایک ہزار چار سو اولیائے کرام سے جمع کئے تھے اور انہیں پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ شاہ ہمدانؒ صاحب رقمطراز ہیں۔

"اگر فضائل کثرت و خواص این اوراد گفته شود بتطویل آنجامد اما شمهٔ از انچه این فقیر از حضرت روح اللہ شنوده است بگوید، بدانکه در ماه ربیع الآخر در سنه ثمان وسبعین وسبعمایة (۷۸۰) ہجری جماعتی از اصحاب ایشان نشسته بود، این فقیر نیز حاضر بود در اثنای کلمات (آنحضرت) چنین تقریر کرد که در زمان سیاحت قرب ہزار و چہار صد ولی کامل یافتم، چہار صد ایشان را در یک مجلس در جمع سلطان ابو سعید علیہ الرحمۃ دیدم، از ہر یکی وقت وداعی دعایی و رقعه ای از جامهٔ مبارک ایشان

اگر اس اوراد کے فضائل اور خواص بیان کئے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے ان میں ایک شمہ یہ ہے کہ اس خاکسار نے حضرت روح اللہ سے یہ سنا کہ ربیع الآخر ۷۸۰ھ ہجری میں شاہ ہمدانؒ کے اصحاب حاضر خدمت تھے یہ فقیر بھی موجود تھا کہ گفتگو کے درمیان آپ نے فرمایا کہ میں اپنے زمانۂ سیاحت میں چودہ سو کامل اولیاء سے ملا ہوں۔ ان میں سے چار سو سے ایک ہی مجلس میں سلطان ابو سعید علیہ الرحمۃ کے دربار میں شرف صحبت حاصل ہوا۔ وقت رخصت میں نے دعا اور

---

[1] رسالہ فتحیہ: برگ ۱۶۹ الف - ۱۷۱ الف

التماس نمودم و آن رقعہا بر خرقہ خود دوختم و ترفیع میکردم و آن ادعیہ و اذکار بر زبان ایشان بی اختیار جاری میشد کہ فتح اوراد بودہ است، جمع ساختم، این اوراد شدہ، چون کتاب احادیث را در نظر آوردم، مجموع این اوراد در احادیث رسول علیہ السلام یافتم بطریق مشتی و این بار کہ بزیارت کعبہ رفتہ بودم مسجد اقصیٰ رسیدم شبی حضرت رسالت علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات را در واقعہ دیدم بجانب این فقیر آمدند، چون برخاستم و پیش رفتم و سلام گفتم، از آستین رقعہ مبارک جمزوی بیرون آوردو و مراداد و فرمود کہ.

«خذ ھذہ الفتحیہ»

چون از دست رسول علیہ السلام گرفتم و نظر کردم ہمین اوراد بود کہ جمع ساختم و آثار برکات آن را مشاہدہ کردہ شد۔[1]

جامۂ مبارک سے ایک پارچہ کی التماس کی، وہ پارچے میں نے اپنے خرقہ پر لگائے، یہ دُعائیں اور ذکر ان کی زبان پہ فوراً جاری ہوئے یہی اوراد فتحیہ میں جنہیں میں نے جمع کیا جب میں نے کتبِ احادیث کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تمام اوراد احادیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں موجود ہیں۔ جب میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جاتے ہوئے مسجد اقصیٰ پہنچا تو ایک رات واقعہ میں حضرت رسالتمآب علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور نے اس خاکسار کو نوازا۔ جب میں بیدار ہوا تو خدمت عالی میں پہنچا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے آستین مبارک سے رقعۂ مبارک نکال کر مجھے دیا اور فرمایا: "یہ فتحیہ لو"

جب حضورؐ کے دستِ اقدس سے رقعہ مبارک لے کر میں نے دیکھا تو وہ یہی اوراد تھے جو میں نے جمع کیے تھے اسی وقت ان کے آثارِ برکات مشاہدہ کرلئے۔[2]

---

[1] رسالۂ اسناد و اوراد فتحیہ عن احد من المریدین (قلمی نسخہ برٹش میوزیم) برگ ۱۷۱ الف، ب

[2] رسالہ کا ذکر خلاصۃ المناقب برگ ۷۶ الف، رسالہ مستورات (ر ۳۵۹ الف، ۳۶۸ الف) پر موجود ہے

معین الدین نے، جو سید علی ہمدانیؒ کی اولاد میں سے ایک فرد کے مرید سید علی قادری ابو العلائی کا مرید تھا، پانچویں بار یہ اوراد ۱۳۰۰ھ ہجری مطابق ۱۸۸۲ء عیسوی میں کانپور سے طبع کروائے تھے۔ حکیم محمد اسحاق نے اوراد کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اوراد معہ ترجمہ اور دعائے مستجاب، کراچی سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

استغفر اللہ العظیم لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

اس رسالہ کے خطی نسخے، برٹش میوزیم لندن، لیڈن، کیو رتھلہ، میسور، اور ریجنل لائبریری، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، انڈیا آفس لندن، پیرس اور ایران میں موجود ہیں۔

جعفر نامی ایک شخص نے اوراد کی شرح بھی لکھی ہے جس کے قلمی نسخے تاجکستان، پنجاب یونیورسٹی اور لیننگراد میں محفوظ ہیں۔

۹۔ رسالہ مناجات

یہ قاضی الحاجات کے حضور شاہ ہمدانؒ کی مناجات ہے، جس میں موصوف آرزومند ہیں کہ سوختگانِ آتشِ فراق کو دریای انفصال و رحمت عطا فرما، ہمارے اقوال و افعال کو ناشائستہ باتوں سے محفوظ رکھ اور آئینۂ دل کو اپنی نوازشوں کی جلائے از امسِ اغیار سے پاک کر دے۔ نیز ہمارے گریبانِ غفلت کو انوارِ ہدایت سے چاک کر دے۔ اے خداوندا ہمارے سیمرغِ روح کو دولتِ قرب عطا فرما۔ ہمارے کمزور نفس کو، جو آستانہ عبودیت کا مجاور ہے۔ بساطِ انس پر شرفِ حضور ارزانی کر۔ ہم جانتے ہیں کہ تیرے لطف و کرم کو پانے والا کبھی برباد نہیں ہوتا اور تیرے قہر و غضب کا نشانہ کبھی برومند نہیں ہوتا۔

یہ مناجات اپنے سوزِ بیان، خلوص اور برجستگی کے لحاظ سے بڑی دلپذیر ہے۔

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الٰهٰا! ملکا! پادشاہا! قبلہ روی دل ما را بتشریف "رب اشرح لی صدری" و راشعۂ آفتاب کبریا منور دار و بلبل زبان حال ما را باستمداد عنایت حضرت صمدیت ناطق وقت گردان و نسیم صبح دولت وصال از مشرق عنایت طلوع کن۔

یہ رسالہ برٹش میوزیم لندن، پیرس، وی آنا اور تاجیکستان میں محفوظ ہے۔

۱۰۔ رسالہ واردات

یہ رسالہ کتابخانہ برلن کی فہرست میں "الواردات الغیبیہ واللطایف القدسیہ" کے عنوان سے درج ہے اور خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی مناجات نامہ کے انداز میں ہے۔ قلبی واردات اور روحی احساسات بڑے شیریں الفاظ میں بیان کئے ہیں۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی و یفقھوا قولی"!

ای مرہم جراحت بر دلِ ریش و ای مونسِ درویشی، ای کرمت دستگیر ہر بیچارہ و ای راحت پای مرد ہر آوارہ

یہ رسالہ نثر مسجع کا خوبصورت نمونہ ہے۔ اس میں آپ نے صوفیانہ اصطلاحات کی فقیرانہ انداز میں توضیح کی ہے، مصنف نے روندگانِ راہ دو قسم کے بتائے ہیں۔

(الف) راکبانِ مرکبِ ہوا

(ب) سالکانِ منہجِ رضا

اہلِ رضا کا شعار سنت و حکمت ہے اور اہل ہوا کی منزل غفلت و ہوس ہے۔ جس سے غافل کا ٹھکانہ "ھاویہ" ہے۔ حکمت و رضا سے مردِ عاقل مسند قرب پہ جاگزیں ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک سعادت کی ابتدا عادات کا ترک کرنا ہے۔

اور کعبۂ مقصود کا زادِ راہ واردات ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہلِ سلوک دو چیزوں کے مالک ہیں۔

(۱) صدقِ اقوال (۲) حسنِ افعال

فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ قول کی سچائی علایق کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے اور حسنِ عمل تزکیۂ خلائق کا نتیجہ ہے۔ ان کے خیال میں سرادات کبریا میں رسائی بہیمانہ عادات میں مستغرق کم ہمتوں کے تصور سے بالاتر ہے۔ کیونکہ اخلاقی خباثت اور بشری اوصاف کے ساتھ فلک جلال تک جانا محال ہے۔ ان کے نزدیک علم و عمل اسم و رسم کی بنیاد ہیں اور یہ دونوں روح و جسم کی غذا ہیں۔ ؎

بیماران بازار حقیقت معاملہ جز بادل نکنند

عیاران عالم طریقت جز در کوی دوست منزل نکنند

آپ لکھتے ہیں کہ۔ ظاہری رنگ و بو باطنی رنگ و بو سے دور ہے یہ حقیقت وہی جانتے ہیں جن کے دل انوارِ الٰہی کا مخزن ہیں۔

فاضل مصنف رقمطراز ہیں۔

صدق: یہ ہے کہ جو رکھتا ہے وہی پیش کرے اور دکھائے۔

اخلاص: یہ ہے کہ غیرِ حق سے مبّرا ہو۔

مبتدی: کرامتوں کا طالب ہے اور منتہی ظہورِ کرامت کی استقامت چاہتا ہے

سماع: خطابِ حق کی تفہیم ہے۔

محاسبہ۔ اربابِ طرب کا استغفار ہے۔

مراقبہ: ابوابِ بشارت کا وا ہونا ہے

تسلیم: دل سے اپنی ذات کا خیال کرنا ہے۔

تفویض: اقلیم حق کے لئے سب کچھ چھوڑنا ہے۔

شوق: بیقراری کی سواری ہے

ذوق، اختیار کی کسوٹی کا نام ہے۔

نفس درویش: قطب آسیائی جفا ہے۔ اس کا لباس خوف ورجا اور مرکب عزم ووفا ہے۔ اسی طرح اس کا جوہر حلم وحیا اور خوبی صبر وصفا، کمال، تسلیم ورضا ہے اور وجود، تیران بلا کا ہدف وآماجگاہ ہے۔

رجا امن وایمان کا ذریعہ، عزم، وفا، نعیم جان کا وسیلہ، حلم وحیا، شرم اور غفران کا زینہ ہے۔ صبر وصفا غم وحزن کے مانع اور تسلیم ورضا روح کے موصل ہیں۔ خازنان قضا جب خوانِ نعمتِ عطا کھولتے ہیں تو وارد کے شایانِ شان لقمہ عنایت ہوتا ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے اس سفرۂ نعمت سے وہ دریافت پایا کہ جس کی بقاء، با بقائے الہ ہے۔ ہمدانی نے وہ گوشہ حاصل کیا جو اوہام وعقل سے مبرا ہے۔ اس بارگاہ کے طالب کے لئے زادِ راہ اور تحفہ، "دلِ آگاہ" ہے اس کی بنیاد دلِ بیدار ہے۔ آپ کے خیال میں ولی وہ ہے جو تعلقات سے بالاتر ہو اس کا دلِ نورِ ازلی سے مصفا ومنور ہو۔[1]

اس رسالے کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن، کتابخانہ ملی تہران، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران اور کتابخانہ ملی پیرس میں محفوظ ہیں۔

۱۳۳۳ ہجری میں یہ رسالہ واردات الغیبیہ ولطائف القدسیہ کے نام سے دہلی سے شائع ہوا تھا مگر اب نایاب ہے۔

۱۰۔ رسالہ ہمدانیہ

یہ فارسی میں سات صفحات کا رسالہ ہے جس میں کسی نے کلمۂ "ہمدان" کے

---

[1] رسالہ واردات، ق ۲۸۵ الف — ۲۸۶ ب)

بارے میں استفسار کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعض اسے سکونِ میم سے اور بعض مفتوح پڑھتے تھے چنانچہ شاہ ہمدانؒ نے اس کا جواب تین طریق سے دیا ہے

(۱) صرف و لغت میں "ہمہ" "فعل" کے وزن پر اور "ہمدان" "فعلان" کے وزن پر ہے۔ مثلاً طلجان، وروان وغیرہ اور یہ لفظ ہمدان ہے اس کے حروف کا ذکر اس لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی اعتراض نہ کرے کہ ہمدان، عالم کل کو کہتے ہیں اور عالمِ کل خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(۲) ہمدان دو ہیں: ایک یمن میں دوسرا عراق میں، پہلا سکون میم سے ہے، دوسرا فتح میم سے۔ عربی کتابوں میں مرقوم ہے کہ اول الذکر یمن میں ہے نہ کہ عراق میں۔ موخرالذکر زبر کے ساتھ ہے۔ اس کے ثبوت میں امام فخرالدین رازیؒ کا مندرجہ ذیل قطعہ پیش کیا ہے:۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ نداند — در مسند خود را البر صدر نشاند
وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابد و دھر بماند
وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — بیدار کنش زود کہ در خواب نماند
آنکس کہ نداند و بداند کہ نداند — او خویشتن از دستِ ضلالت برہاند
آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند — چوں مردہ شمارش کہ کش زندہ نخواند
اینک بعراق اندر چو شہر یست معظم — کورا ہمدان خوانند و آں ہیچ نداند

آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند
آنکس ہمہ داند ہمہ داند ہمہ داند

(۳) علم تصوف کی رو سے ہمدانؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ اگر ایک شخص انتیس حروفِ تہجی جانتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے میں جانتا ہوں تو اس نے ایک لحاظ سے سچ کہا، اسی طرح اگر کوئی شخص کتابوں

میں سے نام لکھ کر کہتا ہے کہ میں عالم ہوں اور اگر ہوشیار یہ کہے کہ جو کچھ ان کتب میں ہے ایک کلمہ سے زیادہ نہیں، تو اس نے سچ کہا، لیکن جب ان دونوں شخصوں سے کتابوں کے مضامین و مطالب پر گفتگو ہوگی تو ان کی ہمہ دانی آشکار ہو جائے گی۔

اگر دل محدثات کے موہوم وجود کو آفتاب جلالِ احدیت کے انوار میں متہلک دیکھے اور ذاتِ قدیم کے سوا کچھ نہ دیکھے اور وجودِ حقیقی کے سوا کچھ نہ جانے۔ اور یہ کہے "ہمہ بینم، ہمہ دانم" تو ایک لحاظ سے اس نے سچ کہا کیونکہ وہ اس ذات میں مستغرق ہے جس سے تمام اشیاء کو وجود عطا ہوا، ہر چیز اسی سے قائم ہے۔ اصل علم وہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس طرح تمام وساوس اور خارجی اثرات سے منزہ کرے کہ معرفت خداوندی سے خدا کی زبان، آنکھ اور کان بن جائے، وہ حق کہے، حق سنے اور حق دیکھے، پھر وہ عالمیت کا دعویٰ کر سکتا ہے[1]۔

اس رسالہ کی نثر مصنع و مرصع ہے، ایک ایک جملے میں احادیث و اقوال اولیاء اور آیات قرآنی سے استشہاد کیا ہے۔

بر مرگ صبر و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداوة والعشی یریدون وجهه سوار شد و عقبات علائق زین للناس حب الشهوات من النساء قطع کند و کلیم سیاه الفقر سواد الوجه فی الدنیا بر دوش جان شد و دو بخاک مذلت من احب الاخرت خد بدنیاه نشنید و باشارت قل الله ثم ذرهم روی دل از التفات کونین بگرداند۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

---

[1] مائیکرو فلم رسالہ ہمدانیہ (ہرگ ۲۰۷ ب - ۲۱۰ الف) نسخہ خطی - برٹش میوزیم، لندن

شاہراہ طریقت محمدی و مسالک طریقت احمدی بہ سالکانِ بیابان طریقت و روندگانِ میدان حقیقت لضیاء اشعہ انوارِ حقایق عیون آن عزیز روشن باد۔

یہ رسالہ تہران اور برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے مولوی شمس الدین مرحوم کے کتابخانہ کے رسالہ ہمدانیہ سے استفادہ کیا ہے رسالہ ہذا اب کراچی کے عجائب گھر کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔

۱۲۔ رسالہ عقبات یا قدوسیہ

پانچ ورق کے اس رسالہ میں حضرت امیر کبیرؒ نے اوامر دین کے بارے میں بحث کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اے عزیز! جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو رسماً نماز ادا کرتا ہے، ماہ رمضان میں روزہ رکھتا اور ایک سورہ مبارکہ یا کچھ زیادہ کلام پاک پڑھتا ہے۔ مگر نامعلوم ایمان کے حقائق اور رموز سے تو آگاہ بھی ہے کہ نہیں کیونکہ ہر وہ دل جو گناہوں کی خباثت سے ملوث ہو کلام ازلی کے انوارِ حقائق اس پر متجلی نہیں ہوتے۔ آپ نے یہ تذکرہ بڑے ہی مخلصانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

آپ لکھتے ہیں پروردگارِ عالم نے قیامِ نماز، ادائیگی زکواۃ اور نیکوکاری کا حکم دیا ہے اے انسان اگر تو یہ ذہن نشین کر لے کہ حق تعالیٰ اپنے قول میں صادق ہے تو اوامرِ حق سے تجاوز نہ کرے۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ انسان بشری، بہیمی، سبعی اور شیطانی ظلمات کی وجہ سے مردِ محجوب ہے۔ آپ کے نزدیک تمام بُری صفات اور مذموم اخلاق کی اصل چار خرابیاں ہیں۔

بخل، کبر، ظلم اور ریا۔

ان چار صفتوں کا غلبہ سالکوں کے لئے سب سے بڑا حجاب ہے اور فی الحقیقت

بر راہِ حقیقت کی چار دشوار گذار گھاٹیاں ہیں۔

عقبہ اول یعنی پہلی گھاٹی دنیاوی محبت کا نتیجہ ہے کہ جب دنیا محبوب ہو جائے تو اس کی کمی اور زوال انسان گراں اور ناگوار سمجھتا ہے۔ وہ نہ صرف اس کی محافظت کی کوشش کرتا ہے بلکہ زیادہ کی تحصیل کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ وہ ان آیات و احادیث مبارکہ کو ذہن نشین کرے کہ جن میں دنیا کی حقیقت خدا کے نزدیک مچھر سے بھی کمتر ہے۔ دنیا اپنی بے وقعتی کے ساتھ مردار کی مانند ہے اور دشمن حق بھی ہے اسی طرح یہ فنا پذیر و ناپائیدار بھی ہے۔ فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ بلند ہمت مومن وہ ہے جو اُسے خاطر میں نہ لائے۔

عقبہ دوم: یعنی دوسری گھاٹی کبر ہے کہ انسان کو جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ غفلت اور حجاب کی وجہ سے نخوت میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے احوال پر غور کرے اور اُسے مُردار سمجھے یا ایسی نجاست سمجھے کہ جس سے انسانی طبع کو نفور اور کراہت ہوتی ہے۔

عقبہ سوم یعنی تیسری گھاٹی ظلم ہے اور ظالم کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیر ہاتھ میں لیکر سمجھتا ہو کہ وہ اُسے دشمن پر چلا رہا ہے۔ لیکن نافہمی سے اپنے ہی پاؤں زخمی کرلے۔ ظالم کو اپنے شیطانی وساوس اور نفسانی اشتعال انگیزیوں کو دبانا چاہیے۔

عقبہ چہارم: یعنی چوتھی گھاٹی ریا ہے جو شرک خفی کے مترادف ہے یہ انسان کی رگ و پے میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے کہ خواص اولیا اور انبیائے کرام علیہم السلام ہی اسے پہچانتے ہیں۔

اس رسالہ میں بھی جا بجا قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کی گئی ہیں بعض جگہ یہ عبارت تصنع سے خالی نہیں۔ مثال کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

بنزات تصورات فاسدہ آمال کاذبہ شعلہ زدن گیرد و دریای غضب آں بطش رنگ شدید در متوج آید و موکلان سیاست و عذاب خطاب کنند، کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید فریاد از نہاد مشوش برآید کہ ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا در جوابش گویند اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر کل نفس بما کسبت رھینۃ ھل تجزون الا ما کنتم تعملون وما ظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب منقلبون۔

رسالہ کا نام اور مضمون کلام پاک کی آیہ کریمہ: فلا اقتحم العقبۃ سے لیا گیا ہے[۱]۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے

"نقاشان کارگاہ قضا از خمخانہ قدر بہ نقوش اقبال و ادبار بر لوح استعداد قاصدان راہ سعادت و شقاوت می نگارند۔"

اس کے قلمی نسخے تہران، اور برٹش میوزیم لندن کے کتابخانوں میں محفوظ ہیں۔ تہران سے ۱۳۲۶ھ ہجری میں یہ رسالہ تذکرہ الکبجی کے ساتھ چھپا ہے[۲]۔ رسالہ کے شروع میں یہ مرقوم ہے کہ حضرت علی ثانی امیر سید علی ہمدانیؒ نے یہ رسالہ سلطان قطب الدین حاکم کشمیر کی التماس پہ لکھا تھا۔ اس میں آپ نے سلطان کی شخصیت پہ بڑی سخت تنقید کی ہے اور اسے عدل و انصاف سے کام لینے کے

---

[۱] سورۃ البلد، آیۃ ۱۱ [۲] ص ۷۱ تا ۷۲

ساتھ رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دی ہے۔ جناب خواجہ عبیداللہ فاروقی نے اس رسالہ کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے جو ماہنامہ الرحیم میں چھپ چکا ہے[۱]۔

۱۳۔ رسالہ تلقینیہ یا در بیان آدابِ مبتدی و طالبان حضرت صمدی

اس رسالہ میں آپ نے صوفیانہ اصطلاح "ارادت" کی وضاحت کی ہے۔ یہ رسالہ آپ نے اپنے ایک مخلص بھائی کی التماس پر لکھا ہے۔ سید ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ پروردگارِ عالم جب کسی بندہ کو کرامت کی خلعتوں سے نواز کر اسے اپنی صفات و ذات کے حقائق سے متعارف کرتا ہے تو وہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے مشرف ہوتا ہے تاکہ اس کی روح انوارِ تجلیات اور ذات و صفات اسرار و رموز قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔ سب سے پہلے سالک کے قلب پر قدیم انوار کا نزول ہوتا ہے صوفیانہ اصطلاح میں اسے ارادت کہتے ہیں اور اس کے طلبگار کو مرید۔ جب ارادت کا ظہور ہو تو اسے توبہ کہتے ہیں۔

فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے باطن کو فاسد خیالات اور باطل عقائد مثلاً شرک، کفر، شک، حسد، حقد، عجب، ریا، بدعت، مسلمانوں پر ظلم، مال و جاہ کی محبت وغیرہ سے پاک کرے، بعد ازاں اس کے روضۂ دل میں اخلاقِ حمیدہ کے ازہار و ریاحین کھلیں گے۔ سالک کو چاہیئے کہ پسندیدہ اخلاق مثلاً توحید، ایمان، اخلاص، صدق، توکل، صبر، رضا، شکر، رجا، حزن، سنت پر اعتقاد، فقر، زہد، تسلیم و رضا، شوق، انس، ہیبت، معرفت، محاسبہ، مراقبہ، مکاشفہ، تفکر اور تدبر وغیرہ سے باطن کو مصفا اور منور کرے۔ اور اپنے تمام افعال و اقوال کو حضور رسولِ مقبولؐ، صحابہ کرام اور صلحائے سلف کے افعال و اقوال جیسا بنائے

---

[۱] الرحیم، اپریل مئی ۱۹۶۷ء

اس کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے آپ کو شیخ عارف و کامل سے وابستہ رکھے اور ذکرِ خفی میں مشغول رہے۔ اسی طرح وہ ادعیہ ماثورہ کا ورد جاری رکھے اور اپنے نفس کو قسم قسم کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے آزمائے۔ جب سالک شریعت سے ماخوذ طریقت کے تمام اصولوں کو اپنا کر مجاہدوں اور ریاضتوں کے کمالات حاصل کرلے تو اس کا باطن غیبی واردات اور ملکی الہامات کا جلوہ گاہ ہو جاتا ہے۔

اس رسالہ میں صدق و اخلاص کا بیان امام غزالیؒ کی احیاء علوم الدین میں مذکورہ اخلاص کی تعریف سے کافی حد تک متاثر ہے، شاہ ہمدانؒ کا طریق ذکر، طریقت کے آداب، خلوت کی شرائط اور سالک کا وظیفہ صراحتاً بیان کئے گئے ہیں[1]۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے:۔

الحمد للہ الذی لقننی دقایق الفرقان بترجمان اللسان تلقینا وعلمنی معرفۃ الواب العبودیۃ فی حضرۃ ربوبیۃ ۔۔۔

اما بعد این رسالہ الیست موجز و عجالہ الیست مختصر در بیان آداب مبتدی وطالبان حضرت صمدی وکیفیت وصول مقصود اصلی و مطلوب حقیقی۔

یہ رسالہ کتابخانہ ملی تہران اور برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔

۱۴۔ رسالہ داؤدیہ

یہ دو ورق کا مختصر سا رسالہ ہے جس میں کم و بیش وہی مطالب بیان کئے ہیں جو مکتوبات میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ میں آپ نے سالکوں کو تقویٰ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تقویٰ دنیا کا شرف اور آخرت کا زاد و سامان ہے،

---

[1] ملاحظہ فرمائیں رسالہ مذکور (۲۰۰ ب - ۲۰۷ الف) نسخہ خطی برٹش میوزیم لندن

فاضل مصنف نے اس رسالہ میں اہلِ کمال کے آداب دسیر وسلوک کی کیفیات بھی بتائی ہیں۔ آپ کے نزدیک تقویٰ حقانی اوامر کی بجا آوری کا دوسرا نام ہے۔ آپ کے خیال میں مداومتِ ذکر و طاعت گذاری سے، نواہی سے اجتناب، شدائد و مصیبتوں پہ صبر، امرِ معروف، نہی عن المنکر فرمانِ حق کی تعظیم، خلق اللہ پہ شفقت، اقوال میں صدق، افعال میں انصاف، نفس کی تادیب، تن سے عداوت، دوست سے مجالست، ہمسایہ سے معاونت، نعمت میں شاکر اور بلا میں صابر ہونے سے روحانی انوار کا حصول ہوتا ہے اور روح کی کلی کھل جاتی ہے[1]۔

سید علی ہمدانیؒ نے یہ رسالہ داؤد نامی ایک سالک کی التماس پر لکھا تھا اس لئے اس کا نام رسالہ داؤدیہ ہے۔ سید صاحب نے اس میں اپنے سلسلہ کے مشائخ کا ذکر بھی کیا ہے۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد چوں خلاصۂ اهل عالم بعد از انبیاء۔

اس رسالہ کا ایک نسخہ کتابخانہ ملی پیرس، کتابخانہ ملی ایران اور دو نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

۱۵۔ رسالہ دہ قاعدہ

اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ "مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا" کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طالبانِ حق کے لئے بیشمار راہیں کھلی ہیں مگر وہ تمام تین قسموں

---

[1] مائیکروفلم نسخہ خطی ہر دو رسالہ داؤدیہ (برگ ۲۲۳ ب ۲۲۵)، (برگ ۳۹۹ الف۔ ۴۰۰ ب) نسخہ خطی۔ برٹش میوزیم لندن۔

سے وابستہ ہیں۔

قسم اوّل: (ارباب معاملات کی راہ) یہ نماز، روزہ، تلاوت قرآن، زکوٰۃ، حج، اور اعمالِ ظاہرہ کی کثرت ہے، یہ عام مسلمانوں کی روش ہے۔

قسم دوم: (اصحاب مجاہدات کی راہ) یہ اخلاق کی تہذیب، نفس کا تزکیہ، دل کا تصفیہ، روح کی درخشانی اور عمارت باطن کی تعمیر ہے، یہ ابرار کی راہ اور نیکوکاروں کی روش ہے اور اس جماعت کو مقتصدان کہتے ہیں۔

قسم سوم: (سایران حضرت صمدیت کی راہ) یہ بہترین راہ ہے۔ اس میں دوسروں کی نسبت اوامر کی انتہائی پابندی کی جاتی ہے۔ یہ موتوا قبل ان تموتوا کی حقیقت بن کر دکھاتا ہے۔ اس سعادت کا ظہور دس قاعدہ پر مبنی ہے۔

قاعدہ اوّل، توبہ، قاعدہ دوم: زہد، قاعدہ سوم توکل، قاعدہ چہارم: قناعت قاعدہ پنجم: عزلت، قاعدہ ششم: ذکر، قاعدہ ہفتم: توجہ، قاعدہ ہشتم: صبر قاعدہ نہم: مراقبہ اور قاعدہ دہم: رضا۔

آپ نے ہر قاعدہ کی بڑی اچھی طرح وضاحت کی ہے، اس کے مطالب کا خلاصہ ہم تعلیمات شاہ ہمدان میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

حمد و ثنائی نامتناہی پروردگار یرا کہ استحکام قواعد اسلام را منہاج طالبان سعادات ملکوتی گردانید و اہتمام تزکیۂ نفوس را معراج سالکان درجات جبروتی گردانید[1]۔

---

[1] مائیکروفلم رسالہ دہ قاعدہ: ۲۲۵ الف۔۔۲۲۸ الف؛ برگ ۲۰۰ ب۔۲۰۴ الف نسخۂ برٹش میوزیم

یہ رسالہ مجلہ "فرہنگ ایران زمین" میں مولہ ماریں فرالسوی کے مقدمہ کے ساتھ ۱۳۴۳ شمسی ہجری میں چھپ چکا ہے، یہ رسالہ فی الحقیقت شیخ نجم الدین کبری کی تصنیف الاصول العشرۃ کا آزاد فارسی ترجمہ ہے۔ اُس کا طرز بیان سادہ اور دلکش ہے، فارسی اشعار سے بیان کی جاذبیت کچھ اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اس رسالے کے بارہ نسخے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ برٹش میوزیم لندن، پیرس، دی آنا، اور برلن میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

۱۶۔ رسالہ اعتقادیہ امیریہ

پانچ ورق کے اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے اپنے اعتقادات اور حقیقت دین کو بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ دین اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ شہادتِ توحید، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔

آپ کے نزدیک حج اور زکوٰۃ درویش سے ساقط ہیں اور باقی تین رکن واجب ہیں، سب سے پہلی چیز جو انسان پر واجب ہے وہ پروردگار کی معرفت اور معراجِ انبیاء علیہم السلام کا عرفان ہے۔ اگر اس میں کوتاہی واقع ہو تو یہ دل کی ظلمتوں، روح کی نارسائی اور ایمان و اسلام کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان یہ ایمان رکھے کہ انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتابیں خدا کا کلام ہیں۔ آپ کے نزدیک پروردگار کی معرفت کے بعد آدابِ زندگی سے آگاہ ہونا لازمی ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ تمام طاعتوں میں سب سے اہم نماز ہے اور نماز کی کلید طہارت اور وضو ہے، اوقاتِ نماز کو پہچاننا مسلمان کے لئے بہت ہی اہم ہے۔ شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ نماز کی چار شرطیں ہیں، ہر دو رکعت نماز میں تینتیس [۳۳] چیزیں یا واجب اور باسٹھ [۶۲] سنت ہیں فاضل مصنف کے خیال میں سالک کے لئے ارکان

نماز میں سے ہر رکن اور افعالِ نماز کا ہر فعل اسرار عبودیت کی حقیقت و رمز کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح روزمرہ میں بھی سترہ چیزیں سنت ہیں، حضرت امیر کبیرؒ کے نزدیک روزے کے تین درجے ہیں آپ کے نزدیک روزے کا اولین مقصد اعضاء و جوارح کا ناشائستہ افعال سے پرہیز کرنا اور دل کو غیر حق سے بچانا ہے[1]۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی نور بانوار تجلیات ذاتہ وصفاتہ قلوب کمل انبیائہ واولیائہ۔

اس رسالہ کے قلمی نسخے کتابخانہ ایران، پیرس، تاشکند اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں۔

۱۷۔ رسالہ درویشیہ

اس رسالہ میں آپ آیہ کریمہ:

"قد جاءتکم موعظۃ من ربکم و شفاء من ربکم لما فی الصدور"

کی درویشانہ انداز میں توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح باطنی امراض کے مختلف مادے ہیں بعینہٖ آیات اور احادیث کے بھی مختلف نتائج ہیں۔ بعض آیات و احادیث ایک جماعت کے لئے سعادت کا باعث اور دوسری کے لئے شقاوت کا موجب ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت باوجودیکہ آپ جہان و جہانیان کے لئے رحمت تھے۔ بعض صحابہؓ کے لئے ابدی سعادت کا وسیلہ بنی اور بعض بدبخت انسان ان کی موجودگی میں بھی مردود

---

[1] مالبکر و نلم رسالہ اعتقادیہ امیریہ ورگ ۲۴۲–۲۴۴ نسخہ خطی برٹش میوزیم۔ لندن

و مخذول رہے۔ ایسی طاعت جو کسی انسان کے لیے عجب و غرور کا باعث ہو وہ عین معصیت ہے اور ہر گناہ جو طالب کو عذر و معذرت پہ مجبور کرے فی الحقیقت سود مند طاعت ہے۔ انسان دو جوہروں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ روح جسے ہم جوہرِ لطیف نورانی کہتے ہیں
۲۔ جسم جسے جوہرِ کثیف ظلمانی کہتے ہیں۔

ان میں سے ہر جوہر کے لئے صحت، بیماری اور دوا ہے جس طرح بدن کی غذا آب و نان ہے اسی طرح روح کی غذا ذکر، حق معرفت اور صحبت ہے۔ جس طرح تن کی بیماری کے اسباب ہیں اور ہر سبب کے دفیعہ کے لئے دوا ہے کہ جس کے طبعی آثار و خواص صرف حاذق طبیب ہی جانتے ہیں اسی طرح روح و قلب کی بیماری کے بھی اسباب ہیں اور ہر سبب کے لئے روحانی دوا ہے۔ مختلف طاعات اور عبادات ہیں کہ اس کی حقیقت حکمائے دین یعنی انبیائے کرام، اولیائے اللہ، مشائخ طریقت اور علمائے دین جانتے ہیں یہ کوئی نہیں جانتا کہ اکثر عبادات جو عوام الناس رسم یا عادت کے طور پر بجا لاتے ہیں اگر میزانِ عدل میں رکھی جائیں تو قابل مواخذہ ہوں، ایسے عمل بھی ہیں کہ جنہیں طاعت خیال کیا جائے۔ اور روزِ قیامت وہ سب گنہ[1] معصیت میں ہوں، اس لئے طالبانِ حق کے لئے پیر و مرشد کا ہونا ضروری ہے۔

اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے اپنے عہد پر بھی تنقید کی ہے۔ آپ بادشاہوں کے اطوار و کردار اعراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ سلطنت کے امور ان لوگوں کے دستِ تصرف میں ہیں جو دینی علوم و اسرار سے بیگانہ اور لہو و لعب میں مشغول ہیں۔ انہوں نے فسق و فجور کو اپنا مذہب قرار دیا ہے اور وہ فاسقوں اور فاجروں

---

[1] گنہ : تمانہ و کا پلڑا

سے میل جول رکھتے ہیں۔ وہ نفس کے غلام اور ہوس کے اسیر بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانی صفا و تقدس خباثت سے بالاتر ہے۔ جس شخص کے افعال و اعمال مخلصانہ نہیں وہ نفسانی زوائل سے رستگاری نہیں پا سکتا۔ ایمانی انوار اور اسلامی رحمتیں اسے حاصل نہیں ہیں۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو یہاں پہ کسب سعادت نہیں کر سکتا وہ آخرت میں بھی حرمان نصیب ہے۔[1]

رسالہ درویشیہ مجموعہ رسائل درویش میں، خانقاہ ذہبیہ احمدی کے زیر اہتمام ۱۳۳۸ھ ہجری میں طہران سے شائع ہو چکا ہے۔ مگر اب نایاب ہے۔ رسالہ کا ایک مطبوعہ نسخہ طہران کی خانقاہ احمدی میں موجود ہے۔

اس رسالہ کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن، ایران اور پیرس کے کتابخانوں میں محفوظ ہیں۔ اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے

الحمد للہ حق سبحانہ والصلوۃ علی خیر خلقہ اما بعد قال اللہ تعالیٰ۔

۱۸۔ رسالہ فتوتیہ

یہ نہایت خوبصورت بیان اور دلکش زبان میں طویل فارسی رسالہ ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے اخوت اور فتوت اور ان کی حقیقت پہ بحث کی ہے مصنف نے اپنا سلسلہ فتوت بھی رقم کیا ہے۔ فتوت بھی طریقت کی طرح سالکوں کی ایک روش ہے جس میں تمام انسانی فضائل اور اخلاقی عظمتوں کا حصول لازمی ہے حلقہ فتوت میں داخل ہونے والے سالک ایک دوسرے کو "اخی" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس رسالہ میں کلمہ اخی کے تین معنی بتائے ہیں۔

---

[1] مانیگر وفلم رسالہ درویشیہ ذبرگ ۲۴۸ ب - ۲۵۳ ب ، قلمی نسخہ برٹش میوزیم

اوّل:- عام : یعنی لغوی و رسمی معنی

دوم: خاص : یعنی لغوی و حقیقی معنی

سوم: اخص : یعنی اصطلاحی معنی

پہلا یہ کہ لغت میں "اخی" کے معنی بھائی کے ہیں۔ عام لوگ بھائی اسے کہتے ہیں جو ایک ہی ماں باپ کے فرزند ہوں۔

دوسرا یعنی لغوی اور حقیقی مفہوم علمائے دین اور راستباز مومنوں کے لئے ہے جو علم کی قوت اور نورِ ایمان سے تقلید و رسوم سے ترقی کرتے اپنی استعداد کے مطابق دینی حقائق سمجھتے اور کتابِ مقدس، سنتِ رسولؐ اور اخبار و آیات سے استدلال کرتے ہیں

تیسرے یعنی اصطلاحی معنی اربابِ قلوب اور اہلِ تحقیق کے درمیان متداول ہیں یہ لوگ "اخی" اس انسان کو کہتے ہیں کہ مقاماتِ سلوک میں سے ایک مقام کو جسے فتوت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (اور جو سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام، فقر کا ایک جزو اور ولایت کا ایک حصہ ہے) پہ فائز اور کرم، سخاوت عفت، امانت، شفقت، حلم، تواضع اور تقویٰ کی صفات سے متصف ہو مشائخِ طریقت اس سالک کو جو کسی حد تک کمال یافتہ، حقائقِ فقر اور انوارِ اسرار سے شرفیاب ہو جائے ایک خاص قسم کا خلعت پہناتے ہیں جسے خرقہ کہتے ہیں۔

فتوت اگرچہ مقاماتِ فقر میں سے ایک مقام ہے اگر تمام مقامات کی اساس یہی ہے بلکہ تمام انسانی کمالات اسی سے مربوط ہیں۔ یہ مکارمِ اخلاق کے تمام درجات پر محیط ہے شاہ ہمدانؒ فتوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"چندانکہ طاقت داری وجودِ خود را بسبب خیر و احسان و واسطہ راحتِ بندگان حق سازی بر بساطِ احسان"

"اخی" کے لئے لازمی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی سنت کو بجالانے میں فروگذاشت نہ کرے۔ ظاہر میں لوگوں سے میل ملاپ رکھے، بندگان الٰہی سے شفقت، مودت اور احسان کرے مگر بباطن حق میں مشغول ہو۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتوت کے چار ارکان ہیں۔

۱۔ قدرت رکھنے کے باوجود عفو سے کام لینا۔
۲۔ غصہ کے وقت بُردباری کا مظاہرہ کرنا۔
۳۔ دشمن سے بھی خیرخواہی کا اظہار کرنا۔
۴۔ احتیاج کے باوجود ایثار سے کام لینا۔

شاہ ہمدانؒ کے نزدیک انسانی قافلہ دو جماعتوں میں بٹا ہوا ہے۔

(الف) بارگاہِ الٰہی کے مقبول دو قسم کے لوگ ہیں، ابرار اور مقرب۔
(ب) راندۂ درگاہِ حق: یہ بھی دو نوعیت کے ہیں۔ اہلِ شقاوت اور اہل خسارت

تمام عظیم منازل، بلند درجات اور اُخروی سرفرازی طاعات کا نتیجہ اور عبادات کا ثمرہ ہیں۔ طاعات بھی اگرچہ مختلف قسم کی ہیں مگر یہ بھی تین نوع سے متعلق ہیں۔

قلبی، بدنی اور مالی

"اخی" کو چاہیئے کہ ان تمام طاعات کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق سے بھی متصف ہو۔ رسالہ فتوتیہ کے خاتمہ پر آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ نے اپنا خرقہ فتوت شیخ حاجی بن المرحوم طوطی علیشاہ کو تفویض کیا ہے۔ مطالب کے آخر میں ایک نعت بھی درج ہے، جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

خواجہ دین و دنیا گنج وفا　　　　صدر و بدر ہر دو عالم مصطفیٰ[۲]

آفتاب شرع و دریای یقین　　نور عالم رحمة للعالمین

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

شکر و سپاس آں صانعی را کہ حدایق ریاض موجودات را از بیدای ظلمت آباد عدم بصحرای وجود آ۔ ور۔

یہ رسالہ استنبول سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اسی رسالہ کی تصحیح، تحشیہ اور تنقید کرنے پر جناب محمد ریاض کو تہران۔ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند ملی ہے۔

اس رسالہ کے قلمی نسخے ایران، پیرس، استنبول اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

۱۹۔ رسالہ مناميہ

چار ورق کے اس رسالہ میں شاہ ہمدانیؒ نے عالم مثال، خیال، منام اور رؤیا کی حقیقت، علوی عوالم میں مخلوقات کے درجات اور علوم و معنی کے ادراک پر بحث کی ہے۔ یہ رسالہ اخوان صفامیں سے کسی ایک کی درخواست پر قلمبند کیا ہے۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"الحمد للہ حق حمدہ و الصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و

صحبہ اما بعد عجالہ الیست"[1]

فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ ارباب کشف و عرفان کے تین درجے ہیں۔

۱۔ نور حقیقی مطلق　۲۔ ظلمت۔　۳۔ ضیاء

پہلا مرتبہ یعنی نور مطلق کی رؤیت: اس میں نسب، اضافات اور تعلقات سے ہویت مطلقہ کا مبرا ہونا ہے کیونکہ وہ انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اس کے

---

[1] ماہنگر بیلم رسالہ نتو تیہ (۲۵۴ الف - ۲۶۲ الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

سرادقاتِ جلال تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

دوسرا مرتبہ ظلمت ہے جو نور کی ضد ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: حقیقی ظلمت، جو ناقابلِ دید ہے اور وہ عدمِ محض ہے۔

دوسری قسم: جہل کی ظلمت، اگرچہ یہ حسی بصر سے نظر نہیں آتی مگر محسوس ہوتی ہے۔

تیسری قسم: محسوس ظلمت: مثلاً رات کا اندھیرا

ظلمت جو حسی طور پر محسوس ہوتی ہے اس کے ذریعے نور کا ادراک ہوتا ہے۔

تیسرا مرتبہ: ضیا۔ وہ حقیقت جس سے نور و ظلمت کا امتزاج ہو۔ وجود و عدم کے درمیان ضیا دو نوعیت کی ہے۔

ایک محسوس نور جو کسوتِ خیال میں غیبی اسرار کا مظہر ہے۔

دوسرا عالمِ مثالِ مطلق تک محدود ہے۔

انسانی خواب "واقعہ" کے چند اسباب ہیں، بعض انسانی مزاج کا نتیجہ ہیں اور بعض کا تعلق ذہن سے ہے۔

خیالِ مقید کے ذریعے حالتِ نوم میں عالمِ مثال اور عالمِ ارواح کا ادراک بھی مختلف انداز سے کیا جاتا ہے، بعض کا نظریہ ہے کہ کچھ لوگوں کے خواب تعبیر کے قابل نہیں ہوتے کیونکہ یہ محجوب ہیں اور ان کی صفات اور احکام حق سے انحرافات نفس پر غالب ہیں ایسے لوگوں کے خواب نفسانی کدورتوں کی بنا پر اسرار سے بیگانہ اور کرامت و معرفت سے محروم رہتے ہیں، ان کے خواب اضغاث احلام ہیں۔

دوسری قسم متوسطانِ اہلِ سلوک ہیں، جن کا آئینۂ دل فیضانِ معانی اور عالمِ مثال کے اسرار قبول کر سکتا ہے ان کے خواب تاویل و تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے۔

تیسری قسم کاملان کی ہے جنہوں نے نفس کو مجاہدہ کی کٹھالی میں صاف کیا ہے۔

---

[1] کتاب الفصل فی الملل والنحل ج ۵ ص ۱۹ - رؤیا کی بحث میں اکثر و بیشتر مطالب یہی ہیں۔

ان کا قدم ہمت سیر الی اللہ میں "کنگرۂ اوج کبریا" پر ہے اور وہ میدان شہود میں کروبیان اور روحانیان سے بھی سبقت لے جاتے ہیں یہ لوگ ازل کے اسرار، ابد کی تختی سے پڑھتے ہیں اور ان کا عرشِ دل حضرت الہیت کا جلوہ گاہ ہوتا ہے ان کا دل چونکہ اسرار حق کا خزینہ ہوتا ہے۔ اس لئے نیند کی حالت میں خزانۂ دل کے بعض اسرار دماغ پر منعکس ہوتے ہیں۔

بعض خوابوں کے اثرات فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں، اہل کمال کے بعض خواب چالیس سال کے بعد تعبیر پاتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے اس خواب انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتہم لی ساجدین[1] کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔

یہ رسالہ تہران، تاشکند، پیرس، برٹش میوزیم لندن اور کراچی میوزیم[2] کے کتابخانوں میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ رسالہ طبقاتِ مردم

یہ دو ورق پر مشتمل مختصر سا رسالہ ہے جس میں قسم قسم کے لوگوں کی طبایع پر بحث کی ہے۔ سید امیر کبیرؒ فرماتے ہیں۔

افراد میں سے ہر فرد کا کمالِ سیر، عالم ملکوت کے مراتب جو اس کے ظہور کا سرچشمہ ہیں اس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے، انسانی مراتب و درجات انوار کے کامل امتیاز کے لحاظ سے۔ جبروتی و ملکوتی انوار کے ملاحظہ و مطالعہ کی بنا پر متفاوت ہیں اور چار طریقوں پر منقسم ہیں: ان فریق میں سے ہر ایک کے لئے عوالم الغیب و شہادت سے فیضان اور استعداد کے مطابق مدارج ہیں۔

---

[1] ما بگیرنہ نظم نسخہ خطی رسالہ منامیہ (ورق ۲۶۲ الف۔ ۲۶۶ الف) برٹش میوزیم لندن۔

[2] یہ رسالہ لاہور میں مولوی شمس الدین کے پاس تھا جو انہوں نے ۱۹۶۳ء میں کراچی میوزیم کو دیا تھا۔

پہلے گروہ میں وادی جہالت کے غافل شامل ہیں۔

دوسرے گروہ میں محظوظانِ سوابق و مجذوبانِ لواطف آتے ہیں جو جلالِ قدس کی بارگاہ میں جمال کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

تیسرے گروہ میں پاکبازانِ سدۂ حقیقت شامل ہیں اور یہ لوگ معارفِ اسرار کی بلندیوں پر ساکن، عوام و رجال میں سب سے اعلیٰ اور ملکوتِ منتظروں کے باشرف انسان ہیں۔

چوتھے گروہ میں خلعتِ اصطفا اور کرامتِ اجتبا سے مخصوص جماعت شامل ہے ان کے اوصاف کی برکتیں ان کے ہم عصروں اور اہلِ زمانہ کی ہدایت کا باعث ہوتی ہیں۔

مذکورہ بالا ہر جماعت کے دو فریق ہیں۔

(۱) وہ لوگ جن کا کمال و نقصان دوسروں کے کمال اور نقصان کا باعث ہے۔

(۲) گو سطرِ طریقت و حقیقت کے جانباز، جن کا خورشیدِ کمال آفاق میں درخشاں ہے۔ وہ لوگ جو بساطِ رسوم کو ہمت سے طے کر کے صبغۃ اللہ کا شرف حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اس رسالہ کی عبارت سادہ، بیان دلپذیر اور باقی رسائل کی طرح جا بجا قرآنی آیات سے مزین ہے۔ یہاں تبرکاً کچھ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

واما تاثیر کمال چنانچہ از حال سالکان صفوف نبوت خبر داد کہ اولئک الذین هدیهم الله فبهدٰهم اقتده را فرمود کہ آن جماعتی کہ مخصوص خلعت اصطفا و محظوظان کرامت اجتبا اند برکات آثار اوصاف ایشان منشی هدایت اہل اعصار و دهور گشت، اما در قومی و ولایتی مخصوص لیس تا آنکہ حامل لوای حمد صاحب مقام محمود برگزیدۂ حضرت الٰہی و برگزیدۂ الطاف نامتناہی پیش از ظهور کسوت لو کوس سعادت تو در عرصۂ نبوت ولایت زدیم۔[۱]

---

[۱] مابگر ونظم رسالہ طایفہ دوم (۲۹۶ ب ۔ ۲۹۸ ب) قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ حق حمدہ والصلوۃ علی خیر خلقہ و آلہ و صحبہ

— اما بعد بدان وفقک اللہ تعالیٰ کہ:

یہ رسالہ دانشگاہ تہران اور برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔

۲۱۔ رسالہ شرح مشکل حل

دو ورق کے اس مختصر سے رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے معرفتِ حقیقی کی صراحت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حکماء و علماء کی تصانیف اور اشاعتِ علوم سے غرض و غایت کتاب اور سنت کی معرفت ہے۔ اور تمام علوم، اسرارِ شریعت اور آدابِ طریقت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد اور تمام کتب کے نزول کا مقصد ذاتِ متعالی کی معرفت ہے۔ اور معرفت کے مختلف درجے ہیں۔

درجہ اول: سب سے کم درجۂ معرفت یہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان کا خدا جو یگانہ قادر، قدیم، اور بے مثال ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

درجہ دوم: یہ استدلالی معرفت ہے جسے علمائے رسوم کتب و سنت کے مفہومات اور مضمونات سے درک کرتے اور ذاتِ صانع کے لئے عقلی اور نقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

درجہ سوم: یہ شہودی معرفت ہے جو انبیاء علیہم السلام پر تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، وحی، الہام، القا، اور غیبی واردات سے منکشف ہوتی ہے اس کی ابتداء تجلیاتِ ربانی اور عرفانی حقائق ہیں جس سے ذوقِ شہود حاصل ہوتا ہے اور بعض لوگ اس سے مدہوش ہو جاتے ہیں، بعض اسرار کی غواصی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بعض مشکلات کی تحلیل میں ید بیضا دکھاتے ہیں۔

اس مقدمہ کے بعد مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ۔ اے مشکل حل سے مراد" حل لسان بہ بیان احمد" ہے یعنی اے صاحب عظمت کہ تمام ملائکہ انبیا ہو مرسل کے بیانات، تمام کتب منزل کے مفہومات سمجھانے والے! آپ کے اسرارِ ذات متعالیہ کی تشریح اور کہنہ معرفت جناب کبیریا کے ادراک سے افہام و عقول عاجز ہیں، اسی لئے کہا گیا: حل مشکل یعنی مشکلات کا حل کرنے والا، کہ اے صاحب علم جس کے علم کے سامنے تمام مخلوقات اور موجودات کے اسرار آفتاب کی مانند روشن ہیں۔

فیض وجود کے طلوع کے لئے سات منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔

پہلی منزل "حیّ" ہے اس منزل میں صفاتِ حیات ظاہر ہوتی ہیں اور اسے ماہیاتِ وجودی کہتے ہیں۔

دوسری منزل: "علم" ہے اور اس میں صفتِ علمی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسے معلوم کہتے ہیں۔

تیسری منزل "ارادت" ہے اور اس میں مریدی کے آثار واضح ہوتے ہیں۔

چوتھی منزل "سمع" ہے اور اسے مسموع کہتے ہیں

پانچویں منزل "قدرت" ہے اور اسے قدیری کہتے ہیں۔

چھٹی منزل "بصر" ہے اور اسے ملحوظ کہتے ہیں۔

ساتویں منزل "کلام" ہے اس مقام پر اسے "کلمہ" کہتے ہیں۔

افراد میں سے ہر فرد "کلماتِ الٰہیہ" میں سے ایک کلمہ ہے، جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام حکمتِ الٰہی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے، جناب مسیح ایک کلمہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"کلمتہ القھا إلیٰ مریم" [۱]

---

[۱] قرآن مجید، سورۃ النساء : ۱۷۱

یہ سات منزلیں آئمہ اسماء یعنی وجود، علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر اور کلام کا مظہر ہیں، انہیں مفاتیح غیب بھی کہتے ہیں، اس کے بعد عالم ارواح ہے اسے عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ یہاں صفات کا کمال ظہور میں آتا ہے اور قدم منزلِ شہادت کی جانب اُٹھتے ہیں۔ حضرت ہویت جو حقیقی مطلوب ہے ان آٹھ منزلوں سے ماوراء ہے جیسا کہ غالب کہتا ہے۔

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں،

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔ ای مشکل حل وحل مشکل ! ای عزیز بدانکہ غرض جمیع علماء وحکماء از تصانیف واوضاع انواعِ علوم، معرفتِ کتاب وسنت است۔

یہ رسالہ تاجکستان، تہران، پیرس اور برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ اور اس رسالہ کی زبان سادہ اور تصنع سے مبرا ہے۔ یہاں نمونہ کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ای عزیز چون این مقدمہ معلوم شد بدانی آنکس کہ گفت: ای مشکل حل وحل مشکل چہ خواست خلاصۂ سخن آنست کہ بدانی کہ قول قائل ای مشکل حل لسان بیان احمد است یعنی ای عظیمی کہ الْسنہ جمیع مشکلات دینی دواسطہ تبیین مو صلات کرنی انداز دواز شرح حقیقت اسرار ذات متعالیہ تو قاصر اند وانہامِ عقول ہمہ از درک کنہ معرفت جنای کبریای تو عاجز۔

۲۴۔ رسالہ مشیہ دمیریہ

یہ ایک ورق کا مختصر سا رسالہ ہے جس میں فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ۔ طریق تحقیل یہ ہے کہ پہلے اس مقام ومحل یعنی نفسیانیت کی تحقیر کی جائے تاکہ مقصود ہاتھ لگے اور

پھر شرائط کی بجاآوری ہو۔ اس قسم کے کلمات اور اصطلاحات کا صرف جاننا ہی کافی نہیں بلکہ ان کی پابندی بھی لازمی ہے۔ نفسانی خواہشات اور حیوانی عادات کو جب تک قسم قسم کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی کٹھالی میں گداز نہ کیا جائے، تصفیہ قلب نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ شہد کا ذکر کرنا اس کے چکھنے اور حلاوت کو محسوس کرنے سے بہت مختلف ہے۔ جیسے شہد کے چکھنے اور ذکر کرنے والے میں کوئی نسبت نہیں اسی طرح اس طریق کے مجاہدوں اور صرف زبانی ذاکروں میں اتنی دوری ہے جو حدِ امکان میں نہیں آسکتی۔

اگر اس معنی کا راز فضائے افلاک میں سمجھا جاتا تو روحانیان "ما عرفناک" کا نغمہ نہ بلند کرتے، اور اگر عالم افلاک میں موجود نہ ہوتا تو نہ سکانِ سموات کو اس کی خبر ہوتی نہ ساکنانِ خاک میں اس کا اثر ملتا کہ ہزاروں سالک اس کے بیقرار اور سینکڑوں عاشق خونبار ہیں۔ جنہوں نے اس سعادت کو پانے کے لئے اپنی زندگیاں نچھاور اور عمریں قربان کی ہیں۔ اس درگاہ کے سالک، روحانی عاشق اور تن گداز شیدائی ہیں۔ انھوں نے تعلقات کے خیالات قل ھواللہ کی مقراض سے منقطع کئے، تسویلات سے براءت کا اظہار کیا، دنیاوی فائدوں اور اخروی بہاروں کو ہیچ سمجھ کر بادیۂ طلب میں آفات و بلیات کو اپنا شعار بنایا۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

پی نبری ذرہ آنچہ طلب میکنی	تا نشوی ذرہ وار از غم او ناپدید
کار کن از عاشقی، بارکش از مفلسی	زانکہ بدیں سرسری بار نباید بدید

...... ای عزیز گفت و شنو د تو و امثال تو بدیں نوع کلمات و اظہار ایں نمط

اس رسالہ کی زبان سادہ ہونے کے باوجود پُر زور ہے۔ مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

صد ہزاران سالک بی قرار و صد ہزاران عاشق غم شعار در ہر آنی و ہر زمانی از ازمنہ و دہور و اعصار بر بوی نسیم این سعادت جانہای نثار عمرہا ایثار کردند و آخر الامر بصولت ہیبت بالتراب و رب الارباب باب دوختہ و دل سوختہ از راہ آمدہ باز گشتند و باسوز و درد فراق و محبت بادیہ اشتیاق ہمراز گشتند۔

یہ رسالہ پیرس، تاجکستان، برٹش میوزیم لندن اور تاشقند میں محفوظ ہے۔ آخر الذکر کتاب خانہ میں محفوظ رسالہ کا نام "مشیت" درج ہے[1]۔

۲۳۔ رسالہ چہل مقام صوفیہ

پانچ ورق کا یہ رسالہ فقر کے مقامات، احوال اور درجات کے بارے میں ہے۔ اس میں صوفیاء کے لئے چالیس مقام متعین کئے گئے ہیں اور ان میں سے ایک مقام بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ مقامات شیخ الاسلام معین الدین ابی عبداللہ محمد بن حمویہؒ کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ یہ مقام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نیت	۲۔ خلوت	۳۔ توبہ	۴۔ ارادت
۵۔ مجاہدہ	۶۔ مراقبہ	۷۔ صبر	۸۔ ذکر
۹۔ مخالفتِ نفس	۱۰۔ رضا	۱۱۔ موافقت	۱۲۔ تعلیم
۱۳۔ توکل	۱۴۔ زہد	۱۵۔ عبادت	۱۶۔ ورع
۱۷۔ اخلاص	۱۸۔ صدق	۱۹۔ خوف	۲۰۔ رجا
۱۲۔ فنا	۲۲۔ بقا	۲۳۔ علم الیقین	۲۴۔ حق الیقین
۲۵۔ معرفت	۲۶۔ ولایت	۲۷۔ محبت	۲۸۔ شوق

---

[1] مائیکرو فلم رسالہ مشیت" ایر یہ ذبرگ ۷،۲ الف۔ ۷۱، ۲ الف) نسخہ خطی کتابخانہ برٹش میوزیم

۲۹۔ ہیبت ۳۰۔ قرب ۳۱۔ ۳۲۔ انس

۳۳۔ وصال ۳۴۔ کشف ۳۵۔ مخاطرہ ۳۶۔ تجرید

۳۷۔ تفرید ۳۸۔ انبساط ۳۹۔ حیرت ۴۰۔ تصوف

اس مقام پر صوفی کی آنکھ خیانت سے پاک، زبان غیبت سے دور اور دل فضولیات سے مصفا ہو جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں صوفی وہ ہے جو غسل وغش سے پاک ہو۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین الکلام فی مقامات الصوفیہ وبیان حالاتہم واظہار درجاتہم وہی الفقراء وما یتعلق بہ من امور الفقر۔

اس رسالہ کی زبان بہت سادہ اور آسان ہے۔ مثال کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

صوفی آن بود کہ از ہمہ مرادہا پاک باشد و از غل وغش صافی بود و باطنش سوختہ بود چون این چہل مقام بدین اوصاف کہ یاد کردہ ایم بر بدہ بود و بدین مقامہا صوفی بود او را صوفی تواند خواند و اگر ازین مقام یکی نبریدہ باشد ہنوز ہیچ جا نرسیدہ بود و او را صوفی نتواند خواند۔[1]

یہ رسالہ ہندوستان سے رسالہ ذکریہ اور چہل اسرار کے ساتھ ایک ہی جلد میں شائع ہوا تھا مگر اب نایاب ہے۔[2]

یہ رسالہ تہران سے ۱۳۲۶ ہجری میں شیخ محمد بن صدیق الکججی کے تذکرہ کے ساتھ چھپا ہے۔[3]

---

[1] مائیکروفلم رسالہ مقامات الصوفیہ ورق ۲۷۳ب - ۲۸۷ب (قلمی نسخہ، کتابخانہ برٹش میوزیم لندن
[2] فہرست کتابہای چاپی فارسی، تہران ۱۳۳۷ شمسی ص ۱۴۹ [3] تذکرہ شیخ محمد بن صدیق الکججی، تہران ۱۳۲۶ شمسی ص ۹۷ - ۷۰

یہ رسالہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

۲۴۔ رسالہ آداب المریدین

چھ ورق کا یہ رسالہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے رسالہ صفۃ الآداب سے ماخوذ ہے اور مندرجہ ذیل سات ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب :۔ فی لبس الخرقہ

دوسرا باب:۔ در نشستن و برخاستن

تیسرا باب:۔ رفتن در خانقاہ

چوتھا باب:۔ در طعام خوردن

پانچواں باب:۔ در دعوت

چھٹا باب :۔ در سماع

ساتواں باب:۔ در سفر

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

صفت عقدہ آداب الشیخ الکبیر... باب اول باید کہ خرقہ از دست پیری پوشید[1]

یہ رسالہ تاشکند (بنام آداب) حمہ کی ، پیرس اور برٹش میوزیم (بنام آداب) میں محفوظ ہے۔

۲۵۔ رسالہ ذکریہ

نو ورق کے اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے عوام کے گروہ، طبقات اور انسانی خصائص بیان کئے ہیں۔

فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ پروردگارِ عالم نے حسب اپنی قدرت و حکمت کا

---

[1] رسالہ صفۃ الآداب: مائیکرو فلم: (برگ ۲۷۶ - ۲۷۹) قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔

اظہار کرنا چاہا تو تقاضائے جود سے انسان کو ظلمت آباد نابود سے صحرائے وجود میں لے آیا، عالم ارواح میں جو وجود و عدم کے درمیان برزخ کی مانند ہے، الست کے خطاب سے محبت و معرفت کا بیج بو دیا۔ قضا و قدر نے ایک جماعت کو یحبہم و یحبونہ کی خلعت سے آراستہ کیا، بارگاہِ عنایت میں "مقعد صدق" سے لطائفِ قرب سے نوازا۔ اور دوسری جماعت کو آتش زدہ کیا۔ جو صحرائے طبیعت کی ظلمتوں میں سرگرداں ہیں۔

سعادتمندوں کی زبان سے روزِ الست قالوا بلیٰ کے عہد سے اشتقیا پر اپنی حجت تمام کی، پھر انسان کو وجود عطا کیا اور اس کے سر پر عقل کا تاج رکھ کر اور اس کی کمر میں ہمت کی پیٹی باندھ کر نفس کے براق پر سوار کر کے گروہ در گروہ کارزارِ حیات میں بھیج دیا جہاں وہ عقل، نقل اور ایمان کے سرمائے سے پاکیزہ عمل بجا لاتے ہیں۔ شاہ ہمدانؒ کے نزدیک انسان تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

"ا ثنا دا جا ز ا م ن ک ن"

(الف) فمنہم ظالم لنفسہ کے مصداق ہیں اور انہوں نے اپنے حقیقی مقصد کو فراموش کر دیا ہے اور دنیاوی لہو و لعب میں مصروف ہیں، ان کا نفس امارہ بہیمانہ ظلمتوں میں محبوس ہے۔ ان کے طائرِ قدسی کے پر و بال "زین للناس حب الشہوات من الناس" کی حقیقت ہیں اور وہ لوگ دنیاوی حجوبات و مالوفات میں گرفتار ہیں وہ خود اسی دنیا میں اس طرح مگن ہیں کہ انھوں نے ذکر اللہ کو بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ ابدی خسران اور سرمدی حرمان میں مبتلا ہیں۔

(ب) یہ لوگ مقتصدان یعنی اصحاب یمین ہیں اور ان کا قدم بہیمانہ اوامر سے بالاتر ہے۔ انھوں نے دنیاوی طلب میں لذات کو ترک کر دیا ہے اور یہ لوگ

وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ کی بساط پر ثابت قدمی سے قائم ہیں۔

(ج) یہ لوگ سابقانِ ولایت اور مقربانِ بارگاہِ عنایت ہیں اور یہ وہ جماعت ہے جس کی چشم بصیرت مازاغ البصر وما طغیٰ کا سرمہ آنکھوں میں لگائے بساطِ قرب پر فاخلع نعلیک کے اشارہ سے گامزن ہے۔ ان لوگوں نے عالم ناسوت کی ظلمتوں کو فضائے لاہوت کی وسعتوں میں دھو لیا ہے اور موہوم زندگی کے پروانہ کو جلال احدیت کی شمع پر قربان کر دیا ہے۔

پروردگار عالم نے انسان کو ایک سعادت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہے "لقاء اللہ" کہ تمام صادق طالبوں اور محقق کاملوں کی روح اس سعادت سے حیرت وہیبت کے عالم میں ہے اور عوام فقط اس کے نام سے آشنا ہیں۔ حقیقی محبت کامل معرفت سے حاصل ہوتی ہے، ریاضِ معرفت کا دروازہ پاکیزہ فکر سے کھلتا ہے اور فکرِ مصفا صرف اسی قلب کا نتیجہ ہے جو دنیا دی مشاغل سے بے نیاز ہو اور دنیا کو ایک مردار سے زیادہ وقعت نہ دے۔

اس کے بعد فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ دنیا رنگ و بو کے سوا کچھ نہیں اور رنگ و بو پر فریفتہ ہونا عورتوں کی خاصیت ہے پس جس کسی پر یہ صفت غالب ہو وہ فی الحقیقت عورت ہے۔ شاہ ہمدانؒ کے نزدیک مردانہ جوہر ہمت ہے اس لئے مرد کو چاہیے کہ وہ عالی ہمت ہو۔ اُسے چاہیئے کہ وہ نورِ یقین سے دیکھے کہ انسان کس خوبی و کمال کی بناء پر مسجودِ ملائیکہ بنا تھا اور وہ کیونکر تمام موجودات سے افضل اور اشرف ہے۔ فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ وہ کمال جس کی وجہ سے انسان سرفراز ہوا محبت حق کا جوہر اور آتشِ عشق کا شعلہ ہے۔ اور کوئی بھی مخلوق اس فیض سے ممتاز نہیں۔ آپ نے یہاں شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دی ہے۔

شیخ موصوف فرماتے تھے کہ میں نے وقت ہجرت عرش کے طواف کا ارادہ

گیا تو ایک جماعت کو دیکھا کہ پوری سعی سے طواف میں مشغول ہے۔ مگر وہ جتنی دیر میں ایک بار طواف کرتے تھے میں اس دوران میں ایک ہزار مرتبہ طواف کرلیتا تھا۔ مجھے ان کی سست روی پر تعجب ہوا اور انہیں میری سرگرمی پر۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ سکوت کیسا ہے۔

اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم فرشتے ہیں، ہماری یہی فطرت ہے، اس کے بعد اُنھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم کون ہو اور تمہاری یہ تیزی کس لئے ہے؟

میں نے جواب دیا کہ میں فرزند آدم ہوں اور میری گرمی آتشِ عشق کا نتیجہ ہے اور انوارِ آتش کی یہ حقیقت میرے باطن پر منکشف ہوتی رہتی ہے۔

شاہ ہمدانؒ کے خیال میں محبت کا مبداء ارادت ہے اور ارادت معرفت کا نتیجہ ہے جس سے سالکوں کو ولایت کا آغاز اور طالبوں کی صبحِ سعادت کا اظہار ہوتا ہے۔ ارادت کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کی ارادت اس کی منشاء و ارادت میں گم ہو، کیونکہ جب تک وہ خود پرستی ترک نہیں کرے گا۔ وہ خدا پرست نہیں بن سکتا اور جب تک وہ ہر دو عالم سے گریزاں نہ ہوگا اس وقت تک وہ کمالِ آدمیت نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ خود کو قربان نہیں کرے گا اس وقت تک وہ مقبولِ بارگاہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی غرض و غایت توحید کے دریائے زلال میں آتا ہے۔ توحید عالم لقا کا آفتاب اور دائرہ کون و مکان کا قطب ہے۔ آپ نے توحید کی تعریف بڑے خوبصورت الفاظ میں کی ہے یہاں کچھ جملے ملاحظہ ہوں۔

توحید مشعل بران اشواقِ طالبانست، توحید آرام دلِ محبانست، توحید مونسِ جانِ مشتاقان است، توحید مرہم ریشِ عاشقانست، توحید محک نفسِ صادقانست، توحید مہدی روِ سالکانست، توحید نورِ جبینِ عارفانست۔

جس طرح توحید کا ظاہر و باطن ہے اسی طرح اس کے صورت و معنی بھی ہیں۔ انسانی قلب معانی اور باطن کا محل و جلوہ گاہ ہے۔ اور زبان ظاہر کی ترجمان ہے۔ اس کا باطن معرفت ہے اور ظاہر ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس حقیقت کی وضاحت و تشریح اس مختصر سے رسالہ میں ممکن نہیں ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تمام کتب رسل، تمام مخلوقات کائنات، ملائیکہ، اولیاء و مرسلین اور جن و انس سب اسکی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس حقیقت کے بیان سے قاصر ہیں۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر روئے ارض کے تمام درخت قلم اور تمام سمندر روشنائی بن جائیں پھر بھی کلمات الٰہی کی تعریف ناممکن ہے۔ اس بحر بیکراں کو کون دکھلا سکتا ہے اگر کوئی اس کی عبادت کرتا ہے یا اس کے بارے میں اشارہ، رمز و کنایہ سے کچھ بیان کرتا ہے یا کچھ کہتا، دیکھتا اور جانتا ہے وہ سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہے ورنہ وہ سب سے مقدس و منزہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

لا تدرکہ الابصار وھو اللطیف الخبیر، ولا یحیطون بہ

شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ حقیقت کے راہرؤں کی بھی اقسام ہیں، ہر ایک کو انوار توحید کے مطالعہ نور کا خاص مقام حاصل ہے جب شجرہ طیبہ لسان دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو عمارہ توحید کی بنیاد صحرائے عقل کو تابع کر لیتی ہے یعنی کلمہ شہادت دل و جان میں اثر انداز ہوتا ہے تو انسان اس کا ثمرہ حاصل کرتا ہے اور وہ تمام عبادات اور طاعات بجا لاتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں اگرچہ سب تشنگان حقیقت ایک ہی سرچشمہ سے سیراب ہوتے ہیں مگر بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر بعض لوگ کتاب الٰہی کے وارث ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ ظالم لنفسہ ہیں اور وہ گناہوں میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ مقتصد ہیں اور

وہ نیکیوں کی طرف راغب ہیں۔ بعینہٖ بعض لوگ سابق بالخیرات ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔

سید علی ہمدانیؒ کے نزدیک سب سے اچھا ذکر لاالہ ہی کا ہے آپ نے اپنے مریدوں کو ذکر جہر سے منع کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عقلی قیاس کی وجہ سے ذکر خفی کو فضیلت حاصل ہے۔ فرماتے ہیں کہ نام حق بخضوع وخشوع سے زبان پر لانا چاہیئے۔ اور بارگاہ ایزدی میں ادب کی شرائط ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ذکر صرف زبان ہی پہ جاری نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دوسرے حواس یعنی آنکھ اور کان بھی اسے ادا کریں اور دل میں اس کے معنی ثبت ہوں ارباب طریقت کے نزدیک اس کے چار رکن ہیں۔

(الف) طہارت: جیساکہ ارشاد باری ہوتا ہے۔ ان اللہ یحب المتطھرین
(بے شک اللہ پاک لوگوں کو پسند کرتا ہے)

(ب) توکل:۔ جیساکہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ یحب المتوکلین
(بے شک اللہ توکل کرنے والوں پسند کرتا ہے)

(ج) توبہ:۔ جیساکہ ارشاد فرمایا ہے:۔ انّ اللہ یحب التوابین
بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

(د) عدل:۔ جیساکہ حکم خداوندی ہے۔ انّ اللہ یحب المقسطین
بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے

ان میں سے ہر رکن کا ظاہر و باطن ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:۔
حمد و سپاس پروردگار یرا کہ حقایق اشمارِ تدسی را حدایقِ اشجار انسی بکمال رسانید[1]

---

[1] عالمگیر دقلم رسالہ ذکر یہ ذیہ گ ۲۷۹ - ۲۷۸ الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم،

یہ رسالہ تہران، پیرس اور برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے تذکرہ شیخ الکیجی کے ساتھ تہران سے ۱۳۲۹ھ ہجری میں شائع ہو چکا ہے۔

اس رسالہ کی زبان سادہ، آسان اور دلپذیر ہے۔

۲۶۔ اسناد حلیہ حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس ایک ورق کے رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے حضور ختمی المرسلین سید الانبیاء، سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک اور اسناد قلمبند کی ہیں۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ سرکارِ رسالت مآبؐ کے دارِ فنا سے عالمِ لقا میں تشریف فرما ہوتے وقت حضرت فاطمہ زہراؓ بہت روتی تھیں، حضورؐ نے فرمایا۔ فاطمہ! گریہ کیوں کرتی ہو؟

انہوں نے عرض کی۔ میں کیوں نہ روؤں کہ حضور کے جمالِ جہاں آراء سے محروم ہوئی جاتی ہوں۔[1]

ایک بار حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ جس نے ہمیں[2] دیکھا اور وہ ایمان لے آیا۔ حق تعالیٰ اُسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا اور وہ منکر و نکیر کے سوال سے مامون ہوگا۔

---

[1] اس کے بعد غالباً کچھ عبارت حذف ہو گئی ہے۔ از روئے قیاس کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہوگا کہ حضرت علیؓ جمال جہان آرا کو بیان کریں اور لکھیں تاکہ جناب سیدہ اس نوشتہ مبارک کی زیارت کرتی رہیں اور جب امیر المومنین نے جواہر الفاظ میں بیان کیا تو فرمایا کہ اس کے دیکھنے اور زیارت کرنے والے کے لئے بشارت ہے۔

(۲) یہاں پر رسالہ کی مناسبت اور سیاق و سباق کی رُو سے لفظ "حلیہ" ہونا چاہیئے۔

روایات میں ہے کہ ایک دن ایک غریب مستحق یہ حلیہ مبارک لکھ کر بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں گیا، ہارون حلیہ مبارک پڑھ کر اٹھا، اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اُسے اپنے سر اور آنکھوں سے لگایا۔ بعد ازاں اس غریب کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اسی رات ہارون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سرکار رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ اے ہارون جیسے تو میرے حلیہ کو دیکھ کر خوش ہوا ہے اور اس بیچارے کو راضی کیا ہے اسی طرح میں بھی تجھ سے خوش ہوں اور تجھے دیدارِ حق کی بشارت دیتا ہوں کیونکہ پروردگارِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے محمدؐ جو کوئی تیرا حلیہ دیکھے اور خوش ہو۔ میں کہ خدائے عالم ہوں، اپنے فضل و کرم سے آتش جہنم اس پر حرام کرتا ہوں۔

پس سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی اس حلیہ کو دیکھ کر مجھے اپنا شفیع بنائے اس کے تمام مقصود حاصل ہوں گے۔ حضورؐ نے مکرر ارشاد فرمایا کہ اے علی میرا حلیہ منافق کو نہ دیجئے گا کہ وہ اس کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور عزت و حرمت کا خیال نہیں رکھتے۔ اے علی جو کوئی ماہِ نو دیکھے اور اس حلیہ پر نظر ڈالے وہ تمام مہینہ رنج و مصیبت، جن و پری کے آسیب اور سحر و جادو سے محفوظ رہے گا اور سانپ، زہریلے جانوروں کے ڈسنے، غول بیابانی، نظر بد، ہر قسم کی آفت و بلا، آندھی اور سرد ہوا وغیرہ سے خدا کی پناہ میں رہے گا۔ اسی طرح جو کوئی لڑائی میں یا محاذ جنگ پر جائے، کامران و کامیاب لوٹے گا۔ بادشاہوں اور حاکموں کے نزدیک سرخرو اور بامراد رہے گا۔ اگر مقروض ہو پروردگار عالم اپنے خزانۂ کرم سے اس کا قرضہ ادا کرے گا اور روزِ قیامت سرکارِ رسالت مآب اس کا ہاتھ تھام کر بہشت میں لے جائیں گے۔ نیز اس کی زیارت کرنے والے کے پاس شیطان لعین نہیں

پھٹک سکے گا۔

سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک اس طرح ہے؛

سمر اللون	بیاض وقبل الصفرة	منور الوجہ
گندم گون بود	سفید پوشی بزردی زند	روشن روی بود
اوعجز العین	طویل الیدین	رقیق الانامل
فراخ چشم بود	دستہا دراز بود	سر دستہا رتیق بود
مجتمع اللحیۃ	رحیۃ الجبینہ	املیح البرج
گرد ریش بود	کشادہ پیشانی بود	ابرو باریک بود

اشھل	ملیح	تام القد	انفی حطہ
سیاہ چشم بود	نمک دار بود	بلند بالا بود	بلند بینی بود

الشعر من الصدر محمد رسول اللہ الی سریہ

در اندام مبارک ہیچ موی نبود، از سینہ مبارک علیہ السلام تا ناف خط باریک بود

صلی اللہ علیہ وسلم

درود و رحمت خدائی تعالیٰ بروباد

شاہ ہمدانؒ[1] نے حلیہ مبارک کی مناسبت سے یہ دو شعر لکھے ہیں۔

مشتاق آفتاب جمال محمّدیم تابندہ محمد و آل محمدیم
پروانہ وار سوختہ از آتشِ فراق در آرزوی شمع وصالِ محمدﷺ یم

یہ رسالہ تاشکند اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

---

[1] مائیکروفلم رسالہ اسناد حلیہ حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام برگ ۲۹۱ ولف، ۱۰۲ ب)
قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔

۲۷۔ رسالہ در بارۂ حفظ صحت

یہ مختصر سا رسالہ حفظانِ صحت کے اصولوں کے متعلق ہے حضرت امیر کبیرؒ فرماتے ہیں کہ معدہ کو بیماریوں کا گھر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں مختلف قسم کے کھانے، پانی اور دیگر مشروبات جمع ہوتے ہیں اور مختلف اور متضاد چیزوں کا ہضم کرنا اس کے لئے دشوار ہے۔ اس لئے اکثر لوگوں کا معدہ کمزور اور علیل ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمام معالجوں میں عادتوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ عادت اس حد تک ضروری ہے کہ اگر کوئی زہر کھانے کی عادت ڈال لے تو اس کے لئے وہ مسموم اثرات نہیں رکھتی۔

فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ لوگ تھوڑی سی ریاضت اور کوشش سے اپنے نفس پر مشقت کرتے ہیں مگر اکثریت اس بات سے بے خبر ہے کہ گرسنگی اور تشنگی برداشت کرنا عبادت ہے۔ کھانا کھاتے وقت پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے۔ اور شکم سیر ہونے سے پہلے ہی ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔ اسی طرح رات کو زیادہ سونا بھی نقصان دہ ہے۔ خواب و بیداری بھی ریاضت کے طور پر عادت بنانی چاہیے۔

مشروب صرف پیاس کے وقت پینے چاہئیں بلا ضرورت ان کا استعمال بیکار ہے۔ شراب سے قطعی احتراز کرنا لازمی ہے اس لئے حفظانِ صحت کے اصولوں میں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ نیز اس کے خمار سے دردِ سر اور دیگر بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ ہمیں ورزش بھی کرنی چاہیئے مگر صرف ایسی ورزش کی عادت بنانی چاہیئے جو لوگوں کی آزمودہ ہو

نزہۃ الخواطر میں غالباً اسی رسالہ کا نام "طب" درج ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: المدرۃ بیتاً کل داءٍ

۲۸۔ رسالہ عقلیہ

یہ چھ ورق کا مختصر سا رسالہ ہے اس میں فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ اربابِ عقول کے نزدیک مسلمہ امر ہے کہ انسان کو دوسری مخلوقات پر شرف اور امتیاز علم کی بدولت ہے اور یہ جوہر ترجمانِ عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سراج منیرے علمی انوار کی خوشہ چینی لسانِ عدل سے ہوتی ہے۔ سرکارِ دوجہاںؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ لوگوں سے تقرب ان کے پایۂ عقل کے مطابق کرو، فاضل مصنف نے بعدازاں متعدد احادیث اور آیات مبارکہ عقل کی فضیلت میں بیان کی ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ عقل شجرۂ معنوی ہے اور اس شجر کی کلی علم ہے اور علم و عمل عقلی قوت کے لئے نور کی مانند ہیں، شرعی احکام کے اسرار اور قلبی حقایق انوارِ عقول سے آشکار ہوتے ہیں اس کے بغیر دینی علوم اور ولایت سے محرومی ہے اس لئے یہ چند سطور قلمبند کی گئی ہیں۔ جن میں عقل کی فضیلت، نام اور ان کے صفات حکماء و علماء کا اختلاف، اہل تحقیق اور اربابِ کشف و شہود کے اقوال درج کئے گئے ہیں۔

یہ رسالہ تین باب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں عقل کی فضیلت اور جو کچھ اس کے متعلق آیات قرآنی احادیث مقدسہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی روایات میں بیان کیا گیا ہے مندرج ہے۔

دوسرے باب میں عقل کے نام، صفات، متکلمین، حکماء، اہل تصوف، صاحبان کشف و تحقیق اور مشائخ کے اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے نزدیک عقل کے

سلہ بانکیورقلم رسالہ دربارہ حفظ طب قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن

پانچ نام ہیں۔ مشترک، مترادف، اسماء متباینہ، اسمائے متوالیہ اور اسم عقل۔اسی طرح ان کے نزدیک عقل کی اقسام یہ ہیں۔ عقل نظری۔ عقل عملی، عقل حکمت، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں عقل کی قسمیں یہ ہیں۔ عقل حیوانی، عقل قلم، عقل روح نبوی، عقل روح ملکی۔ عقل روح قدسی، آپ نے سہل بن عبداللہ کی روایت سے بتایا ہے کہ عقل کے ایک ہزار نام ہیں۔

تیسرے باب میں حقایق عقلی کے انوار کے حصول سے عوام کے درجات میں اختلاف بتایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ عقل دو قسم کی ہے۔ عقل مطبوع اور عقل مسموع

اس موضوع میں مصنف خاصی حد تک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی، کتاب احیاء علوم الدین میں عقل کے متعلق بیان کردہ خیالات سے متاثر نظر آتے ہیں موضوع کے لحاظ سے بھی یہ رسالہ دلچسپ ہے اور اس کا انداز بھی خاصا پر تاثیر ہے۔ یہ رسالہ جا بجا قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی اور عربی فارسی اقوال و اشعار سے مملو ہے[1]۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

حمد و ثنای نامتناہی آن خاطر حکیم کہ اشعۂ انوار، مصباح عقول را بجناحِ ہمم سالیان منازلِ غیب و شہادت گردانید۔

یہ رسالہ ایران، تاجکستان، پیرس اور برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے فہرست کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں اسے "حقایق اہل ایقان و عرفان" کہا گیا ہے[2]۔

---

[1] رسالہ عقلیہ، (مائیکروفلم) برگ ۳۸۹ ب۔ ۳۹۵ الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم، لندن

[2] فہرست کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران مجلہ پانزدہم ص ۲۷۷

اس رسالہ کا انداز بیان بڑا شگفتہ، دلنشین اور کسی حد تک استدلالی ہے مثلاً یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

مجہول نزد ارباب عقول مقرر است کہ سبب شرف رتبت و امتیاز نوع انسان بر دیگر حیوانات علم است و اختصاص حقایق این جوہر خطیر ممکن نمیگردد الا بواسطہ ترجمان عقل و اقتباس انوار علمی ازین سراج منیر متصور نمی شود الا بوسیلت میان لسان عدل۔

۲۹۔ رسالہ موچلکہ

موچلکہ، شاہ ہمدانؒ کا ایک ارادتمند تھا، چار ورق کا یہ رسالہ جناب سید سے موچلکہ کی محبت اور ارادت کا نتیجہ ہے۔ اس کا سبب تصنیف یہ ہے کہ ایک بار موچلکہ نے سید کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی۔ دوران نماز قراءت میں موصوف نے مندرجہ ذیل آیت اور اس سے قبل کی آیات تلاوت کیں۔

ومن اٰیٰتہ خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل (سورۃ الروم۔۲۲)
موچلکہ اس کے خواص معنی اور باطنی احکام نہ سمجھ سکا لہٰذا اس کی تفہیم کے لئے شاہ ہمدانؒ نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ تاکہ دوسروں پر بھی اس کے معانی عیاں ہو جائیں۔

اس رسالہ میں ایک غزل بھی درج کی ہے جس کا مطلع ہے۔

بنور عقل توان در طریق جان رفتن
بپای وہم درین رہ کی توان رفتن

یہ رسالہ تہران میں موجود ہے۔

۳۰۔ رسالہ حل الفصوص

یہ رسالہ دس ورق پر مشتمل ہے اور جناب سید کی اہم تصانیف میں سے ہے۔ یہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف فصوص الحکم کے عارفانہ مطالب

کا فارسی میں خلاصہ ہے۔ حل الفصوص کو فصوص الحکم کی شرح تو نہیں کہا جا سکتا البتہ جناب سیدؒ نے مذکورہ کتاب کے چیدہ چیدہ اور اہم مضامین بڑی مہارت اور دلکشی سے اس رسالہ میں سموئے ہیں۔ آپ اس رسالہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

کلمۂ چند کہ خلاصۂ آن مطولات است بر سبیل ایجاز تحریر افتاد	چند کلمات جو ان طویل بیانات کا خلاصہ ہے اختصار کے ساتھ قلمبند کئے گئے۔

اس کی وجہ شاہ ہمدانیؒ نے یہ بتائی ہے کہ فصوص الحکم ان کتب میں سے ہے کہ جب تک کوئی پوری توجہ یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ ان کا مطالعہ نہ کرے، عرائس افکار کی نقاب کشائی نہیں ہوتی۔ قلمرت معانی کا جمال نہیں دیکھا جا سکتا۔ اکثر محققین نے اس کی شرح لکھ کر مطالب کے محکم حصار کو قوت بیان سے کھولا ہے مگر انبساط و شرح میں طوالتِ بیان موجود ہے جس سے اصل مفہوم کا سمجھنا عام فہم طالبوں کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کتاب کے اسرار و رموز کا جو حقیقی مطلوب ہیں ادراک ناممکن ہو گیا ہے، ان مشکلات کا مداوا کرنے کے ہر موقع و محل کے مطابق ان تفصیلات کا خلاصہ بیان کیا ہے تاکہ حقائق و معانی کی عقدہ کشائی ہو سکے۔

جناب سیدؒ نے جو مطالب بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

عوالم پنجگانہ، خلق موجودات، ذات و صفاتِ باری تعالیٰ اور انسان کامل۔

ان کے نزدیک عالم پنجگانہ۔ عالم غیب مطلق، اعیان ثابتہ، عالم جبروت، عالمِ ملکوت، عالمِ انسانی عالمِ کامل پر مشتمل ہیں۔ موجودات کی تخلیق خدائے عزوجل کے ارادہ و قدرت کا نتیجہ ہے۔ انسانِ کامل وہ ہے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعمال اور اسوۂ حسنہ کی پیروی و متابعت سے مرتبۂ کمال کو پہنچا ہو حتیٰ کہ وہ "بی یسمع"[1] کا مصداق "وما رمیت ولکن اللہ رمی"[2] کا مظہر بن سکے۔

---

[1] حدیث نبوی [2] آیت مبارکہ۔ سورہ انفال : ۱۷

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

حمد بی غایت آن خاطر حکیم را کہ آثارِ انوارِ صبحِ وجود از قعر چاہِ ظلمت آبادِ عدم بر آرد و ثنای بی نہایت آن قادرِ عظیم را کہ بمقتضای جود۔

یہ رسالہ بمبئی، ایران اور برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنے مقالہ بعنوان "فصوص الحکم" میں لکھا ہے کہ اس کا ایک نسخہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین کے پاس ہے اور سید علی ہمدانیؒ نے اس کی شرح عربی میں لکھی ہے[1]۔

۳۱۔ رسالہ حقیقت نور و تفاصیل آن

فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ نور کی حقیقت یہ ہے کہ اس سب کو دیکھے، جانے اور ہر چیز کے لئے موجب ضیا بن جائے اس قسم کے نور کو نورِ مطلق کہتے ہیں اور وہ حقانی صفت ہے۔ اس حقیقت نور کے سوا خاصان خدا نور کا ادراک کرتے ہوئے اس آیۂ کریمہ کا مصداق بن جاتے ہیں۔ اللّٰہ نور السمٰوات والارض اس منزل و مقام تک اولیاء اللہ اور بزرگ صوفیہ مجاہدہ، ریاضت اور مخصوص اوراد کے ذریعے پہنچتے ہیں[2]۔

یہ رسالہ دانشگاہ تہران کے کتابخانہ مرکزی میں موجود ہے[3]۔

۳۲۔ رسالہ انسان نامہ یا در معرفت صورت و سیرت انسان

شاہ ہمدانیؒ کے مرید خواجہ اسحاق ختلانیؒ نے سیدؒ کے کلام ذاتوال کو جمع کر کے یہ رسالہ مرتب کیا ہے یہ دو قسم کے مطالب پر مشتمل ہے۔

---

[1] رسالہ حل الفصوص مائکروفلم، نامکمل رسالہ: برگ ۴۰۵ الف بعد، قلمی نسخہ برٹش میوزیم

[2] قرآن مجید: سورہ النور: ۳۵ [3] شمارہ ۳۲۸۵

الف :۔ انسانی صورت

ب :۔ انسانی سیرت

فاضل مصنف رقمطراز ہے کہ انسان ظاہر و باطن کا مجموعہ ہے اس لئے صورت و سیرت کی معرفت کے لئے انسان کے ظاہری و باطنی خواص نالپسند کئے جاتے ہیں۔ انسانی حلیہ کے خواص بیان کرتے ہوئے مصنف کی رائے یہ ہے کہ بلند قامت انسانوں میں برکت، میانہ قامت میں دانش و ذہانت اور پست قامت لوگوں میں فتنہ انگیزی اور دشمنی ہے۔ بڑا سر عالی ہمتی کی دلیل اور چھوٹا سر کم عقلی کی علامت ہے، درشت بال شجاعت کی پہچان ہیں۔ بغیر وجہ کے رنگ کی زردی خباثت ہے۔ اسی طرح بڑی پیشانی کاہلی کی دلیل، متوسط پیشانی الفت و موانست میں اعتدال کی دلیل ہے۔ بڑی آنکھیں کاہل انسان کی دلیل ہیں چھوٹی آنکھیں سکساری اور درمیانی آنکھیں سکروحی کی دلیل ہیں۔ نیلی زردی مائل آنکھیں بہت سی بُری صفتوں کی ترجمان ہیں۔ سب سے اچھی آنکھ چشمِ شہلا ہے اگرچہ تمام اعضاء اچھے یا بُرے اوصاف کا اظہار کرتے ہیں مگر سب سے زیادہ متاثر اور فعال کارکن آنکھ ہے، حضرت ولایت مآب قطب الاقطاب سید علی ثانی امیر سید علی ہمدانیؒ جو ظاہر و باطن کے لحاظ سے جامعیت کے مظہر تھے ذخیرۃ الملوک میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی کی آنکھیں نیلی، بال سُرخ، ٹھوڑی پتلی اور سر پہ کثرت سے بال ہوں اس کے شر سے اس طرح گریز کرو جیسے مار و افعی سے احتراز کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اولیا اللہ یا حکماء میں سے کسی صاحبِ بصیرت اور شیخ کامل کی تربیت سے اخلاقِ ذمیمہ کو اوصافِ حمیدہ میں بدل لے تو اس کے لئے یہ حکم نہیں، جیساکہ افلاطون علم قیافہ کی رو سے تمام بُری صفتیں رکھتا تھا مگر اس نے ریاضت اور حکمتِ اخلاق سے انہیں صفاتِ محمودہ میں بدل لیا تھا۔[1]

---

[1] مائیکروفلم رسالہ در معرفت صورت و سیرت انسان (برگ ۹۱ اب - ۷۰ اب) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

یہ رسالہ جو ذخیرۃ الملوک سے اقتباس ہے قیافہ شناسی، علم القیافہ اور مرأت الخیال کے نام سے مشہور ہے اور ایران، تاشکند، پیرس اور برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

حمد بی سپاس وثنای بی قیاس حضرت صانع حکیم را کہ موجب مخمر طینت آدم۔

۴۳۔ رسالہ منہاج العارفین

اس مختصر سے رسالہ میں شاہ ہمدانؒ کی ایک سو چالیس پند و نصائح درج ہیں جو ۱۳۲۱ھ ہجری میں ذخیرۃ الملوک کے آخر میں مشمولہ چھپی ہیں، اسی رسالہ کو فرہنگستان تاشکند نے بھی شائع کیا ہے اور حال ہی میں سید حسام الدین راشدی نے تکملہ تذکرہ شعرای کشمیر میں شامل کیا ہے یہاں چند ایک نصائح درج ذیل ہیں۔

زنہار از حق غافل باش	(کبھی حق سے غافل نہ ہو)
از جہت دنیا اندوہگین مباش تا پریشان نگردی۔	(دنیا کے لئے اندوہگین نہ ہو تا کہ پریشان نہ ہونا پڑے)
افتادہ را دریاب تا دستگیری یابی	(گرے ہوؤں کی مدد کر تا کہ تو بھی مددگار پائے)
بر نعمت کس حسد مکن تا عافیت یابی	(کسی کی نعمت پر حسد نہ کر تا کہ سکون سے رہے)
بار خود بر کسی منہ اگر عزت خواہی	(اگر عزت چاہتا ہے تو اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈال)
بکوش تا یابی۔	(کوشش کر تا کہ مقصود حاصل ہو)
توفیق از حق بین تا غرہ نشود	(توفیق منجانب حق دیکھ تا کہ مغرور نہ ہو جائے)
خدمت بزرگان کن تا بزرگی رسی	(بزرگوں کی خدمت کر تا کہ بزرگی پائے)

دل از حرص خالی کن تا راحت و یابی (دل کو حرص سے پاک کر تاکہ راحت پائے)

ہمت بلند دار تا قیمت بیفزاید

۳۴۔ ترجمہ مرادات دیوانِ حافظ شیرازی

یہ رسالہ محمد گلندام کے دیباچہ اور حافظ کے دیوان کے وسط میں واقع ہے، دیباچہ کے بعد عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ترجمہ مرادات دیوانِ خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نقل است از حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ ... بدانکہ میخانہ و بت کدہ و خرابخانہ باطن عارف را گویند کہ از حقایق و شوق الٰہی باخبر باشد۔

یہ رسالہ آٹھ ورق پر مشتمل ہے اور اس میں آپ نے شرح کے علاوہ حافظ کی غزل کے اس مطلع پر بھی بحث ہے۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود
وین بحث با ثلاثہ غسالہ میرود

آپ نے دوستی عمر گذشتہ کو کہا ہے اسی طرح آپ وقت سے ماضی مراد لیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک آب سے وہ تجلیات مراد ہیں جو عارفوں اور سالکوں پہ شب و روز بلکہ ہر لحظہ اور لمحہ نازل ہوتی ہیں۔ شاہ ہمدانؒ کے نزدیک صبا عاشق و معشوق کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

یہ مرادات سید علی ہمدانیؒ کی تصنیف اصطلاحات یا مصطلحات سے کے علاوہ ہیں۔ شاہ ہمدانؒ کے نزدیک صبا عاشق و معشوق کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ چارلس ریو اس کے متعلق لکھتا ہے۔ ترجمہ مرادات حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ نقل است از حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی[1]

---

[1] ریو ج ۲ ص ۶۳۰ ب، شمارہ: ۷۷۶۳

۳۵۔ حقیقت ایمان

اس رسالہ میں ایمان سے مراد "ایمان راہِ سالکان" ہے نہ کہ سادہ مسلمان کا سا ایمان ظاہری۔ ان کے ہاں کائنات پر تفکر و تدبر کرنا، ذاتِ حق کی تجلیات میں محو و متحیر ہونا، خدائے متعال کی محبت، ماسوا اللہ سے قلب کی توجہ ہٹانا اللہ اور رسولِ پاک کا ذکر کرنا سالکوں کے ایمان کی شاخیں ہیں۔ فاضل مصنف نے جا بجا قرآن مجید کی آیات، رسول مقبول کی احادیث اور بزرگوں کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے صوفیانہ انداز میں استشہاد کیا ہے۔

یہ رسالہ تہران اور تاشکند میں موجود ہے۔

۳۶۔ اختیارات منطق الطیر یا ہفت وادی

اس رسالہ کا مرتب لکھتا ہے کہ حسین بن مولانا حاجی الخطیب نے صراحت کی ہے کہ یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ کا ہے۔

اختیارات اصل کتاب کا ساتواں حصّہ ہے۔

رسالہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہِ تہران اور تاشکند میں موجود ہے۔

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

حمد پاک از جانِ پاک آں پاک را۔

۳۷۔ رسالہ اقرب الطریق اذالم یوجد الرفیق

چار ورق کے اس رسالہ میں مصنف نے "نفس کشی" کے معنی سمجھائے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ نفس مارنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اپنی حرص اور ہوس پہ پوری قدرت حاصل ہو جائے ناشائستہ و نابائستہ اعمال کی طرف رغبت نہ ہو اس نے نفس کشتہ اس بھوکے کی مانند ہے جسے کبھی بھی طعام میسر ہونے کی آرزو نہ ہو اور وہ گرسنگی سے ہی پوری طرح مطمئن، خوش اور فارغ البال ہو۔

یہ رسالہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران اور رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ایں رسالہ ایست کہ نام او اقرب الطریق الی الحی الوجد الوثیق است۔

۳۸۔ رسالہ فقریہ یا نسبت خرقہ درویشان

اس کا ایک نسخہ کتابخانہ مجلس ایران میں ہے۔ (۳۸۷۱)

۳۹۔ رسالہ وجودیہ

مختصر سا رسالہ "وجود" پر عارفانہ بحث ہے اس رسالہ میں مصنف نے سورہ اخلاص سے بڑی عمدگی اور دلپذیر انداز میں استشہاد کیا ہے۔

حمد بی غایت آں ناظر حکیم را کہ آثار انوار صبح وجود از قصر چاہ ظلمت آباد عدم بیرون آمدہ۔

یہ رسالہ تاشکند میں موجود ہے۔

۴۰۔ رسالہ سیر و سلوک یا حق الیقین

سالک کے مراتب سیر و سلوک اور اہل تصوف و عرفان کے احوال سے بحث کی ہے۔ آغاز۔

الحمد للہ حق حمد بار الصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحبہ۔

۴۱۔ رسالہ مکارم اخلاق

دو ورق کا یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ نے اپنے مرید خواجہ اسحاقؒ کے لئے لکھا ہے۔ موخر الذکر کو فاضل معنف صاحب وقت کہہ کر مخاطب کرتے ہیں کہ۔ دنیا سے دُنّی

روحانیات کے لیے قید خانہ ہے جس میں روح لطیف کے پاؤں میں کثیف مادہ کی زنجیریں اور بیڑیاں پڑی ہیں۔ لیکن اس قید و بند کے باوجود روح آزاد ہے اور صحبت سے متاثر ہوتی ہے۔ رذیل عادتیں اختیار کر لیتی ہے اور رؤس ذمایم سات ہیں۔

یکی بخل و دوم خشم و سوم آز　　چہارم حقد پنجم شہوت و ناز
ششم کبر و حسد بہ ہفت یارت　　کہ ازیں یاران خلل گرفت کارت

شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ اگر انسان جد و جہد کرے تو مجاہدۂ نفس سے اخلاقی تبدیلی ہو سکتی ہے، اس کے لیے لازمی ہے کہ کسی صاحب کمال پیر طریقت کے دامن سے وابستہ ہو جائے کیونکہ دُر دریا سے حاصل ہوتا ہے اور لعل کان سے ملتا ہے۔ اسی طرح کمال صاحب کمالات ہی سے پایا جاسکتا ہے۔ جب کسی صاحب دل کی صحبت نصیب ہو جائے تو ثابت قدمی سے اس پر قائم رہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

دلا در صحبت اہل صفا باش
چو صحبت یافتی اہل وفا باش

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

شکر و سپاس کہ حکیمی را کہ لطائف ملکوتی را بکثائف ملکی ممتزج گردانید جہت تکمیل مراتب عرفان و تمی علومی را بدنیای سفلی ارسال فرمود[1]

یہ رسالہ برٹش میوزیم لندن، پیرس اور کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں موجود ہے۔

۴۴۔ رسالہ آداب سفرہ

یہ رسالہ تذکرہ ہمیچی کے ضمیمہ میں چھپ چکا ہے۔

---

[1] مائیکرو فلم رسالہ مکارم اخلاق (۲۲۸ الف۔ ۲۳۰ ب) ۰۳ ۔ ۴۳ الف ۵۰ ۔ ۴ الف) برٹش میوزیم

۴۳۔ فرہنگ میر سید علی

یہ رسالہ مفرداتِ قرآن کی فرہنگ ہے، فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ اٹھائیس باب اور چھ فصول پر مشتمل تھا مگر اب ان میں سے صرف تین فصولیں باقی ہیں۔

(الف) :۔ در بیان ادات

(ب) :۔ در بیان اسمائے ضمایر

(ج) :۔ در بیان اسمائے اشارہ و موصولات

یہ رسالہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں موجود ہے۔

۴۴۔ رسالہ دربیان روح و نفس

یہ رسالہ قاضی حمیدالدین نے دہلی سے ۱۳۲۲ہجری میں شائع کیا تھا مگر اب نایاب ہے اس کے دو قلمی نسخے تاشقند اور انڈیا آفس (لندن) کے کتابخانوں میں موجود ہیں۔

عربی رسالے

۱۔ شرح اسماء الحسنیٰ

نوّے ورق کے اس مفصل رسالے میں اللہ تعالےٰ کے ننانوے ناموں کی شرح ہے۔ اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی نوّش سماء الوجود بمصابیح اسماء الحسنیٰ وفتح ابواب خزائن الجود۔

مقدمہ میں فاضل مصنف نے اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اللہ کو اچھے ناموں سے پکارو۔

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا

مقدمہ کے بعد اسمائے الٰہی کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں مصنف نے مفصل اور جامع بحث کی ہے۔ "اللہ" کے نام کی شرح کرتے ہوئے شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں۔

اللہ: الذی لہ قدرۃ والاختراع والحقق والامر الجامع للذات والصفات والافعال۔

یہ رسالہ اس جملے پر ختم ہوتا ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا من بعد اذ ھدیتنا

یہ رسالہ تہران۔ تاجکستان اور تاشکند میں محفوظ ہے۔

۲۔ المودۃ فی القربیٰ و اہل العبا

شاہ ہمدانؒ کا یہ رسالہ اٹھارہ ورق پر مشتمل ہے، فارسی اور اُردو زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ عربی میں اس کی شرح سید ابوالقاسم بن حسین رضوی قمی لاہوری نے لکھی تھی جو ۱۲۹۵ھ ہجری میں "البشریٰ بالحسنیٰ" کے نام شائع ہو چکی ہے۔ شیخ سلیمان بلخی (۱۲۲۰ - ۱۲۹۴ ہجری) نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ الجزء الاول میں اسے شامل کیا ہے۔ یہ کتاب استنبول سے بھی چھپ چکی ہے۔

کتاب خانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں ینابیع المودۃ کا فارسی ترجمہ مفاتیح المحبۃ کے نام سے محفوظ ہے اور یہ ترجمہ موسیٰ بن علی بن ابی القاسم بن عیسیٰ، فراہانی نے کیا تھا۔ ینابیع المودۃ کے ۱۳۵ صفحہ کا اُردو ترجمہ ۱۹۲۷ء میں حامد علی بن منشی محمد علی بن منشی نے کیا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا محمد شریف نے معالم العزۃ کے نام سے اس کا اُردو ترجمہ ملتان سے شائع کر دیا ہے۔

رسالہ المودۃ فی القربیٰ بمبئی سے ۱۳۱۰ھ اور ۱۳۱۷ھ ہجری میں چھپ چکا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں سید شریف حسین سبزواری نے یہ رسالہ مع اُردو ترجمہ لاہور سے شائع کر دیا تھا۔

شاہ ہمدانؒ نے رسالہ لکھنے کی یہ غرض و غایت بتائی ہے کہ علماء اور فقہاء کے فضائل میں متعدد اور کثیر احادیث جمع کی گئی ہیں جبکہ اہل بیت کرام کی فضیلت پر بہت کم مواد جمع ہوا ہے۔ یہ فقیر حقیر سید علی ہمدانی اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ چنانچہ اس رسالے میں حضور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث

جمع کی گئی ہیں اور اس رسالہ کا نام قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے ماخوذ ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

یہ رسالہ چہاردہ معصوم کی تعداد کے مطابق چودہ باب پر مشتمل ہے اور ہر باب کو "المودۃ" کا عنوان دیا گیا ہے۔[1]

المودۃ الاولیٰ :- فی سیدنا و صفینا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اس باب میں پینتیس احادیث شامل ہیں

المودۃ الثانیہ :- فی فضائل اہل البیت علیہم السلام
اس باب میں بھی پینتیس احادیث ہیں۔

المودۃ الثالثۃ :- فی فضائل امیر المؤمنین علی علیہ السلام
اس باب میں انیس احادیث ہیں۔

المودۃ الرابعۃ :- ان علیا علیہ السلام امیر المؤمنین وسید الوصیین وحجۃ اللہ عزوجل علی العالمین، اس باب میں بارہ احادیث مذکور ہیں۔

المودۃ الخامسۃ :- فی ان علیا کان مولیٰ من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولاہ۔
اس باب میں انیس احادیث مندرج ہیں۔

المودۃ السادسۃ :- فی ان علیا اخو رسول اللہ و زید و وطاعتہ طاعۃ اللہ عزوجل
اس باب میں پچیس احادیث قلمبند کی گئی ہیں۔

المودۃ السابعۃ :- فی فضل علی .... وانہ اعظم الناس بعد الرسول۔
اس باب میں بیس احادیث نقل کی گئی ہیں۔

المودۃ الثامنۃ :- فی ان رسول اللہ و علیا من نور واحد۔
اس باب میں سترہ احادیث درج ہیں۔

---

[1] مائیکروفلم رسالہ المودۃ فی القربیٰ (ورق ۲۹۹ الف تا ۳۱۶ الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

المودۃ التاسعۃ :- فی ان مفاتیح الجنۃ والنار بیں علی
اس باب میں بیس احادیث مذکور ہیں۔

المودۃ العاشرۃ :- فی عدد ائمۃ الاطہار وان المہدی منہم
اس باب میں بھی بیس احادیث مذکور ہیں۔

المودۃ الحادی عشر :- فی فضائل سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء
اس باب میں سولہ احادیث مرقوم ہیں۔

المودۃ الثانیۃ عشر :- فی فضائل اہل بیت کرام
اس باب میں پچیس احادیث لکھی گئی ہیں۔

المودۃ الثالثۃ عشر :- فی فضائل حضرت خدیجہ وفاطمہ ومحبۃ اہل البیت
اس باب میں پندرہ احادیث مذکور ہیں

المودۃ الرابعۃ عشر :- فی فضائل النبی واہل بیتہ وفوتہ النبی وفاطمہ :
اس باب میں بھی پندرہ احادیث درج ہیں۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ علی ما انعمنی ازلی النعم والہمنی الی مودۃ جمیعۃ جامع الفضائل والکرم الذی بعثہ رسولا الی کافۃ الامم محمد بن الامی العربی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۱۔ رسالہ القدسیہ فی اسرار النقطہ

یہ عارفانہ رسائل ملا صدرا شیرازی (۹۷۹ - ۱۰۵۰ ہجری) کی کتاب مبدا ومعاد کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے، بعض لوگ اسے ملا صدرا کی تصنیف سمجھتے ہیں لیکن کتاب کا انداز اور خود مطالب سے آشکار ہے کہ یہ امیر کبیر سید علی ہمدانی کی تالیفات میں سے ہے۔ کیونکہ حجابات کی تقسیم میں ملا عبدالرزاق کاشانی اور عرفاء کی روش کے

مطابق اسرار النقطہ میں عارفانہ مطالب، اچھے ذوق اور عالی مشرب بیان ہے نہ کہ فلسفیانہ (جو ملا صدرا کا خاصہ اور شیوہ ہے) آقائے میرزا احمد عبدالحی مرتضوی، وحید الاولیاء نے ۱۳۴۳ ہجری میں یہ نسخہ خطِ نسخ میں لکھا تھا۔ اس کے بعد یہ رسالہ شرح خطبۃ البیان اور انہار جاریہ کے ضمیمہ میں شیراز سے شائع ہو چکا ہے۔

اسرار النقطہ کے قلمی نسخے تہران، مصر اور ہندوستان میں موجود ہیں اس کا فارسی ترجمہ تہران سے "کتاب گنجینۂ توحید" میں شمولہ "کلمات قصار باباطاہر" اسرار النقطہ یا توحید عارفان کے نام سے ۱۳۳۷ ہجری شمسی میں چھپا تھا۔ اسکے مترجم آقائے احمد خوشنویس نے تصریح کی ہے کہ چونکہ اصل رسالہ عربی میں ہے اور فارسی خواں حضرات اس کے مفید مطالب سے جو توحید کے اسرار اور رموز نقطہ کی عارفانہ توجیہات یا نورِ وحدت کی ممکنات میں تجلیات اور ذاتِ حق سے ظہور ممکنات کی کیفیات کے بارے میں ہیں، استفادہ نہیں کر سکتے اس لئے ناچیز احمد بن حاج میرزا محسن اردبیلی ملقب بعماد نے مذکورہ کتاب کو فارسی میں منتقل کیا ہے۔ اور جہاں مطالب مشکل اور ناقابل فہم محسوس ہوئے وہاں عرفاء اور شیخ عبدالرزاق کے کلمات سے حاشیہ میں توضیح کی ہے۔

اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے نقطہ کو احدیت غیبیہ کے حقایق کی دلیل تجلیاتِ ذاتیہ کے شئون کا مظہر اور آیات قدسیہ کے تنزلات کا نشان بنایا ہے یہ بات اربابِ دانش پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سب سے عظیم ترین علم، علم توحید ہے اور اسرار نقطہ، علم توحید کے دقائق کی ایک کڑی ہے۔ شاہ ہمدانؒ نے اس کے بیان میں فلسفیانہ دلائل سے کام نہیں لیا کیونکہ کہنہ عظمت ناقص دلیلوں اور ناکافی تعبیروں سے بیان نہیں کی جا سکتی لہٰذا اس ناپیدا کنار بحر کے بیان کے لئے غواص درکار ہیں۔

نقطہ عالم ارتسام میں "ہویت غیبیہ مطلقہ" کا سِر ہے اور یہ ہیئت جمعیۂ احدیہ ہے۔

جو تمام حروف میں ان کی مختلف شکلوں کے درجوں اور محسوساتی صورتوں میں پنہاں ہے اور ان کی مختلف فطرتوں میں مستور ہے۔

الف نقطہ کی اجتماعی اور متعینہ صورت ہے۔ اور عین کل، مترادف بالکل ہے جس طرح نقطہ عین حقیقتِ الفی ہے اسی طرح الف بھی عین تعیناتِ حروف ہے کہ اس کا ظہور نفسِ انسانی کی تجلیات اور امتدادات کی مانند ہے، حروف الفیہ حقیقت اس کے بغیر ظہور میں نہیں آتے۔ مخارجِ حروف میں اس کے تین درجے ہیں۔

۱۔ مرتبہ نقطہ من حیث الذات۔ یہ مرتبہ حق کی ہویت غیبی کی جانب اشارہ ہے۔ کہ نفسیات اور عیان ممکنات سے قبل کثرت، اسمائی تجلیات، صفاتی آثار احدیت ذات میں مدغم تھے اس مقام پر ذاتِ احدیت اسم و رسم، خارجی اشارہ عبارات کے بغیر، ہر صفت و تعریف سے مبرا ہے اور یہی غیب الغیوب ہے۔ اسی طرح نقطہ من حیث ہی۔ تقیید و اطلاق سے مجرد ہے خواہ اس کا اطلاق مرکب کلمات پر کیا جائے یا حروف بسیط پر۔

۲۔ مرتبہ ابتدائے نفسِ رحمانی:۔ مخارج میں حروف کے تعینات کا ظہور مختلف ہے حقیقت الفی کا تعین نفس رحمانی کی مانند ہے جس میں بسط و توسعہ کی گنجائش ہوتی ہے جو تجلیات ربانی کا مصدر، ربوبات نسبی کا مظہر اور اضافی موجودات کا خالق ہے

۳۔ مرتبہ تعین نقطہ روحانیہ:۔ یہ مخارج حروف پر عبور ہونا اور لفظی حروف کی مختلف صورتوں اور حقائقِ کلمات کی مختلف شکلوں میں رچ جانا ہے یہ مرتبہ اس حقیقت کی تفہیم ہے کہ نفس روحانی کا تجلیات کا طرح طرح کی ممکنات میں شامل ہونا فیض وجودی کا جریان جود و رحمتِ الٰہی کا چھا جانا، پشتِ پردہ سے نور کا تعین ہوتا ہے۔ وجود فی الحقیقت ذاتِ احدیہ ہی ہے کہ قطعی طور پر کثرت سے بالاتر ہے مگر حقیقتِ وجود کے کمالات کا شمول و سریان اکثر اشیاء میں اس کا

ظہور موجودات میں اس کے حقائق، اوصاف و افعال کی تجلیات کثرت کا روپ دھارتی ہیں اگرچہ اس کی ذات کثرت سے منزہ و مقدس ہے مگر احکام ماہیتوں میں اس کی آیات اور نشانیاں متعدد ہیں جن کے فیضان سے بیشمار اعیانِ ممکنات وجود پذیر ہوئے ہیں۔

نقطہ کا "باء بسم اللہ" کے تحت واقع ہونا اس کے سرِ مخفی کی جانب اشارہ ہے کہ نقطہ کلمات و ارقام میں تمام اعیان کا خزانہ و گنجینہ ہے۔ ابواب تعینات کا عقدہ کشا ہے مظاہر محسوسات، عالم رقم میں مختلف صورتوں کے مراتب سب حقیقت نقطہ کے آثار ہیں۔ اگر نقطہ نہ ہو تو ان کے درجاتِ اشکال، مختلف طبایع کے آثار اور گوناگوں خواص متعین نہیں ہو سکتے کیونکہ عوالم امکانیہ میں ایجاد کا وسیلہ اور عوالمِ غیبیہ کی کلید ہے۔ ممکنات اور مقدورات میں قدرتِ حق کا رابطہ، واسطہ ہے، علم حق کی معلومات کا وسیلہ ہے۔ (باب العلم ہے) حضرتِ جبروت یعنی کلی عقول اور قاہرہ انوار کے باب کی کلید ہے ملکوتی حقائق، موجودات کی صورت، تجلیات، شئون اور تعینات شہود ہے۔ جس طرح نقطہ حروفِ ارقام کا مبدا، ریشہ اور جڑ ہے، حروف کے وجودات اس سے صورت پاتے ہیں، ان کی تشکل اسی سے بنتی ہے اسی طرح کشور ہستی اور منازل شہود خواہ آشکار ہوں یا پنہاں سب کا سرچشمہ ذات واحد ہے اس کی جانب بازگشت ہے وہی سب سے اول، سب سے آخر، حقیقت کے لحاظ سے مخفی لیکن تجلیات کی بنیاد پر ظاہر ہے۔ اب یہ سمجھ لے کہ حضرتِ حق نے نقطہ کو حکمت بالغہ کے اسرار کا گنجینہ قرار دیا ہے کیونکہ نقطہ میں تمام حروف کے خواص شامل ہیں ان نکات کی شرح سے زبانِ بیان قاصر ہے نقطہ کے حیرت افزا خواص اور متفرقات ضبط تحریر میں نہیں لائے جا سکتے کیونکہ نقطہ حروف و کلماتِ حق کا ہیولا اور اصلی مادہ ہے اس کے اسرار یہ ہیں کہ نقطہ فی نفسہٖ تمام موجودات کی بیا مبری کرتا ہے۔ تمام انواع ہستی، کلیات و جزئیات سے افادہ ظہور کرتا ہے کیونکہ سخن و کلمات ان کی ماہیت، حقیقت، خواص، سود و زیان

مقدار و چگونگی، عوارض و لوازم اسی وقت نمایاں ہوں گے جب حروف باہم ترکیب وتنظیم پائیں، حروف کا وجود، نقوش اور لطائف ظہور نقطہ کے مرہون منت ہیں۔ تمام حروف اور کلمات کے مدارج اس کے مخزن ذات سے متشکل ہوتے ہیں بلکہ اعداد اسی سے صادر ہوتے ہیں۔ نقطہ عظیم ترین، فعال اور بزرگترین قوت تصرف ہے۔ ان دو عالم میں اس کے تصرفات حیرت انگیز ہیں۔

۱۔ عالم ارقام وحروف

۲۔ عالم اعداد و شمارہ

اسرار نقطہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی اطراف اور جائیگاہ معین نہیں۔ اس کی شکل کروی ہے۔ اشکال میں یہ صورت بہترین ہے جس میں تغیر ناممکن ہوتا ہے اس کی طرف اور جہت نہیں ہے۔ بلکہ اس میں جہات و اطراف کا تصور ہو ہی نہیں سکتا، یہ اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ ذات حق تعالیٰ جہات اور اطراف سے پاک ہے۔

فاضل مصنف نے نقطہ کی حرکات پر بحث کی ہے۔ نقطہ کی حقیقت متحرکہ سے چھ قسم کی حرکات وجود میں آتی ہیں۔

یہاں فاضل مصنف نے مندرجہ ذیل چھ دائروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

احاطۂ علمی حق، افاضات تجلیات وجودی، مجموعہ نہایات مکانی، نہایات حدود و جہات، اوصاف باری تعالیٰ کا عالم وجودات پر تصرف، حقایق غیبیہ۔ مثلاً عالم نورانی علوی، ملکوتی کا اس کی طرف منتہی ہونا۔

شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ نقطہ کی سات قسموں سے علوم حقیقہ اور اوصاف کمالیہ کے سات لطائف وجود میں آتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

بدن، نفس، قلب، سر، روح، خفی، اخفی، ممتاز ہائے حقیقت لطائف انسانی سے ایک مخصوص دانش ہے جو ارتقا پذیر ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی ظہر بما شاء۔

۴۔ رسالہ السبعین المناقب

یہ رسالہ ستر حدیثوں پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف نے مقدمہ میں رسالہ کے لکھنے کی غرض وغایت یہ بتائی کہ بحر وبر میں حضرت علیؑ ہی امام باہر اور مدبر عنیر نیکیوں کی تربیت کرنے والے فسق و فجور کے قاتل، قسیم النار، امام الاخیار، مناقب اور مناصب کے مالک ہیں، سرکار دو جہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

"ذکر علی عبادۃ"

آپ نے بشارت رحمت دی اور فرمایا کہ میں امیر المومنین کے فضائل ومناقب اور اہل بیت کی ترغیب دلانے اور بغض کی مذمت میں جو احادیث آئی ہیں جمع کردیں چنانچہ مشکات ولایت کے بارے میں سرچشمۂ علم سے جواہر جمع کرکے اور اس کا نام تجویز سبعین فی فضائل امیر المومنین رضؓ۔ تجویز ہوا۔

اس میں زیادہ تر احادیث کتاب الفردوس سے ماخوذ ہیں اس رسالہ کی پہلی حدیث یہ ہے کہ، عنوان صحیفۃ المؤمن حُبّ علی ابن ابی طالب (انس بن مالکؓ)

شیخ سلیمان قندوزی نے کتاب ینابیع المودۃ میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

اس کے قلمی نسخے تہران اور برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی جعل مبادی آثار السیادۃ فی السعادۃ اعلی رتبۃ

۵۔ رسالہ روضۃ الفردوس

اس رسالہ میں مکارم اخلاق کے بارے میں احادیث حجۃ المحدثین شیخ ابوالخالد

ؔ مائیکرو فلم رسالہ السبعین المناقب ذریگ ۲۱۶ الف – ۲۲۱ ب قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔

شیرویہ بن شیروار الدیلمی الہمدانی کی کتاب الفردوس سے جمع کی ہیں۔ آپ نے رسالہ کی تصنیف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ اہلِ زمانہ کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی سے اعراض کر رہے ہیں اس لئے وہ علمِ دین سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے میں مجبوراً حضور ختمی المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے جواہرِ اخلاق پیش کر رہا ہوں۔ چالیس ورق کا یہ رسالہ بیس باب پر مشتمل ہے۔

باب	راوی	شمارہ حدیث
پہلا	حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	ایک سو اکتیس (۱۳۱)
دوسرا	حضرت حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام	چالیس (۴۰)
تیسرا	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	اکیاون (۵۱)
چوتھا	ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا	تین سو اٹھتر (۳۷۸)
پانچواں	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	بارہ (۱۲)
چھٹا	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	پانچ سو سینتیس (۵۳۷)
ساتواں	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ	بہتر (۷۲)
آٹھواں	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	ایک سو پچانوے (۱۹۵)
نواں	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	اڑتیس (۳۸)
دسواں	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	سولہ (۱۶)
گیارہواں	حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ	پچاس (۵۰)
بارہواں	حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ	سڑسٹھ (۶۷)
تیرہواں	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	انیس (۱۹)
چودھواں	حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ	انیس (۱۹)

باب	راوی	شمارہ حدیث
پندرھواں	حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ	ستر (۷۰)
سولھواں	حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ	چھبیس (۲۶)
سترھواں	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	چونتیس (۳۴)
اٹھارواں	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	تیرہ (۱۳)
انیسواں	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	ایک سو تینتالیس (۱۴۳)
بیسواں	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	ایک سو سرسٹھ (۱۶۷)
میزان :- ایک ہزار نو سو اڑسٹھ : ۱۹۶۸		

تقریباً دو ہزار احادیث کا یہ مجموعہ برٹش میوزیم اور تاشکند کے کتابخانوں میں موجود ہے ان کا موضوع ذکر الٰہی ، حُبّ اہلِ بیت ، تقویٰ ، علم ، موت ، بدعت ، گناہ اور غفران ہے ، مثلاً

۱- اناجلیس عبدی حین ذکرنی وانامعہ اذدعانی

جب بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ پکارتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۲- القرآن مع العلی والعلی مع القرآن

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔

۳- الایمان عریان ولباسہ التقویٰ

ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔

۴- العلم علمان : فعلم ثابت فی القلوب وعلم فی اللسان

علم دو قسم کے ہیں۔ علم جو دلوں میں راسخ ہے اور علم جو زبان پہ جاری ہے۔

۵۔ الموت تحفۃ المؤمن

موت مومن کے لئے ہدیہ ہے

۶۔ کل بدعۃ ضلالۃ الابدعۃ فی العبادۃ

تمام بدعتیں گمراہی ہیں سوائے عبادت میں بدعت کے

۷۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی انزل جوامع الحکم جلاء القلوب العارفین وارسل بدائع الکلم شفاء لما فی الصدور الغافلین وجعل آثار النبوۃ مفاتیح الھدی ومصابیح الدجی بجل ورھا من معدن التقی۔[1]

۹۔ رسالہ منازل السالکین

اس رسالہ میں صوفیاء کی اصطلاحات، واردات اور کیفیات بیان کی ہیں، جنہیں منازلِ سالک کہا ہے، غالباً خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی کتاب منازل السائرین کے انداز میں ہے۔ رسالہ دس حصوں پہ مشتمل ہے۔

پہلا حصہ: البدایات: یقظہ، توبہ، انابات، محاسبہ، تفکر، تذکر، قرار، سماع ریاضت اور اعتصام کے موضوع ہیں۔

دوسرا حصہ: الابواب:۔ حزن، خوف، اشفاق، خشوع، احسان، زہد، ورع، تمثیل رجا اور رتبہ کے بارے میں۔

تیسرا حصہ: لمعات:۔ رعایت، مراقبہ، حرمت، اخلاص، تہذیب، استقامت

---

[1] مائیکروفلم رسالہ روضۃ الفردوس برگ ۲۴ ب۔ ۲۷ ب قلمی نسخہ برٹش میوزیم۔

توکل، تفویض، واثقہ اور تسلیم کا بیان ہے۔

پوتھا حصہ۔ الاخلاق:۔ صبر، رضا، شکر، حیا، صدق، ایثار، لین، تواضع، فتوت اور انبساط کی وضاحت ہے۔

پانچواں حصہ: الاصول: قصد، عزم، الوقت، یقین، انس، ذکر، فقر، غنا پر بحث ہے۔

چھٹا حصہ:۔ الاودیہ:۔ احسان، علم، حکمت، بصیرت، فراست، تعظیم، الہام، سکینت، طمانیت اور ہمت کے معنی سمجھائے ہیں۔

ساتواں حصہ: الاحوال:۔ محبت، شوق، وجد، عطش، واجد، دہش، ہیمانت، برق اور ذوق پر تبصرہ کیا ہے۔

آٹھواں حصہ: الولایات:۔ لحظہ، وقت، صفا، سرور، نفس، غزلت، فرق، غیب اور تمکین کی صراحت کی ہے۔

نواں حصہ: الحقایق:۔ مکاشفہ، مشاہدہ، معاینہ، حیاۃ، تلب، البسط، سکر، صحو، اتصال اور انفصال کی حقیقت بتائی ہے۔

دسواں حصہ: النہایات:۔ معرفت، فنا، بقا، تحقیق، تلبیس، وجود، تجرید، تفرید، جمع اور توحید کے حقائق ذہن نشین کرائے ہیں۔

خاتمہ پر فاضل مصنف رقمطراز ہے کہ یہ جادۂ حق پر گامزن ہونے کے لئے منزلیں ہیں اور صادقین کے لئے تذکرہ ہے، عناصرِ تکمیل کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ رسالہ میں مندرجہ بالا اصطلاحوں کی مصنف نے ایک یا دو جملہ میں تشریح کی ہے۔ مثلاً

حرمت:۔ احکامِ الٰہی کی تعظیم کرنا ہے۔

زہد:۔ ہر اس رغبت کو ترک کرنا جو اللہ سے دوری کا باعث ہو۔

واثقہ:۔ خدائے واحد پر اعتماد کرنا۔

صبر:۔ اللہ کی رضاؤں پر نفس کا مطمئن ہونا۔

شکر :۔ نعمات الٰہیہ کی معرفت ہو۔
عزم :۔ نیکی کے لیے ارادہ کی تحقیق کرنا۔
فراست :۔ غیبی حکم سے لوگوں کے احوال جانچنا۔
محبت :۔ غیر حق سے دل کا منقطع ہونا۔
شوق :۔ قلب کا حق کی جانب لپکنا۔
عطش :۔ قلبی تعلق کی شدت
برق :۔ حضرت ربوبیت کی جانب سے نورِ جاذب۔
صفا :۔ دل کا ہر برائی سے پاک و منزہ ہونا۔
فنا :۔ کل موجودات سے دل کا موجدِ کلؒ سے لو لگانا۔
تحقیق :۔ وجودِ حق کی رویت۔
التوحید :۔ اللہ کی حقیقتِ واحدانیت پر کامل اعتقاد۔

ان میں سے ذکر، شکر، اخلاص اور صبر کو شاہ ہمدانؒ نے اہمات کہا ہے کہ جو ان سے متمسک رہا وہ "واعتصموا بحبل اللہ" کے مصداق، طریق پہ ثابت قدم ہوا۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی اناض جودہ الجود کل موجود اصناف کرمہ[1]

دو ورق کا یہ رسالہ پیرس، تہران اور برٹش میوزیم کے کتابخانوں میں محفوظ ہے۔

۷۔ رسالہ اربعین امیریہ

کتابخانہ برٹش میوزیم میں اسی رسالہ کا نام "سادات نامہ" مرقوم ہے۔

---

[1] مائیکروفلم رسالہ منازل السالکین (برگ ۳۰۳ الف - ۳۰۵ ب) قلمی نسخہ کتابخانہ برٹش میوزیم

حالانکہ رسالہ کا موضوع ان چالیس حدیثوں کا بیان ہے جو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہلِ بیت کرام کی فضیلت میں آئی ہیں، رسالہ کی اسناد اس طرح ہیں۔

"روی هذہ الاحادیث من قدوۃ الاولیاء علی بن موسی الرضا علیہ السلام عن ابیہ موسی کاظم علیہ السلام عن ابیہ جعفر صادق علیہ السلام عن ابیہ محمد الباقر علیہ السلام عن ابیہ زین العابدین علیہ السلام عن ابیہ امیر المومنین الحسین علیہ السلام عن ابیہ امیر المومنین علی علیہ السلام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

گویا یہ رسالہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو خود خاندان اہلِ بیت سے منقول ہیں ان اسناد کے بعد احادیث بیان کی گئی ہیں اور ہر ایک کے آخر میں لکھا ہے بهذا الاسناد چند ایک احادیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ میری اولاد کی مثال سفینۂ نوحؑ کی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پاگیا جس نے روگردانی کی، قعرِ جہنم میں تباہ ہوا۔

۲۔ جس نے میری اولاد سے دل و جان سے محبت کی روزِ حشر اس کا چہرہ بدرِ منیر کی مانند روشن ہوگا۔

۳۔ میری اولاد اُمت کے لئے امانت اور روزِ قیامت شفاعت گزار ہے۔

۴۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو وراءِ حجاب سے ایک منادی پکارے گا کہ اہلِ حشر! اپنی آنکھیں نیچی کر لو تاکہ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ صراط سے گذر جائیں۔

۵۔ حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے بھی بہتر

۱؎ مائیکروفلم رسالہ اربعین ایر ہیر ۲۹۵ الف ۔ ۸۰ ۲ الف، قلمی نسخہ برٹش میوزیم

ہیں۔

یہ رسالہ برٹش میوزیم، تاشقند اور پیرس کے کتابخانوں میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

روی هذه الاحادیث من قدوة الاولیاء

۸۔ رسالہ اربعین امیریہ یا جواہر عقود ایمان

یہ تیس ورق کا رسالہ بھی چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جو شاہ ہمدانؒ نے اپنے شیخ اسناد اور مرشد فتوت، ابوالمیامن محمد بن احمد الموافق الاذکانیؒ سے نقل کی ہیں انھوں نے شیخ ابراہیم بن شیخ الشیوخ سعد اللہ محمد بن المؤید الحموی الخوشیؒ سے اور انھوں نے شیخ الاسلام امام محمد بن ابو عبدالرحمٰن بن ابی القاسمؒ سے اور انھوں نے شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن (زاخوانا) بن محمد الحجرینیؒ سے اور انھوں نے ابوعبداللہ بن محمد بن عبداللہ شیرازی المعروف بابن باکورونیؒ سے اور انھوں نے ابو اسحاق ابراہیم محمد الخیاریؒ سے۔

ان احادیث کا موضوع ترک دنیا، مکارم اخلاق اور دین اسلام کے اوامر و نواہی کا بیان ہے۔ مثلاً۔

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خلیفہ رسول اور کتاب خدا کا نائب ہونے کے مترادف ہے۔

۲۔ دنیا ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ سحر کار ہے۔

۳۔ دنیا ایمان کو اس طرح خاکستر کرتی ہے جیسے آگ ہیزم کو۔

۴۔ مومن، صابر فقیر کی دو رکعت نماز اللہ کو غنی، شاکر کی ستر رکعت نماز سے زیادہ پسند ہے۔

اس رسالہ کے نسخے تہران پاکستان، تاجیکستان اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہٖ اجمعین

۹۔ رسالہ عربیہ فی الخواص اہلِ باطن۔

رسالہ عربیہ میں اہلِ باطن کے اوصاف بیان کئے ہیں یہ ایک ورق کا رسالہ اپنے ایک مرید کو پند و موعظت کے طور پر لکھا ہے تاکہ وہ اہلِ باطن کی خصوصیات اولیاء اللہ کے کمالات سمجھے اور کم از کم ان تین چیزوں کو مدِّ نظر رکھے۔

۱۔ **الزھد فی المال**:۔ اللہ کی دین اور مال کی عطا پر نازاں نہ ہو، بلکہ نہ اس کے موجود ہونے سے مسرور ہو اور نہ فقدان پر مغموم و محزون۔ یعنی۔

۲۔ **الزھد فی الجاہ**:۔ اس کی ذات کے سامنے خود کو بے مایہ جانے۔

۳۔ **السنۃ باللہ وترک محبۃ الدنیا**: اللہ کی سنت کو اپنانا اور محبت دنیا دونوں متضاد ہیں اور یکجا نہیں ہو سکتے کیونکہ جو اللہ کا محبت دار ہے وہ غیر اللہ میں مشغول نہیں ہوتا، اسی لئے سرکارِ دو جہاں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقیناً صادقاً

عارفین کا مقام یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کے لئے عوام سے بے نیاز ہو۔ عالمین کا درجہ یہ ہے کہ اپنے رب کی بندگی میں نفس سے رو گرداں ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک مال و جان اور جاہ و مرتبہ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ جو کسی شئے سے خائف ہوا اس پر مسلط ہو جاتی ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ ہر ایک پر خود چھا جاتا ہے۔

لہ مائیکرو فلم قلمی نسخہ اربعین امیریہ (۳۲۱ الف ۔ ۳۲۲ ب) برٹش میوزیم

یہ رسالہ تاشقند اور برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین وینبغی ان یقول فی باطنہ[1]۔

۱۰۔ رسالہ التوبہ

دو ورق کے اس رسالہ میں "حقیقت توبہ" پر بحث کی ہے۔ فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کے دل کدورتوں سے پاک ہوتے ہیں اور وہ تجلیاتِ الٰہی کے انوار قبول کر سکتے ہیں اور وہ نفحاتِ ربانی کے اسرار سے فیض یاب ہوتے ہیں ایسے دل نفسانی شہوات، جسمانی ظلمات اور امکانی الخرافات سے مبرا پاکیزگیوں سے سرشار ہوتے ہیں بلکہ اچھے اخلاق، دینی علوم، سچے عقیدوں کا سرچشمہ ہیں جب ان کے دل کسی غلط عمل کی جانب متوجہ ہوں تو وہ اللہ سے مدد طلبی کے لئے مضطرب ہوتے ہیں۔ اسی حالت کا نام توبہ اور انابت ہے۔

توبہ کے معنی ہیں مخالف امور سے حقانیت کی جانب راغب ہونا۔

توبہ در توبہ کے معنی ہیں کہ افعال سے بچنا جن سے توبہ کا حکم ہے۔

انابت:۔ توبہ سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے معنی ہیں کہ حق کی جانب راہ یابی اور اللہ کی طرف رجوع کرنا، سچے دل، عمل کی اصلاح اور وفا و ثبات سے توبہ کا نبھانا۔ جب کوئی صدق دل سے ایسے کام کرے تو ان احوال میں لطف و کرم کی تجلیاں جلوہ فگن ہوتی ہیں، وادیٔ رحمت سے اُنس کے جھونکے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہیں۔

---

[1] مائیکروفلم رسالہ عربیہ برگ ۱۰۲ ب - ۱۲۱ (الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

توبہ کی پختگی اور درستی کے لئے "ذکر" لازمی ہے اور ذکر کی صورتیں ہیں۔

الف:۔ وجہ الی الحق

ب:۔ وجہ الی الخلق

ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت اور نسیان دور ہو۔ ذکر کے تین درجے ہیں۔

۱۔ ذکر جہر۔ اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنا۔ مثلاً "سبحان اللہ، والحمد للہ"، کا وظیفہ قرآن مجید سے ادعیہ ماثورہ کا پڑھنا مثلاً

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔

نفس کے تزکیہ، قلب کے تصفیہ اور روح کی بالیدگی کے لئے بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

۲۔ ذکر خفی۔ دل میں ذکر کرنا کہ اس سے دوسرا مطلع نہ ہو اس کا فائدہ یہ ہے کہ ریا اور تکبیر کے فتور سے نجات ملتی ہے۔ ظاہری ذکر سے قلبی ذکر بہتر ہے، ذکر، زبان، دل اعضا اور جوارح سے ہونا چاہیئے۔

۳۔ ذکر حقیقی۔ ذکر اس طرح ہو کہ وحدانیت کا کامل یقین ہو، دل تصدیق کرے یہ ذاکر، ذکر اور مذکور کا اتحاد ہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والا عالم لاہوتی کے حقائق دیکھتا ہے اور چشم بصیرت سے خورشید ازل کی آب و تاب، سمائے جبروتی سے رحمانی الطاف کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد فاعلم ایھا الناس الطالب الناس جعلک اللہ ممن حسن دابیرہ قلبہ عن کدورات الاھواء[1]

---

[1] مائیکروفلم رسالۃ التوبہ (برگ ۲۱۱ ب - ۲۱۳ و لف) قلمی نسخہ کتابخانہ برٹش میوزیم۔

اس رسالہ کے مخطوطے تہران اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ برٹش میوزیم کا قلمی نسخہ رسالہ فی التصوف کے نام سے معروف ہے۔

۱۱۔ رسالہ خطبۂ امیریہ

دو ورق کا یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ کے دو خطبوں پر مشتمل ہے۔ پہلے خطبہ میں آپ فرماتے ہیں۔

پروردگار عالم نے انسانوں کے لئے کٹھن گھاٹیوں میں سفر متعین کیا ہے۔ کہ ان میں سے اولین مبدا اور آخری جنت ہے۔ چند روزہ زندگی فرصت اور کام کرنے کی مہلت ہے تاکہ منزلِ مقصود کے لئے ساز و سامان حاصل کر سکیں اس کے لئے ضروری ہے کہ لیل و نہار طاعت، عبادت اور اذکار میں بسر کئے جائیں۔ دنیا کی محبت چھوڑیں، نفسانی خواہشات سے روگرداں ہوں۔

دوسرے خطبے میں فاضل مصنف نے اس آیۂ کریمہ کی وضاحت کی ہے۔

واذکر اسم ربك بکرۃ واصیلا وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروب من اناء اللیل۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی جعل اللیل والنهار خلفة لمن اراد ان یذکر اواراد شکورا۔[1]

۱۲۔ رسالہ خواطریہ

تین ورق کے اس رسالہ میں شاہ ہمدانؒ نے شیطانی وسوسوں کا ذکر کیا ہے ان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہی ہے، شیطان اور شیطانی خاطرات کے ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ

---

[1] مائیکروفلم رسالہ خطبہ امیریہ برگ ۲۹۱ الف - ۲۹۲ ب) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

شیطان ہی نے انسان کو جنت سے نکالا ہے اور دنیا میں اسے گمراہ کرتا ہے۔اس لئے خالقِ حقیقی نے شیطانِ رجیم کے شر سے بچنے کے لئے پناہ طلبی کا حکم دیا ہے۔ کہ بحکم قرآن خناس انسانی سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

آپ لکھتے ہیں کہ شیاطین کی تین قسمیں ہیں۔

الف:۔ شیطان الجن

ب:۔ شیطان انس

ج:۔ شیطان الارباب

یہ انسانی خاطرات میں تصرف کرتے ہیں، انسانی افعال کا مبداء و سرچشمہ خاطرات ہی ہیں، خاطر کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ خاطر ربانی

۲۔ خاطر ملکی

۳۔ خاطر نفسانی

۴۔ خاطر شیطانی

شیطان کی دو قسمیں ہیں معنوی اور حسی۔ حسی کی پھر دو قسمیں ہیں۔

شیطانی انسی اور شیطانی جنّی

شیطانی جنّی افواہیں پھیلاتے ہیں اور افترا پردازی سے کام لیتے ہیں۔

شیطانی انسی کے دل سے اللہ کے احکام کی عزت و حرمت محو کرتے ہیں۔

دربحث شیخ محی الدین ابنِ عربی کی کتاب فتوحات المکیہؒ سے ماخوذ ہے، اگرچہ

---

[۱] فتوحات مکیہ، ج ۱، ص ۲۸۱

مصنف نے مذکورہ کتاب سے استفادہ کا ذکر نہیں کیا۔)

اسی طرح آپ نے شیخ نجم الدین کبریٰ کی فوائح الجمال سے اقسام خواطر کی وضاحت فرمائی ہے کہ شیطانی خاطر انسان کو ضلالت کی جانب دعوت دیتی ہے اور گناہوں کے اندھیروں میں گراتی ہے۔

شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیطان غیر صافی آگ ہے جو ظلمات کفر سے ممتزج ہے۔ وہ بر وقت تجدید وارد ہونا چاہتا ہے۔ جب بھی ایسا ہو تو یا غیاث المستغیثین کا ورد شروع کر دو، اس سے شیطانی تسلط ختم ہو جائے گا۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

دالله یقول الحق وھو سید السبیل قال الله تعالیٰ۔

"الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین"[۱]

یہ رسالہ تاشکند اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

۱۴۔ رسالہ علماء الدین۔

سات ورق کا یہ رسالہ دینی عالموں کے بارے میں ہے جیسا کہ فاضل مصنف کہتا ہیں کہ علمائے دین تین قسم کے ہیں۔

الف۔ ارباب و اصحاب حدیث: یعنی وہ گروہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث جاننے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان میں خوب ماہر ہے۔

ب: فقہائے دین۔ یعنی وہ جماعت جو دینی روایات سے شرعی مسائل کو حل کرتی اور اجتہاد سے احکام کا استنباط و استخراج کرتی ہے۔

ج۔ علمائے متصوفہ: یہ لوگ نہ صرف حدیث و فقہ کے ماہر ہوتے ہیں بلکہ نفس کا

---

[۱] مائیکرو فلم رسالہ خواطر یہ رنگ ۲۹۲ ب، ۵۰ و ۹ ب) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

تزکیہ اور باطن کا تصفیہ بھی کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔

باقی رسالوں کی مانند یہ بھی اللہ کی حمد، رسولِ پاک کی منقبت، اہلِ بیت کی ستائش اور خلفائے راشدین کی تعریف ہی سے شروع ہوتا ہے، تہران کے کتابخانہ ملی اور کتبخانہ اصفیہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۱۴۔ رسالہ الاوراد

فاضل مصنف نے سولہ ورق کے اس رسالہ میں صوفیوں کے اذکار اور سالکوں کے اوراد کی اہمیت قلمبند کی ہے۔ یہ رسالہ دراصل اوراد فتحیہ کے مطالب کی عربی زبان میں تلخیص ہے۔ یہ رسالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

(الف) اورادِ کی فضیلت

(ب) طالبِ اوراد کی حاجت

(ج) اوراد و اذکار کے لیے متعین اوقات

یہ رسالہ پیرس اور تہران میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

امابعد فان اللہ تعالیٰ خلق عبادۃ سیغرھا الی ذات ھھا بند

۱۵۔ رسالہ فی فضل الفقر و بیان حالات الفقراء

یہ رسالہ فقرا اور اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ کتابخانہ آیا صوفیہ استانبول میں محفوظ ہے۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الملک الحمید ذو العرش المجید فعال لما یرید (البروج ۱۵، ۱۶)

۱۶۔ رسالہ ذکریہ

یہ بارہ ورق کا رسالہ ہے اور انہی مطالب پر حاوی ہے جو سید صاحبؒ نے

رسالہ ذکریہ میں بیان کئے ۔ تقریباً یہ رسالہ ذکریہ (فارسی) کی تلخیص ہے ۔
یہ رسالہ تاشکند، تاجیکستان اور ایران میں محفوظ ہے ۔

۱۷۔ صفتہ الفقراء

یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ کا ایک خطبہ ہے جو آپ نے فقراء اور اولیاء کی صفات کے بارے میں صادر کیا تھا ، اس رسالہ کی زبان مسجع و مرصع ہے ۔ یہ رسالہ تہران اور تاشکند میں محفوظ ہے ۔

۱۸۔ رسالہ الانسان الکامل وھو معروف بالروح الاعظم

چار ورق کا یہ رسالہ انسانِ کامل کے اوصاف و کمالات کے بیان و ذکر پر مشتمل ہے انسان کامل کو روح اعظم کہتے ہیں ، فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ کامل انسان وہ ہے جو کامل ترین انسان کی تقلید میں انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو پالے اور کائنات میں سب سے زیادہ کامل انسان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے ۔
شاہ ہمدانؒ اس رسالہ میں شواہد کے لئے فارسی اشعار بھی لائے ہیں یہ رسالہ استنبول ، تہران اور لیڈن میں محفوظ ہے ۔
اس کا آغاز یوں ہوتا ہے ۔

سبحان القدوس وبحمدہ والصلوٰۃ علی محمد وآلہ ......
امابعد نقل النبی العربی الامی : انامن اللہ والمومنین منی

۱۹۔ رسالہ طالقانیہ

شاہ ہمدانؒ نے یہ رسالہ اپنے ایک مرید کی التماس پر لکھا تھا ۔ وہ مرید ختلان کے جنوبی علاقہ طالقان کا رہنے والا تھا ۔ اس لئے اس کا نام رسالہ طالقانیہ پڑ گیا ۔ اس رسالہ میں اعیان ، اولیاء اللہ اور بزرگانِ مجبر کا ذکر آیا ہے ۔ راہ دین کے سالکوں

کے احوال اور مقامات بتاتے ہوئے شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ حقیقی سالک مندرجہ ذیل اوصاف کے مالک ہوتے ہیں۔

ارادت، توبہ، مجاہدہ، عزلت، تقویٰ، زہد، صحبت، خوف، رجا، حزن، تواضع توکل، شکر، صبر، یقین، مراقبہ، عبودیت، استقامت، اخلاص، صدق، حیا، ذکر توحید، معرفت، محبت اور شوق۔

یہ رسالہ تہران کے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ الناسخ والمنسوخ فی القرآن مجید

اس رسالہ میں آپ کلام مجید کی آیات کے نسخ و منسوخ کے مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہوئے چند نسخ آیات زیر بحث لائے ہیں۔ اس مجموعہ میں اکثر آیات جہاد عبادات، قتال اور اوامر ونواہی کے بارے میں ہیں۔

اس کے قلمی نسخے، کتابخانہ ملی تہران اور پرنسٹن یونیورسٹی میں موجود ہیں۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ علی خیر خلقہ وبعد فیقول الامین

الحقیر الجانی علی بن شہاب الدین الہمدانی

۲۱۔ رسالہ تفسیر حروف المعجم

یہ حروف معجم کی تفسیر میں مختصر مشتمل رسالہ ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الالف الواحد من کل شیئ واسم الرجل من العرب

یہ رسالہ کتابخانہ مجلس شورای ملی ایران میں موجود ہے۔

ملفوظات

۱۔ رسالہ سیر الطالبین

چار ورق کے اس رسالے میں شاہ ہمدانؒ نے مریدِ صادق پر روشنی ڈالی ہے آپ لکھتے ہیں کہ مخلص ارادتمند وہ ہے جو ہر گھڑی ہزار جان سے منزل راہ طے کرے اور ہر قدم پر ہزار طرح کی طاعت کے قلم کاٹے اور نفس کو ہزار بار آبِ طہارت سے دھوئے۔

فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ راہِ دین کا سرمایہ شریعت ہے جس کے بغیر طریقت کی دولت نہیں مل سکتی، جس طرح درباری آداب سیکھے بغیر بادشاہوں کا قرب نصیب نہیں ہوتا بلکہ رسوائی اور ذلت کا باعث بنتا ہے۔ بعینہٖ سلطانِ حقیقی کے حضورِ عزت کے آداب سیکھے بغیر رسائی محال ہے، جاہلوں کی ریاضت اور بے بصیرت انسانوں کے مجاہدہ کا ثمرہ ریاء عجب اور غرور ہے۔

امیر کبیرؒ رقمطراز ہیں کہ انسانی "نیست" کو وجود سے قبل تین مختلف جوہروں اور تین منزلوں سے گذارا گیا ہے۔ ملک، ملکوت اور جبروت انسان کا اصلی مرجع جو تھا عالم ہے جسے عالم لاہوت کہتے ہیں اور وہاں راہ یابی کے لئے کسی مرشدِ کامل اور پیرِ طریقت کی ضرورت ہے لیکن سالک کی فطرت میں استعداد اور فیضان قبول

کرنے کی اہلیت ہونی چاہیئے، اگرچہ کوئی پیر بھی مرید کی ولایت کو تقویت نہیں پہنچا سکتا مگر باطن کے مخفی طلسم گنج کو کھولنے کے لیے شیخ سے روحانی استمداد درکار ہے۔

یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ کے جواہر الفاظ ہیں جو ان کے مرید برہان الدین بن عبدالصمد نے ترتیب دیئے ہیں چنانچہ رسالہ کے آغاز میں مرخرالذکر نے اعتراف کیا ہے کہ۔

"اما بعد این جواہر الفاظیست از الہامات ربّانی در بیانِ حقایق عز ربانی و دقایقِ عیانی شیخ الکامل المحقق الصمدانی العارف المعروف سید علی الہمدانی عبارتِ مولف اینست کہ روح اللہ روحہ و دام انا فتوحہ بر اوراقِ مختلفہ نوشتہ بود از برائی روندگانِ راہ و طالبانِ درگاہِ الہ، آنرا جمع کرد و ترتیب داد ضعیف عباد اللہ فقیر ہم برہان الدین ابن عبدالصمد، این رسالہ را سیر الطالبین نام نہاد و امید بحضرت صمدیت آنست کہ ببرکت روح آں بندگوار این را سبب سعادت جمع کنندہ و نویسندہ و خوانندہ گرداند"

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

حمدی کہ بر ورقِ احداقِ لعبابر اولی الابصار از ملاحظہ آثار غایت آں عاجز و ثنائی کہ افہام و عقولِ اہل دہور و اعصار از مطالبہ نہایت آں قاصر۔

مطالب کے ضمن میں شاہ ہمدانؒ کی مندرجہ ذیل غزلیں بھی درج ہیں۔

۱۔ دلی کو از غم عشقش خبر باشد۔ (برگ ۳۹۶ ب)

۲۔ درد و عشقت بدعای دل شوریدہ ماست (برگ ۳۹۷ ب)

۳۔ عالم اگر بصورت اندر سجود باشد (برگ ۳۹۹ الف)

یہ رسالہ برٹش میوزیم، پیرس، تہران اور تاشکند میں موجود ہے

یہ رسالہ مشمولہ تذکرہ گنجی، طہران سے ۱۳۲۶ھ ہجری میں شائع ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو رسالہ سیر الطالبین (برگ ۳۹۵ الف - ۳۹۹ الف) قلمی نسخہ برٹش میوزیم

۲. رسالہ نوریہ

مدورق کے اس رسالہ میں تقرب حق، کشفِ اسرار اور مطالبِ سلوک کا بیان ہے یہ بیان خاصی حد تک نور الدین جعفر بدخشی کی کتاب خلاصۃ المناقب (برگ ۳۰ الف، ۳۴ب، ۳۵ب) سے ملتا ہے۔

رسالہ نوریہ میں آدابِ بیعت، شاہ ہمدانیؒ کے "ذکر" کے طریق اور "غیب" کے متعلق خیال بھی درج ہے۔

فاضل مصنف رقمطراز ہیں کہ غیب سات قسم کے ہیں۔

غیب الجن، غیب النفس، غیب القلب، غیب السر، غیب الروح، غیب الخفی، غیب الغیوب۔

غیب الجن کا کشف یہ ہے کہ جن نظر آئیں مگر ان کی جانب متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔

غیب النفس کی علامت یہ ہے کہ بشری صفات سفید بادل اور انہار وغیرہ کی صورت میں نظر آتی ہیں۔

غیب الروح کی نشانی یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ دکھی جاتی ہیں۔

غیب الغیب کے کشف کی پہچان یہ ہے کہ حقیقتِ نوریہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

مذکورہ رسالہ شاہ ہمدانیؒ کا اپنا تحریر کردہ نہیں ہے بلکہ ان کے کسی مرید نے تعلیمات سید کو ملفوظات کی صورت میں یکجا کیا ہے۔ جیسا کہ خود رسالہ کے آغاز سے مستفاد ہوتا ہے۔

"سبحان اللہ تعالیٰ وصلی اللہ علی محمد واصحابہ اجمعین حضرت سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز بخط شریف در بعضی از مصنفات خود نوشتہ اند کہ ہر یکی از مشائخ را قدس اللہ اسرارہم طریقہ باشد در قرب و در کشفِ اسرار و سلوک و لیکن احسن طریق آنست کہ حضرت جناب سیادت گفتہ است۔"

اس رسالہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سالک گونا گوں عبادتوں اور ریاضتوں سے اپنے

نفس کو صیقل و متجلی کرتا ہے اور عناصر اربعہ کی خاصیتوں سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ نفسانی غلبت کی ظلمتوں سے منزہ ہو جاتا ہے اور اس کا وجود نور کی مانند ہو جاتا ہے۔

یہ رسالہ تہران، تاشکند اور برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

۳۔ رسالہ نوریہ

پچیس[۲۵] ورق کے اس رسالہ میں دلچسپ مباحث ہیں یہ رسالہ دوسرے عارفانہ رسالوں کے ساتھ شیراز سے "سبع المثانی" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

مصنف سید نور بخش، شاہ ہمدانؒ کے مشہور مرید اور داماد خواجہ اسحاق ختلانیؒ کا مرید اور نوربخشیہ سلسلہ کا مؤسس ہے۔ اس طرح بالواسطہ اس میں سیدؒ کی تعلیمات و احکامات مندرج ہیں۔

اس رسالہ کا قلمی نسخہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں موجود ہے۔

۴۔ رسالہ معاش السالکین

تین ورق کا یہ رسالہ حلال و حرام میں امتیاز کرنے کے لئے لکھا گیا ہے اور حاجی قوام الدین کے اس سوال پر قلمبند کیا گیا تھا "چونکہ علمائے اسلام کی تاویلوں میں حلال و حرام خواص و عوام سے متفاوت ہے وہ جماعت جو سلوکِ طریقت پر ہے مرشدانِ کامل کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہے، کس طرح زندگی گذارے؟"

خلاصہ جواب یہ ہے کہ حرام کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام سمجھنا اہلِ ریا کا شیوہ ہے، حرامِ خدا کو حرام حلالِ الٰہی کو حلال اور شبہات کو شبہات جاننا علماء اور اولیاء کا طریقہ ہے، سالکوں پر فرض ہے وہ عوام کی باتوں میں نہ آئیں، ماسواء اللہ ہر چیز کو معدوم قرار دیں تاکہ ریا سے نجات حاصل ہو۔

جواب لکھنے والے خود شاہ ہمدانؒ نہیں ہیں بلکہ ان کی جانب سے کوئی اور ان کا تربیت یافتہ ہے۔ چنانچہ مصنف رقمطراز ہے:

"درمرشد صاحب کشف باید ... چنانچہ حضرت سیادت مآبی قطب الاقطاب علی الثانی امیر سید علی ہمدانی قدس سرہ میفرماید"

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ علی نعمائہ والصلوٰۃ علی محمد وآلہ وخلفائہ امابعد...[1]

یہ رسالہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

۵۔ رسالہ کشف الحقائق

چار ورق کے اس رسالہ میں علم یقین، عین الیقین اور حق الیقین کے درجات اسرار اور حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ بعض سالک صفات ایزدی علم الیقین سے پہچانتے ہیں، بعض عین الیقین سے، عارفان کامل یعنی انبیاء اور اولیاء علم الیقین، حق الیقین اور عین الیقین سے دیکھتے ہیں۔ عرفان و معرفت کا یہ ارفع درجہ ہے۔

ہر زمانہ میں بعض دعویدار عارفوں کا رنگ اختیار کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے حقائق سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔ وہ تحقیق و توحید کے بارے میں الفاظ اور عبارات کے سوا کچھ نہیں جانتے اور وہ ایسے مہلکات میں گرفتار ہوتے ہیں کہ الحاد اور توحید کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ درویشی میں تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

تجلیات و عرفان، حقائق ذات و صفات اور لطائف سبعیہ مغیبات کامل مرشد پر واجب ہے کہ مبتدی کو تمام تجلیات سے آگاہ کرے اُسے موتوا قبل ان تموتوا کے معنی سمجھائے۔

---

[1] ایضاً رسالہ معاش السالکین برگ ۲۸۷ ولف ... ۲۹ الف۔ قلمی نسخہ کتابخانہ برٹش میوزیم۔

اس کے بعد غیبت، تفرقہ، رؤیا اور کشف، پر بحث کی گئی ہے۔

یہ رسالہ محمد بن عبداللہ الخواصی کی تصنیف ہے، محمد شاہ ہمدانؒ کے مرید اور داماد خواجہ اسحاق ختلانیؒ کا شاگرد اور امیر سید محمد نور بخش کا ہمدرس ہے۔

یہ رسالہ لندن، پیرس، تہران، تاشقند اور تاجکستان میں موجود ہے۔

اس رسالہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی نور بانوار تجلیات ذاتہ وصفاتہ قلوب کمل انبیاء واولیائہ[1]۔

۶۔ رسالہ اسرار وحی

یہ مفصل رسالہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کے بارے میں ان احادیث پر مشتمل ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی سند سے بیان کی گئی ہیں۔

کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران کا نسخہ شیخ عزیز نسفی سے منسوب ہے اور بمبئی یونیورسٹی لائبریری کا قلمی نسخہ ابو محمد علی بلخی کا تحریر کردہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ شاہ ہمدانؒ سے فیضیاب ہوئے ہیں اور انھوں نے ارشاد ہدایت کی یادداشت قلمبند کی ہیں۔

۷۔ رسالہ سلسنامہ

اس رسالہ میں نور بخشیہ سلسلہ کے نام سلک نظم میں پروئے گئے ہیں۔ ناظم امیر سید محمد طالقانی کا کوئی مرید ہے اور وہ خواجہ اسحقؒ کے ذکر کے بعد رقمطراز ہے۔

بود میر سید علی ہمدانی — کہ تن، و دل وجان از اکسیر او

---

[1] مائیکرو فلم رسالہ کشف الحقائق (۲۰ب - ۲۴ب) قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔

زین دان آں سیّد ہمدان   زانطاب فراست اندر جہاں

۸ ۔ سواد اللیل ولبس الاسود

اس رسالہ میں بتایا ہے کہ اگرچہ ہمارے افعال و اعمال کا خالق پروردگارِ عالم ہے لیکن قدرت آزادی اور اختیار رکھنے کی بنا پر ہم گناہوں کے لئے جوابدہ ہیں۔ بعض گناہ کبر و عجب کا نتیجہ ہیں۔ غرور اور تکبر کا اظہار ظاہری لباس سے بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے آیہ کریمہ وجعلنا اللیل لباساً کے مصداق "سیاہ پوشی" بہتر ہے۔

یہ رسالہ ارادتمندوں اور مریدوں کے دس سوالوں کا جواب ہے۔ سیّد کے لئے لفظ محقق سے واضح ہے کہ ان کی تعلیمات کو کسی مرید نے قلمبند کیا ہے۔

یہ رسالہ تاشکند میں محفوظ ہے۔

۹ ۔ غایۃ المکان فی درایۃ الزمان

یہ رسالہ ۲۷ اوراق پر مشتمل ہے اور اس میں مسئلہ زمان و مکان پہ بحث کی گئی ہے اس کا انداز عارفانہ اور متکلمانہ ہے۔

اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی لا آخر لا ولقد ولا اوّل لاٰخرتہ ولا باطن لظاہرہ ولا ظہور لباطنہ ولا کیف لذاتہ ولا وصف لصفاتہ

یہ اسی قسم کا انداز ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنی دعائے مشلول میں اختیار کیا ہے یامن لا یعلم من ھو فکیف ھو الا ھو۔

زمان و مکان کی اہمیت کے بارے میں مصنف رقمطراز ہے۔

توحید علمی موقوفست بر شناختن زمان و مکان و دانستن حقیقت آن[1]

یہ رسالہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران اور رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

---

[1] غایۃ المکان، برگ ۳ ب۔

متفرقات

۱- فراستنامہ

آغاز: بدان.... اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ این رسالۂ السیت مفید

(کشف الظنون ج ۴ ص ۹۰)

۲- ابنای زمان و مکان

آغاز: حمد مجید احدی را سزاست کہ ریاض[۲]

۳- الرسالۃ المکانیہ والزمانیہ

آغاز: پرواز نگار شکار او جز[۳]

۴- رسالہ شریفہ در بحث وجود

آغاز- بدان وفقک اللہ تعالیٰ وایانا کہ اصحاب بحث و نظر از[۴]

۵- رسالہ معرفۃ النفس

آغاز: شکر و ثنا آن خدای را[۵]

۶- رسالہ فی الطب

آغاز: آفتاب عنایت در فلکِ درایت در برجِ ہدایت[۶]

۷- رسالہ الشریفیہ

آغاز: الحمد للہ علی ملک الحمید ذی العرش المجید اما بعد فقد

سلطان-

---

[۲] فہرست نسخ خطی کتابخانہ شرقی برلن ج ۱ ص ۲۲۲۔ [۳] برلن ج ۱ ص ۲۷۹ [۴] بلوشہ ج ۱ ص ۱۱۸

[۵] نزہتہ الخواطر ج ۲ ص ۹۰۔ [۶] نزہتہ الخواطر ج ۲ ص ۸۹

۸۔ رسالہ فی آیات الاحکام من القرآن الحکیم

آغاز: سلام اللہ تعالیٰ علی فلان و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۹۔ رسالہ غیبیہ:۔ (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۸۹)

۱۰۔ فوائد العرفانیہ: (بزرگان سخن و سخن سرایان ہمدان ج ۱ ص ۸۸)

۱۱۔ دستور العمل: (فہرست نسخ خطی تاجیکستان ج ۱ شمارہ ۱۳۲۵)

۱۲۔ معرفۃ الزاہد: (ایضاً شمارہ ۲۱۹۰۔ اردو ترجمہ تذکرہ علمائے ہند ص ۳۵۲)

۱۳۔ انوار الاذکار (فہرست کتب خطی تاشکند ج ۳ شمارہ ۲۳۶۵)

۱۴۔ اقرب الطرق:۔ (فہرست کتب خطی تاشکند ج ۳

۱۵۔ مقالات امیریہ

۱۶۔ فی ذوی القلوب: (فہرست نسخ خطی تاجیکستان ج ۱ ص ۳۸۸)

۱۷۔ کیفیت جواب:۔ ایضاً شمارہ ۱۹۶۷۔

۱۸۔ اربعون لآلی:۔ (فہرست نسخ خطی تاشکند ج ۳ شمارہ ۲۳۸۰)

۱۹۔ مجمع الاحادیث:۔ ایضاً

۲۰۔ روح القدس:۔ ایضاً

۲۱۔ اخلاق محترم یا محرم یا رسالہ اخلاقیات: (بزرگان و سخن و سخن سرایان ہمدان ج ۱ ص ۸۹)

۲۲۔ اسرار القلبیہ: (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۸۸۔ ریحانۃ ادب ج ۲ ص ۸۹)

۲۳۔ مناقب السادات:۔ (فہرست نسخ خطی تاشکند شمارہ ۲۳۳۹)

۲۴۔ الذاتیہ۔ (نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۸۸)

۲۵۔ رسالہ در اثبات تشیع ایضاً

۲۶۔ رسالہ تاویل۔ (فہرست تاشکند ج ۳ شمارہ ۲۳۷۸)

۲۷۔ اربعون الاحادیث فی فضل الفقراء والصادقین، ایضاً گنجینۂ توحید قسمت دوم ص ج

۲۸۔ ادعیہ فارسی (فہرست کتابخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ج ۱ ص ۵۸)

۲۹۔ مقامات السالکین۔ (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۸۸)

۳۰۔ شرح قصیدہ خمریہ تائیہ ابن فارض مصری۔ گنجینۂ توحید قسمت دوم ص ج

۳۱۔ رسالہ بحر امشابیہ (فہرست نسخ خطی دانشگاہ تہران ج ۱۵ ص ۲۷۷)

۳۲۔ رسالہ صفریہ۔ (ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند ص ۳۵۲)

۳۳۔ رسالہ فی آداب الشیخ: (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۹۔ فہرست نسخ خطی دانشگاہ بمبئی، ص ۳۵)

۳۴۔ طبقات باطنیہ:۔ فہرست تاشکند ج ۳ ص ۲۳۰۷

رسالے جو بغیر عنوان کے ہیں

۱: آغاز: الحمد للہ حق حمدہ اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:۔

۲: آغاز۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی عبادہ المصطفین

۳: آغاز: قال الشیخ الکامل المحقق الہمدانی العارف المعروف سید علی ہمدانی قدس سرہ

۴: آغاز:۔ الحمد للہ

۵: آغاز: الحمد للہ الذی بحمدہ یفتتح۔

۶: آغاز: الحمد للہ العزیز طلوع البلیغ۔

۷۔ آغاز: الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ فی خیر خلقہ محمد وآلہ اما بعد فیقول العبد الحقیر الفقیر الی اللہ الغنی الکبیر علی بن شہاب الہمدانی۔

شعر و سخن

چہل اسرار

نگارستانِ کشمیر[1] میں شاہ ہمدانؒ کو فارسی کا زبردست شاعر کہا گیا ہے۔ لیکن سید علی ہمدانیؒ صوفی پہلے ہیں اور شاعر بعد میں، اس لئے تذکرہ نگاروں نے آپ کو شعراء کے زمرہ میں شمار نہیں کیا۔ آپ کا کلام چہل اسرار کے نام سے دستیاب ہے جس میں چالیس یا اکتالیس غزلیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی چند رباعیاں بھی ملتی ہیں۔

آپ کی غزلیات کا مجموعہ تہران، برٹش میوزیم، بانکی پور اور پیرس کے کتابخانوں میں موجود ہے تاشکند میں ان غزلیات کا انتخاب قلمی صورت میں محفوظ ہے، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں چہل اسرار نہیں ہے البتہ مستان شاہ کے دیوان آتشکدۂ وحدت میں یہ غزلیات بصورت مخمس تضمین کی ہوئی دستیاب ہیں۔ مخمس میں ہر بند کے پہلے مصرعے آخری دو مصرعوں کی شرح ہیں اور موخر الذکر دو مصرعے شاہ ہمدانؒ کی غزل کا ایک شعر ہے۔ یہ مخمسات علیحدہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ یہ مطبوعہ نسخہ پشاور یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

"چہل اسرار" کو نیاز علی خان نے سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں امرتسر سے شائع کیا تھا، دوسری بار

---

[1] : نگارستانِ کشمیر، ص ۲۷۹۔

یہ کتاب ۱۳۳۲ھ ہجری میں طبع ہوئی، پروفیسر آربری[1] نے لکھا ہے کہ چہل اسرار ۱۳۳۲ھ میں سٹیم پریس لاہور سے "اسرار الاخیار" کے نام سے چھپ چکی ہے مگر اب نایاب ہے۔

۱۹۶۷ء میں راقم الحروف نے چھ مطبوعہ، عکسی اور قلمی نسخوں سے چہل اسرار کی تصحیح کی تھی جو مختصر سے دیباچہ کے ساتھ انتشارات وحید تہران نے شائع کی ہے۔

وجہ تسمیہ

یہ یقینی نہیں کہ مجموعہ غزلیات کا نام "چہل اسرار" خود سید نے رکھا ہو۔ استادِ محترم ڈاکٹر ظہور الدین صاحب رقمطراز ہیں کہ اگر انھوں نے یہ نام خود رکھا ہوتا تو شاید وہ معدود کو جمع نہ لکھتے[2]۔

لیکن "چہل اسرار" از روئے دستور غلط نہیں، فارسی میں اس کی نظیر "چہار امہات، چہار خواہران، ہفت افلاک" وغیرہ موجود ہیں، مثلاً انوری لکھتا ہے۔

سپہر مثل تو از اتصال ہفت اختر　　　زمانہ مثل تو از امتزاج چہار ارکان

خاقانی نے بھی چہار امہات اور ہفت آبا کی ترکیب استعمال کی ہے مزید یہ کہ چہل، عدد کثرت ہے، صد، ہزار کی طرح، اس لئے ہم "چہل اسرار" کی ترکیب کو غلط نہیں کہہ سکتے۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چالیس مریدوں نے سید کو افطار روزہ کی دعوت دی، سید صاحب نے خادم سے کہا کہ حجرے کا دروازہ بند کر دو کہ ہم خلوتخانہ سے باہر قدم نہ رکھیں گے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے سب کی دعوت کو قبول بھی کر لیا۔

---

[1] فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس لائبریری، ج ۲، ص ۸۰

[2] پاکستان میں فارسی ادب، ص ۲۴۷۔

شاہ ہمدان اپنی کرامت سے چہل وجود کی صورت میں ہر مرید کے پاس گئے اور ایک ہی وقت میں روزہ افطار کیا اور ہر شخص کے پاس بطور یادگار ایک ایک غزل چھوڑ آئے۔ اگلی صبح لوگوں نے دیکھا کہ ہر مرید اپنی غزل لئے چلا آرہا ہے اور مسرت کا اظہار بھی کرتا جاتا ہے۔ چہل اسرار ان ہی چالیس غزلوں کا مجموعہ ہے۔

یہ واقعہ رسالہ مستورات (ورق ۴۰۳ ب - ۴۰۶ الف) مستان شاہ کے دیوان آتشکدۂ وحدت ص ۴۴۴، چہل اسرار مطبوعہ امرتسر ص ۳ میں مذکور ہے، تعجب ہے کہ برٹش میوزیم کے نسخہ میں ایک ہی غزل دو بار لکھ کر (بشمارہ ۱۹، ۳۶) چالیس کی تعداد پوری کی ہے۔ مطبوعہ امرتسر، آتشکدۂ وحدت کی تضمین شدہ غزلیں اکتالیس ہیں۔ دو نسخوں میں اکتالیس غزلوں کا ہونا اور ایک نسخہ میں انتالیس کا ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ روایت جو چہل اسرار کے بارے میں مشہور ہے بعد میں اختراع کی ہوگی اور افسانوی انداز میں شاہ ہمدان کی روحانی وجاہت سے منسوب کر دی۔

خلاصۃ المناقب میں یہ واقعہ درج نہیں البتہ ملائے رومی سے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے۔

اگر عارفانِ الٰہی سے اس قسم کے عجائب ظہور پذیر ہوں تو انہیں عقلی معیار پر پرکھنے کی بجائے صدقِ دل سے تسلیم کر لینا چاہئیے۔

بو علی سینا نے اشارات میں خرقِ عادات کے ایسے واقعات کے بارے میں کہا ہے۔

"ولکنھا تجارب لما ثبتت طلب"

ان غزلوں میں مسائل تصوف ہیں اس لئے ان میں شعری صنائع و بدائع کی بجائے اثر و خلوص زیادہ ہے، اشعار میں تشبیہ اور خیال آفرینی سے کام نہیں لیا گیا مگر بحور کا

آہنگ ایسا ہے کہ مضمون دل کی گہرائیوں میں نقش ہوجاتے ہیں اکثر غزلوں میں نغمائی کیفیت اس حدتک ہے کہ وہ محفلِ سماع میں پڑھی جائیں تو حال و وجد طاری ہوجائے مثلاً

ای راحِ روح پرور وای ریح روح نام
بوی حیات از نفست مید مد مدام،

شاہ ہمدانؒ کسی طرز اور سبک کے موجد نہیں ہیں، معنی اور تخیل کے لحاظ سے بھی جدت پرواز نہیں، ان کے کلام میں آٹھویں صدی ہجری کے عارفانہ نغموں کی گونج سنائی دیتی ہے اپنے متقدمین اور معاصرین حکیم سنائی، شیخ عطار، عراقی اور رومی سے متاثر ہیں۔ بطور نمونہ ذیل کے گوشوارہ میں ان غزلوں کے مطلع دیے جاتے ہیں جن مختلف شعراء کا سا انداز ملتا ہے۔

مطلع غزل سید علی ہمدانیؒ		مطلع
ای گرفتارانِ عشقت فارغ از مال و منال والہان حضرتت کا از خود و جنت ملال،	سنائیؒ	ای گرفتار نیاز و آز و حرص و حقد و مال زالتمانِ نفس حسی چند باشی در وبال
رندان جان فشان چو قدم بر فنا زنند بر خوانِ درد بہرِ صلای غنا زنند	سنائیؒ	باش تا حسن نگارم خیمہ بہ صحرا زند شورہا بینی کہ اندر جنۃ الماوی زند
ہر سری کز عشقش والہ و شیدا شود از بد و نیک وجود خویش ناپروا شود	ایضاً	ہر کہ در راہ عاشقی اندر فنا شود تا رنج وقف او ہمہ اندر بلا شود
عمارفان سر خطاب از کہ و صحرا شنوند رمز پر شور و شتاب از کف دریا شنوند	خاقانی	مقصد اینجاست ندای طلب اینجا شنوند بختیاران ز جرس صبحدم آوا شنوند

عاشقاں عکس رخت در ہمہ اشیا بینند سر سودای تو در سینہ ہویدا بینند	ایضاً	شہروان چون رخ صبح آئینہ سیما بینید کعبہ را چہرہ در آن آئینہ پیدا بینید
گر آتش فراقش با صبر یار بودی، ز اندوہ اشتیاقش در دیدہ خار بودی	عطارؒ	گر چنین سرکش و عیار نبودی کار من بیچارہ چنیں زار نبودی
گر براندازد زمانی از جمال خود نقاب از خجالت در کسوف آرد رخ خود آفتاب	رومیؒ	آہ زین زشتان کہ مہرمی نمایند از نقاب از زنان سوکاہ تاب واز مردان سوہا تاب
از کنار خویش می یابم دمادم بوی یار زان ہمی گیرم خویشتن را در کنار	ایضاً	از کنار خویش یابم ہر دم بوی یار چون بگیرم خویشتن را اندر کنار

جمیل اسرار کی پہلی غزل ملاحظہ فرمائیں۔

ای گرفتاران عشقت فارغ از مال و منال — والہان حضرتت را از خود وجنت ملال
مفلسان کوی شوقت را غلامی کردہ چرخ — سالکان راہ وصلت را دو عالم پایمال
عارفان وصف تو مغبوط اشراف ملک — مدبران در گہت سرگشتہ ضلال[1]
شمہ از فیض لطفت بوی بردہ نہ فلک — گشتہ سرگردان بگرد آستانت ماہ و سال
آتش از لطفت گلستان گشتہ در پیش خلیل — خوردہ نمرودی بہ قہر از بنیم پشہ گوشمال
بلبلان را نغمۂ تسبیح در بستان غیب — وحدہٗ گویان بہ زیر گلبن باغ وصال

[1] خلاصۃ المناقب برگ ۳۔ الف دنسخہ برٹش میوزیم میں چاہ ضلال ہے۔

طوطیانِ طارمِ علوی برآوردہ ز جان — نعرہ‌ہای ماعرفناک ای قدیم ذوالجلال

پرتوی از عکس رویت تافتہ بر آب و خاک — خاک از آن پوشیدہ چندین خلعت حسن و جمال

خامۂ صنعت چو بست این نقش تمثالِ وجود — مہر شد بر تختۂ غیب این مثال از بی‌مثال،

عاشقانِ درگہت از مفخرِ خاصان شدند — گمرہانِ آستانت گشتہ در دور رخ منال

واصلانِ نزمِ تو شاہان بر دو عالم شدند — راندگانِ کوی تو مہجور از کوی وصال

ہر کہ بہ خاکِ درت رہ یافت عزت یافت او — گر زبانِ وصف او فرسودہ شد سیر مقال[1]

پیشِ مجروحانِ محبت نیش نوشش و ہم شفا — تشنگانِ وصل را ہر آتشی چہ صد زلال

کشتگانِ تیغِ عشقت زندگانِ جاودان — صید شاہین غمت شاہانِ ملکِ بی زوال

بادہ نوشانِ غمت داؤد و معروف و جنید — جانفروشانِ درت نعمان و سلمان و بلال

ذرۂ دردِ تو داردی دل ہر با خبر — زیور ذکر تو زیبِ حالِ ہر صاحب کمال

در تمنای وصالت شد علائی جانفشان
تا چہ خواہد دید آخر زین تمنائی محال

جیسا کہ اس غزل کے مقطع سے عیاں ہے شاہ ہمدان علائی تخلص کرتے تھے اور بعض غزلوں میں علی بھی باندھا ہے۔ فارسی غزل کا تمام سرمایہ محبت کے سوز فراق کی تلخیوں اور وصال کی مسرتوں پر مشتمل ہے[2]۔ علی ہمدانی بھی عشق حقیقی میں سرشار و مخمور ہیں ان کی تمام غزلوں میں جذبۂ عشق جاری و ساری ہے مگر ان کی لے[3] سماوی ہے ارضی نہیں، ان کا جذبۂ عشق روحانی ہے مادی نہیں، دیگر تمام متصوف شعراء

---

[1] نزدی خلاصۃ المناقب و نسخۂ برٹش میوزیم۔ دیوان آتشکدہ وحدت ص ۷، ۳ پر سیر مقال، نسخۂ مطبوعہ لاہور پر مقال۔ [2] پروفیسر غلام ربانی عزیز۔ پیش لفظ دیوان غنیمت ص ۱۔

[3] برٹش میوزیم کے نسخہ اور دیوان آتشکدہ وحدت ص ۷، ۳ میں سمار ہے۔

کی طرح شاہ ہمدان بھی روحانی عظمتیں اور تقدسی رفعتیں مادیت کی اصطلاح میں سموتے ہیں، ان کا بتکدہ و میکدہ وہ مکتب لدنی ہیں جہاں مچلتی ہوئی روحیں سنورتی ہیں اس میخانہ میں تشنگانِ وصال ساقی ازل کے دستِ کرم سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس فضائے قدسی میں طایرِ انسانی تمام ہوا و ہوس ترک کر کے صفا و تزکیہ کا مرقع بنجاتا ہے۔ اور خود کو اس قدر مجلّا و مصفّا کرتا ہے کہ ذاتِ حقیقی کا صحیح مظہر بنجاتا ہے۔ اس کی ذات عاشق میں اس قدر سرایت کر جاتی ہے کہ وہ پکار اٹھتا ہے۔

از کنار خویش می یابم دمادم بوی یار
زان ہمی گیرم بہر دم خویشتن را در کنار[1]

ایک عارف سالک کے لئے ذاتِ خود کو کھو کر ذاتِ واحد کا ادراک کرنا ہی زندگی کی سب سے بڑی کامرانی ہے اور انسانی تگ و دو کا صحیح حاصل ہے شاہ ہمدان بھی اسے نقدِ حیات کہتے ہوئے شیخ سعدی کے اس مضمون کو

عشق بازی چیست سر در پای جاناں باختن
با سر اندر کوی دلبر عشق نتوان باختن[2]

یوں پیش کیا ہے۔

نقدِ حیات ار خواہی ، جان کن فدای جانان
کین ست در رہِ عشق آئین مہربانان[3]
گر نسیم وادیٔ اسرار خواہی تن گداز
ور تجلی جمالِ یار خواہی جان بباز[4]

---

[1] خلاصۃ المناقب: برگ ۶۹ - الف۔ [2] کلیات سعدی مطبوعہ تہران بمقدمہ آقائی اقبال آشتیانی ص ۲۵۴
[3] چہل اسرار مطبوعہ امرتسر ص ۱۲ غزل ۱۸۔
[4] ایضاً۔ ایضاً ص: ۱۹ غزل ۳۱۔

عشق پر شاہ ہمدان نے نہایت بلیغ اشعار کہے ہیں پر زور بیان کے باوجود ان کے کلام میں علائے روم ساجوش و مخروش مفقود ہے اور اپنے معاصر حافظِ شیریں سخن ساجوشِ دمادم، عشقِ پیہم اور حلاوت زبان نہیں ہے، مگر اس کے باوجود یہ غزلیات اس قابل ضرور ہیں کہ فارسی ادب کے مایۂ ناز خزینہ میں شایان شان مقام حاصل کریں اور اہل ذوق سے خراج تحسین وصول کریں محمد ظفر خان نے چہل اسرار کو فارسی ادب کا سرمایہ قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں شاہ ہمدانؒ کا کلام تر و تازہ ہے اور ایک قاری مطالعہ کے دوران اس کی تازگی محسوس کرتا ہے۔

اس مختصر سے مقالے میں شاہ ہمدان کی تمام غزلیات پر تبصرہ کرنا تو ممکن نہیں البتہ ایک غزل کا جسکے گیارہ اشعار ہیں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

(۱) تمام صوفیہ حضرات تصفیۂ قلب کو مراحلِ سلوک میں لا محالہ قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں انسان جو ہوا و ہوس کا پتلا اور مادیت کا مجسمہ ہے صرف عشق ہی سے روحانیت کا مظہر بن سکتا ہے عشق سے وہ نہ صرف دنیاوی آلام و راحت سے منہ موڑتا ہے بلکہ جنت نعیم کی ابدی نعمتوں سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ شاہ ہمدان بھی عشق کو درد اور غم کے الفاظ سے موسوم کرتے ہوئے پکارتے ہیں کہ جس دل میں دردِ عشق کی کسک ہو گی وہ پرورشِ غم کی آماجگاہ بنا رہیگا۔

هر آن دل کز غمش درد[1]ی رقم نیست

ندیمش در دو عالم جز ندم[2] نیست

(۲) انسانی جسم کی بے بضاعتی اور کم مائیگی پر تقریباً ہر شاعر نے اظہار خیال کیا ہے

---

[1] چہل اسرار طبع امرتسر ص ۴ میں در کی بجائے بر ہے۔

[2] برٹش میوزیم کے نسخہ میں ندم کی بجائے الم ہے۔

شاہ ہمدان بھی لکھتے ہیں کہ یہ جسم خاکی اپنی فطرت میں معدوم ہے لیکن اگر کشتۂ درد ہو تو پھر بقائے دوام سے مشرف ہو جاتا ہے لہٰذا ہستی خاکی کو حیات جاودان سے ہمکنار کرنے کے لئے درد الٰہی سے بسمل ہونا ناگزیر ہے۔

دلی کہ درد او درمان نسازد
وجود او بمعنی جز عدم نیست

(۳) عام انسان دنیاوی لذات کا متمنی ہوتا ہے اور جسمانی مسرت و انبساط کے لئے تگ و دو کرتا ہے غموں سے مصئون رہنے کا جویا ہوتا ہے لیکن ایک عارفِ الٰہی جب رازہائے سربستہ کا ادراک کرتا ہے تو وہ دنیاوی لذائذ سے بالاتر ہوتا ہے اور غموں کی یورشوں سے ماوراء ہو جاتا ہے، چنانچہ شاہ ہمدان کہتے ہیں۔

سری کہ سرّ معنی باخبر شد
درو گنجایشی شادی و غم نیست

(۴) حافظ شیرازی نے کہا ہے کہ رموزِ کائنات اور اسرارِ فطرت کو انسانی شعور نہیں سمجھ سکتا۔

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا[۱]

اور ذات باری تعالیٰ کی حقیقت کسی فہم و ادراک میں نہیں آسکتی مگر صوفیہ کا خیال ہے کہ یہ حقایق صاحبانِ بصیرت پر منکشف ہوتے ہیں، اور چونکہ عام انسان ان لطائف کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے محروم رہتا ہے بقول غالب۔

---

[۱] شمس الدین محمد حافظ ... دیوان ص ۴۔ طبع محمد قزوینی و قاسم غنی۔

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

شاہ ہمدانؒ بھی کہتے ہیں کہ حریم قدس میں صرف محرمانِ راز کی ہی رسائی ہو سکتی ہے

تو محرم نیستی محروم از آنی ۔۔۔ رہ نا محرمان اندر حرم نیست

(۵) صوفی کا سینہ تجلی زار حسن بھی ہوتا ہے اور لالہ زار عشق بھی۔ اس لئے عوام کے مقابل صوفی میں حسن کا احساس شدید ہوتا ہے۔ عام شاعر صرف حسنِ مجازی پر فریفتہ ہوتا ہے اور زوال پذیر ہے مگر صوفی لازوال حسن کا شیدائی ہے وہ صرف عارضِ رنگین اور لب لعین اور بر سیمین کی جلوہ سامانیوں سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اُسے زمین و آسمان، شمس و قمر، ذرہ و انجم، عرض کائنات کی ہر شے اس کے حسن کا پر تو نظر آتی ہے بقول شیخ عطار

چشم بکشا کہ جلوۂ دیدار ۔۔۔ متجلّی است از در و دیوار[1]

صوفی کے لئے تمام کائنات نور وحدت کے حسن تاباں سے فروزاں ہے۔ وہ "اللّٰہ نور السّمٰوات والارض" کی حقیقت جانتا ہے لیکن شاہ ہمدان کہتے ہیں کہ اس کی تجلیات صرف چشمِ بینا ہی دیکھ سکتی ہے اگر دیدۂ کور نہ دیکھے تو اُس کا کیا علاج۔

جہاں از عکس رویش گشت روشن
اگر اکمہ نہ بیند ہیچ غم نیست

(۶) انسان کی اپنی ہستی ہی حد کہنہ کے ادراک میں حائل ہے اگر وہ اس مادی حسن اور ہستی موہوم کو فنا کر دے تو حریمِ قرب تک رسائی ہو جائے گی، کیونکہ

---

[1] رضا قلی ہدایت، ریاض العارفین، ص ۱۸۵

یہ ہستی موہوم مادیت سے مرکب ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے اس لئے سراپا ظلمت ہے جبکہ وصالِ حقیقی "نور علیٰ نور" ہے اسی نور سے اتصال کے لئے شاہ ہمدان ہستی موہوم کی دیگر متصوف شعراء کی طرح فنا کی تلقین کرتے ہیں

حجاب تست ایں ہستی موہوم
کہ ہرگز نور یا ظلمت بہم نیست

اگلے شعر میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے کہ انسان کو خود ہی دریائے وحدت سے فراری ہے اگر وہ وحدت کے بحر بیکراں میں مثل صدف غریق ہو تو عرفان ومعرفت کے درشاہوار سے محروم تر ہے۔

تو در دریائے وحدت گم نگشتی
از انت دُرِّ عرفان در شکم نیست

(۸) ہوا و ہوس اور آز و حرص کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر انسان ہر قسم کی مادی خواہشات ترک کر دے اور دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو تو اس کے شاہین کا مقام سلطانِ جہان کا دست ہوگا۔

چو باز از چشمِ ہمت لبستی از کل
مقرِ عزِّ تو جز دستِ جم نیست

(۹) دنیا میں انسان کمی وبیشی کے جھگڑوں میں مصروف رہتا ہے مگر دریائے وحدت میں فنا ہونے کے بعد کمی بیشی کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے دنیاوی مصائب و آلام مادیت پرستی کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں شاہ ہمدان کہتے ہیں کہ ان کا خاتمہ تو ذاتِ حقیقی سے ملحق ہونے کے بعد ہوگا۔

اگر فانی شوی در بحر توحید
عیاں بینی کہ آنجا کیف و کم نیست

(۱۴) منزل مقصود کے حصول کے لئے انسان کو ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے کہ سعی کاملہ کے بغیر انسان منازل قدسی پہ گامزن نہیں ہو سکتا چنانچہ "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" کے مفہوم کو شاہ ہمدانؒ نے یوں پیش کیا ہے۔

بجز ہمت نیابی راہ مقصود
ہمای ہمت آنجا متہم نیست

علی چون ہمت عالی نداری
ترا کامی ز کوشش لاجرم نیست

ان غزلیات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد ہم مجملاً کہہ سکتے ہیں کہ ان میں وجود باری تعالیٰ، حقیقت روح، قدم وحادث، وجود و عدم، فنا و بقا، جبر و اختیار، خیر و شر، اور عرفان و حکمت کے غامض و دقیق مسائل ملتے ہیں، زیست و حیات کی کم مائیگی، دنیا کی ناپائیداری کا ذکر ہے اور نفس امارہ کی شر انگیز قوتوں کے خلاف مجاہدہ ہے ان میں کافی حد تک سوز و گداز اور صدق و اخلاص کارفرما ہے۔

ان غزلیات کے علاوہ شاہ ہمدانؒ نے کبھی کبھی رباعی میں بھی طبع آزمائی کی ہے یہ رباعیاں مختلف تذکروں میں ملتی ہیں، احمد علی مخزن الغرائب میں رقمطراز ہیں[۱]

"طبع سخن لطیفش را اکثر بگفتن رباعی گل منشان می فرمودند بحکم تیمناً این چند رباعی از ان حضرت مرقوم گشته۔

گر مہر علی و آل بتولت نبود
امید شفاعت رسول نبود

گر طاعت حق جملہ بجا آری تو
بی مہر علی ایچ قبولت نبود

---

[۱] مخزن الغرائب، برگ ۳۲۵ ب۔

حاشا کہ ز زخم تیغ و خنجر ترسیم | وز بستن پای و رفتن سر ترسیم
ما گرم روان دوزخ آسا مائیم | از گفت و شنید خلق کمتر ترسیم

غنا کم و از در تو با غم ، نروم | جز شاد و امیدوار و خرم نروم
از درگہ تو ہیچ کریمی ، ہر گز | نومید کسی نرفت ، من ہم نروم[1]

نہ دیدہ بود ، کہ جستجو لیش نکند | نہ کام و زبان ، کہ گفتگو لیش نکند
ہر دل کہ ، در و مہر الٰہی نبود | گر پیش سگ افگنند بو لیش نکند

خان آرزو نے مجمع النفائس[2] میں یہ کہتے ہوئے کہ "میر سید علی ہمدانی از اکابر اولیاست ، کمال او محتاج تحریر تعریف نیست۔"

مندرجہ بالا دو نوں رباعیوں کا ایک ایک شعر نقل کیا ہے۔ مجمع الفصحاء[3] میں رضا قلی ہدایت نے مندرجہ ذیل رباعیاں نقل کی ہیں۔

بدر منیری و سما باشد منزل تو | ور کوثر گر سرشتہ باشد منزل تو
گر مہر علی نباشد اندر دل تو | مسکین تو و سعیہای بی حاصل تو[4]

پرسید عزیزی کہ علائی ز کجائی | گفتم بولایت کہ علی ہمدانم
نی ، ز آن ہمدانم کہ ندانند علی را | من ز آن ہمدانم کہ علی را ہمہ دانم

یہ رباعی کشمیر میں مسجد شاہ ہمدانؒ کے بالائے منبر لکھی ہوئی ہے۔

شاہا ! ز کرم بر من درویش نگر | بر حال من خستہ دل ریش نگر
ہر چند نیم لائق بخشایش تو | بر من نگر ، بر کرم خویش نگر

---

[1] تذکرہ روز روشن ، ص ۴۲۰ ۔ [2] مجمع النفائس ، برگ ۴۲۷

[3] مجمع الفصحاء ج ۱ ، ص ۳۴۰ [4] کتاب ترجمہ مناقب مرتضوی ص ۵۰ مطبوعہ جالندھر۔ یہ رباعی شیخ نابیادی سے منسوب ہے۔

کتابیات

عربی، فارسی، اردو ماٰخذ

۱۔ آبِ کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور، ۱۹۵۲ء
۲۔ آتشکدہ آذر، لطف علی بیگ آذر، تہران، ۱۳۳۶ ۔ ۱۳۳۹ ہجری
۳۔ آتشکدۂ وحدت، محرم علی چشتی، لاہور ۱۳۱۵ ہجری
۴۔ احادیث مثنوی، بدیع الزمان فروزانفر، طہران، ۱۳۳۴ ہجری
۵۔ الذریعۃ الی التصانیف الشیعہ، الجزء السادس، محمد محسن آغا بزرگ طہرانی، ۱۳۳۶ ہجری
۶۔ ارجح المطالب فی اسد اللہ الغالب، عبید اللہ بسمل، لاہور، ۱۳۵۱ ہجری
۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱، ج ۴، زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۱ء
۸۔ اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، ذبیح اللہ صفا، تہران، ۱۳۳۲ ہجری
۹۔ اصطلاحات الصوفیہ، حافظ شمس الدین احمد، نولکشور، ۱۹۰۴ء
۱۰۔ اصلاحات الصوفیہ، سید علی ہمدانی، قلمی نسخہ متعلق بہ دانشگاہ پنجاب، شیرانی ۹۱۸/۳
۱۱۔ اصلاحات الصوفیہ، عبدالرزاق کاشی۔ کلکتہ ۱۸۴۵ ہجری
۱۲۔ اعیان الشیعہ۔

١٣۔ امالی، ابی جعفر بن محمد بن علی بن حسین، تہران، ١٣٠٠ ہجری

١٤۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء، شاہ ولی اللہ، دہلی، ١٩٤٢ء

١٥۔ تاریخ فرشتہ، ، ملا محمد قاسم ہندو شاہ، نولکشور، ١٨٦٢

١٦۔ تاریخ کشمیر، نرائن کول، قلمی نسخہ، متعلق بدانشگاہ پنجاب، لاہور

١٧۔ تاریخ مفصل ایران۔ از مغول تا قاچار، اقبال آشتیانی، تہران، ١٣٢٠ ہجری

١٨۔ تحائف الابرار (تاریخ کبیر) ابو محمد حاجی محی الدین، امرتسر، ١٣٢١ ہجری

١٩۔ تحفۃ المومنین بر حاشیہ مخزن الادویہ، حکیم سید محمد حسین علوی، نولکشور، ١١٨٥ ہجری

٢٠۔ تذکرہ شعرائے پنجاب، خواجہ عبد الرشید، کراچی، ١٩٦٧ء

٢١۔ تذکرہ جواہر زوار، محمد ابرار حسین فاروقی، اٹاوہ ہند، ١٣٧٨ ہجری

٢٢۔ تذکرہ روز روشن، مظفر حسین۔ بھوپال۔ ١٢٩٦ ہجری

٢٣۔ تذکرہ شعرائے کشمیر، محمد اصلح میرزا، بہ تصحیح پیر حسام الدین راشدی و تکملہ ج ٢
کراچی ١٩٦٧، ١٣٨٦ ہجری

٢٤۔ تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، لاہور، ١٩٦٥ء

٢٥۔ تذکرہ صوفیائے سرحد " " ١٩٦٦ء

٢٦۔ تذکرہ شیخ محمد بن صدیق الکججی حسن ابن حمزہ، نجم الدین فارسی، طہران، ١٣٢٦ ہجری

٢٧۔ تذکرہ علمائے ہند، رحمان علی، نولکشور، ١٩١٧ء

٢٨۔ تذکرۃ الاولیاء شیخ ابی حامد بن ابی بکر ابراہیم، فرید الدین عطار، لندن، ١٣٢٥ ہجری

٢٩۔ ترجمہ (اردو) تذکرہ علمائے ہند، رحمان علی، محمد ایوب قادری، کراچی ١٩٦١ء

٣٠۔ ترجمہ (فارسی) تزک بابری، خانخانان، عبد الرحیم، بمبئی ١٣٠٨ء

٣١۔ ترجمہ (اردو) عوارف المعارف، شہاب الدین سہروردی، حافظ رشید احمد ارشد
لاہور، ١٩٦٢ء

۳۲۔ ترجمہ (اردو) فصوص الحکم، محی الدین ابن عربی، عبدالقدیر صدیقی، حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء

۳۳۔ ترجمہ (فارسی) کتاب المبداء والمعاد، شیخ الرئیس ابو علی سینا، محمود شہابی، تہران، ۱۳۳۲ ہجری

۳۴۔ ترجمہ (اردو) مناقب مرتضوی موسوم بہ کوکب دری، شریف حسینی سبزواری جالندھر، ۱۹۳۷ء

۳۵۔ ترجمہ (اردو) المنقذ من الضلال، محمد بن محمد الغزالی، مفتی محمد خلیل خانصاحب قادری، حیدرآباد، ۱۹۵۸ء

۳۶۔ تزک جہانگیری، طبع سید احمد علیگڑھ، ۱۸۶۴ء

۳۷۔ التعرف لمذہب اہل التصوف، ابو بکر محمد الکلاباذی، قاہرہ، ۱۳۸۰ ہجری

۳۸۔ تفسیر ابن کثیر، الحافظ عماد الدین ابو الفضر اسماعیل ابن کثیر، مصر ۱۳۴۷ ہجری۔

۳۹۔ تہذیب التہذیب، جلد دوم، شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی، حیدرآباد، ۱۳۲۵ ہجری

۴۰۔ تاریخ اقوام کشمیر، محمد الدین فوق، لاہور، ۱۹۳۴ء

۴۱۔ تواریخ کشمیر، کرپارام، اودھ، ۱۹۲۷ء

۴۲۔ تواریخ ہزارہ، محمد اعظم بیگ، لاہور، ۱۸۷۴ء

۴۳۔ تہذیب المتین فی فضایل امیر المؤمنین ج ۱، سید مظہر حسین، دہلی، ۱۹۳۰ء

۴۴۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، عبدالحی الحسنی دمشق، ۱۹۵۸ء

۴۵۔ جستجو در احوال و آثار فرید الدین عطار نیشاپوری، سعید نفیسی، تہران، ۱۳۲ ہجری

۴۶۔ جاوید نامہ، علامہ دکتر محمد اقبال، لاہور

۴۷۔ جلاء العیون، علامہ مجلسی، طہران، ۱۳۴۶ ہجری۔

۴۸۔ جلاء الغامض فی شرح دیوان ابن الفارض۔ امین الخوری، بیروت، ۱۸۸۸ء

۴۹۔ چہل اسرار، سید علی ہمدانی، طبع نیاز علی خان۔ امرتسر، ۱۳۳۳ہجری

۵۰۔ ایضاً، تصحیح سیدہ اشرف بخاری، تہران ۱۳۴۷ہجری

۵۱۔ حیات القلوب ج ۱ محمد تقی مجلسی، تہران، ۱۲۷۸ہجری

۵۲۔ حرز المومنین، اعلان الخائفین، وزیر الدین حسین، دہلی، ۱۳۳۳ہجری

۵۳۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج ۳۔ ابو نعیم اصفہانی، مصر، ۱۳۵۲ہجری

۵۴۔ خاندان پیغامبر، محمد علی خلیل، طہران، تبریز

۵۵۔ خزینۃ الاصفیا، ج ۱ ع ۲۔ غلام سرور، نولکشور، ۱۲۸۴ہجری

۵۶۔ خلاصۃ التواریخ، سجان رائے بٹالوی، اردو ترجمہ ناظر حسن زیدی،

۵۷۔ خلاصۃ المناقب، تصحیح ڈاکٹر سیدہ اشرف بخاری۔ مقالہ تحقیقی۔ دانشگاہ پنجاب لاہور

۵۸۔ دائرۃ المعارف۔ ج ۱، کابل، ۱۳۲۸ہجری

۵۹۔ دربار ملی۔ ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور، ۱۹۶۱ء

۶۰۔ دفتر کتابخانہ آیا صوفیہ، محمد ربک مطبعہ سی باب عالی، ۱۳۵۴ہجری۔

۶۱۔ دیوان ابن فارض، بیروت، ۱۹۵۷ء

۶۲۔ دیوان باباطاہر، تصحیح وحید دستگردی، تہران، ۱۳۴۷شمسی

۶۳۔ دیوان حافظ شیرازی۔ ۲۔ پژمان، طہران، ۱۳۰۷ہجری

۶۴۔ دیوان شاہ نعمت اللہ کرمانی، طہران، ۱۲۷۶ہجری

۶۵۔ دیوان فرید الدین عطار، سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۶شمسی

۶۶۔ ذخیرۃ الملوک، علی ہمدانی، نسخہ خطی متعلق، بدانشگاہ پنجاب لاہور

۶۷۔ ایضاً۔ طبع نیاز علی خان، امرتسر، ۱۳۲۱ہجری

۶۸۔ راحۃ الصدور و آیۃ السرور، محمد بن علی بن سلیمان الراوندی، تصحیح محمد اقبال
تہران، ۱۳۳۳ہجری

۶۹۔ رجال کتاب حبیب السیر، عبدالحسین نوائی۔ طہران ۱۳۲۴ ہجری
۷۰۔ رسائل خواجہ عبداللہ انصاری، وحید دستگردی، تہران، ۱۳۱۹ ہجری
۷۱۔ رسائل شاہ نعمت اللہ ولی، حاجی میرزا عبدالحسین شیرازی، طہران، ۱۳۱۱ ہجری
۷۲۔ روضات الجنان و جنات الجنان، حسین کربلائی، تہران، ۱۳۴۴ ہجری
۷۳۔ رسائل سید علی ہمدانی (۲۳) قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن۔ نمبر ۱۶۸۴۰ ۸۴۵
۷۴۔ الرسالۃ القشیریۃ للامام ابی قاسم عبدالکریم ابن ہوازن القشیری، مصر ۱۳۳۰ ہجری
۷۵۔ رسالہ در تحقیق زندگانی مولانا جلال الدین رومی، بدیع الزمان فروزانفر، تہران۔
۷۶۔ رسالہ فریدون بن احمد سپہ سالار، در احوال مولانا جلال الدین رومی، تہران ۱۳۲۵ ہجری
۷۷۔ رسالہ مستورات یا منقبۃ الجواہر، حیدر بخشی، قلمی نسخہ متعلق بہ انڈیا آفس، برگ ۳۴۶ الف ۳۴۴ ب
۷۸۔ ریاض السیاحۃ، حاجی زین العابدین شیروانی، طہران، ۱۳۳۹ ہجری
۷۹۔ ریاض الصالحین۔ (ترجمہ اردو) عابد الرحمٰن صدیقی۔ کراچی
۸۰۔ ریاض العارفین، رضا قلی ہدایت، طہران، ۱۳۱۶ ہجری
۸۱۔ ریحانۃ الادب، محمد علی تبریزی، تہران، ۱۳۳۱ ہجری
۸۲۔ ریشی نامہ، گفتار بابا داؤد کشمیری، متخلص بہ خاکی، قلمی نسخہ، بکتابخانہ دانشگاہ
پنجاب لاہور۔ ۲۶۵۹
۸۳۔ زاد العقبیٰ، سید شریف حسین سبزواری، لاہور، ۱۹۶۰ء
۸۴۔ زندگانی حضرت موسیٰ بن علی الرضا، ۲، ابو القاسم سحاب، تہران، ۱۳۲۰ ہجری
۸۵۔ سبک شناسی ج ۳ شادروان، ملک الشعراء محمد تقی بہار۔ تہران، ۱۳۳۴ ہجری
۸۶۔ سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۴ ہجری
۸۷۔ سفینۃ الاولیاء، دارا شکوہ، نولکشور، ۱۸۷۸ء
۸۸۔ سیر المتاخرین، غلام حسین طباطبائی۔ نولکشور، ۱۸۷۲ء

۸۹۔ شدّ الازار فی حط الاوزار عن زوار المزار، معین الدین ابوالقاسم جنید، شیرازی
تصحیح عباس اقبال، علامہ قزوینی، طہران، ۱۳۲۸ ہجری
۹۰۔ شرح اوراد فتحیہ، قلمی نسخہ متعلق بدانشگاہ پنجاب، لاہور
۹۱۔ ایضاً۔ قلمی نسخہ متعلق بدانشکدہ اسلامیہ، پشاور
۹۲۔ شرح چہل اسرار، ہستان شاہ، لاہور، ۱۸۸۸ء
۹۳۔ شرح منازل السائرین، ابی القاسم ابن احمد عبدالرزاق الکاشانی، تہران، ۱۳۱۵ ہجری
۹۴۔ شمس اللغات قاضی عبدالکریم، بمبئی ۱۳۰۹ ہجری
۹۵۔ صبح گلشن سید محمد صدیق حسن خان، بھوپال، ۱۲۹۴ ہجری
۹۶۔ طرائق الحقائق ج ۱، ۲، محمد معصوم، جعفر محجوب، تہران، ۱۳۳۹ ہجری
۹۷۔ عوارف المعارف، شہاب الدین سہروردی، قلمی نسخہ دانشگاہ پنجاب، لاہور
۹۸۔ فوائد الآلی من رسائل الغزالی، مصر، ۱۳۴۴ ہجری
۹۹۔ الفتوحات المکیہ، محی الدین ابن عربی، مصر، ۱۲۷۶ ہجری
۱۰۰۔ فہرست کتابخانہ آستانہ قدس رضوی، جلد چہارم، مشہد ۱۲۲۵ ہجری
۱۰۱۔ فہرست کتابخانہ آصفیہ در سرکار عالی اعلحضرت فتح جنگ، نظام الدولہ آصف جاہ
۱۵۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۳۳۲ ہجری
۱۰۲۔ فہرست کتب عربی و فارسی و اردو، مخزونہ کتبخانہ آصفیہ سرکار عالی، سید تصدق حسین
حیدرآباد دکن۔ ۱۳۲۳ ہجری
۱۰۳۔ فہرست مخطوطات فارسیہ، پنجاب پبلک لائبریری، منظور احسن عباسی، لاہور، ۱۹۶۳ء
۱۰۴۔ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ، تہران، جلد پانزدہم، محمد تقی
دانش پژوہ، تہران
۱۰۵۔ قاموس الاعلام۔ ج ۱، ۲، ۵، ۷، ۸، خیر الدین زرکلی۔

۱۰۶۔ قاموس المشاہیر، مولوی نظام الدین بدایونی نظامی، نظامی پریس بدایونی، ۱۹۲۴ء
۱۰۷۔ قرآن مجید و فہرست۔ طبع فلوگل، لیپزگ، ۱۹۲۴ء
۱۰۸۔ کتاب تبصرۃ العوام فی معرفۃ مقالات الانام، سید مرتضیٰ حسین داعی حسنی، بتصحیح عباس اقبال، طہران، ۱۳۱۳ ہجری
۱۰۹۔ کتاب تواریخ کشمیر، بیربل پنڈت کاچرو، قلمی نسخہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور
۱۱۰۔ کتاب رحلۃ ابن بطوطہ۔ قاہرہ، ۱۲۸۷ ہجری
۱۱۱۔ کتاب فرق الشیعہ ابی محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی۔ استانبول۔ ۱۹۳۱ء
۱۱۲۔ کتاب مخطوطات الموصل، الدکتور داؤد جلبی، بغداد، ۱۹۲۴ء
۱۱۳۔ کلمات قصار باباطاہر عریان، وحید دستگردی، تہران، ۱۳۰۶ ہجری
۱۱۴۔ کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ موسوم بہ تحفۃ الابرار، مرزا آفتاب بیگ دہلی، ۱۳۲۴ ہجری
۱۱۵۔ کلیات شیخ فخرالدین ہمدانی متخلص بعراقی، سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۸ شمسی
۱۱۶۔ کلیات شمس تبریزی، تہران، ۱۳۳۶ ہجری
۱۱۷۔ گلزار کشمیر، کرپارام، لکھنؤ، ۱۸۷۹ء
۱۱۸۔ گنجینۂ توحید، احمد خوشنویس عماد، تہران، ۱۳۳۷ ہجری
۱۱۹۔ لغت نامہ دہخدا۔
۱۲۰۔ لوائح جامی، عبدالرحمٰن۔ تہران، ۱۳۴۲ شمسی
۱۲۱۔ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ج ۱، ۲۔ سید عبدالوہاب شعرانی، مصر، ۱۳۵۵ ہجری
۱۲۲۔ مثنوی زاد المسافرین، امیر حسینی معروف بہروی، ایران، ۱۳۵۲ ہجری
۱۲۳۔ مجالس العشاق، امیر سلطان حسین، نولکشور، ۱۲۹۳ ہجری۔

۱۲۴۔ مجالس المومنین، قاضی نور اللہ شوستری، تہران، ۱۲۹۹ ہجری

۱۲۵۔ مجالس النفائس، میر نظام الدین علی شیر نوائی۔ علی اصغر حکمت، تہران، ۱۳۲۳ ہجری

۱۲۶۔ مجمع الفصحا، رضا قلی ہدایت، تہران ۱۲۹۵ ہجری

۱۲۷۔ مجمع النفائس، خان آرزو، قلمی نسخہ متعلق بدانشگاہ پنجاب لاہور۔

۱۲۸۔ مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم ج ۱، ۲۔ عماد الدین اصفہانی، تہران، ۱۳۳۰۔۱۳۳۱ ہجری

۱۲۹۔ محفل اصفیاء مجمع الاولیاء قلمی نسخہ متعلق بدانشگاہ پنجاب لاہور

۱۳۰۔ مخبر الواصلین، ابو عبداللہ محمد فاضل مظہر الحق۔

۱۳۱۔ مخزن الغرائب احمد علی، قلمی نسخہ متعلق بدانشگاہ پنجاب لاہور

۱۳۲۔ مرات العالم، بختاور خان، قلمی نسخہ، متعلق بدانشگاہ پنجاب، لاہور

۱۳۳۔ مروج الذہب، ج ۱، ۲۔ علی بن حسین مسعودی، مصر، ۱۹۴۸ء

۱۳۴۔ مشارب الاذواق، سید علی ہمدانی، قلمی نسخہ متعلق بدانشگاہ پنجاب، لاہور

۱۳۵۔ مشاہیر کشمیر، محمد الدین فوق، لاہور، ۱۹۳۰ء

۱۳۶۔ معجم البلدان۔ یاقوت الحموی، لندن ۱۸۲۰ء بیروت ۱۹۵۰ء

۱۳۷۔ مغازی النبی، یعقوب صرفی۔ لاہور

۱۳۸۔ مفتاح التواریخ۔ طامس بیل، نولکشور، ۱۲۸۴ ہجری

۱۳۹۔ منطق الطیر۔ فرید الدین عطار۔ بمبئی، ۱۲۴۸ھ

۱۴۰۔ ملفوظات سید علاء الدولہ سمنانی، قلمی نسخہ متعلق بدانشکدہ اسلامیہ پشاور

۱۴۱۔ میخانہ عبدالنبی، بتصحیح ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور، ۱۹۲۶ء

۱۴۲۔ نزہتہ الخواطر، ج ۲۔ علامہ مولانا عبدالحی، حیدر آباد دکن۔

۱۴۳۔ نزہتہ الناظرین۔ تقی الدین عبدالملک۔ مصر۔ ۱۳۰۸ ہجری

۱۴۴۔ نفائس الفنون فی عرائس العیون، محمد محمود الآملی۔ کلکتہ، ۱۸۵۸ء

۱۴۵۔ نقش پارسی بر احجار ہند، علی اصغر حکمت، تہران ، ۱۳۳۳ ہجری
۱۴۶۔ نگارستان کشمیر، قاضی ظہور الحسن ، دہلی، ۱۳۵۲ ھ
۱۴۷۔ نورنامہ، قلمی نسخہ متعلق یکتا کتابخانہ۔ مولوی شمس الدین، لاہور
۱۴۸۔ نہج السلوک (اردو ترجمہ ذخیرۃ الملوک) مولوی غلام قادر۔ لاہور، ۱۳۳۴ ہجری
۱۴۹۔ واقعات کشمیر، محمد اعظم، قلمی نسخہ، متعلق دانشگاہ پنجاب، لاہور
۱۵۰۔ وفیات الاعیان الجزء ۲، ابن خلکان، بولاق، ۱۲۲۹ ہجری
۱۵۱۔ ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ اسماعیل پاشا، بغداد، ۱۲۵۱ھ
۱۵۲۔ ہفت اقلیم، امین احمد رازی، قلمی نسخہ دانشگاہ پنجاب، لاہور
۱۵۳۔ ینابیع المودۃ ج ۱۔ علامہ سلیمان حنفی۔ اسلامبول، ۱۳۰۱ ہجری
ایضاً ایضاً بیروت

رسائل

ارمغان۔ سال ہفدہم، شمارہ ششم۔ تہران، ۱۳۱۵ ہجری
اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری، ۱۹۲۵ء
ایضاً نومبر، ۱۹۲۶ء
برہان، دہلی، ۱۹۵۰ء
فرہنگ ایران زمین ج ۶، طہران، ۱۳۳۳ شمسی
معارف الاسلام لاہور، ستمبر، ۱۹۶۰ء
یغما: سال چہارم، شمارہ ششم، تہران، شہریور ۱۳۳۳ ہجری
〃 〃 〃 ہشتم ایضاً، آبان ماہ ۱۳۳۴ ہجری
ضمیمہ مجلہ دانشکدہ ادبیات، سال دہم، تہران، ۱۳۴۱ ہجری
مجلہ وحید، سال پنجم، شمارہ مسلسل، تہران، اردیبہشت، ۱۳۴۷ ہجری

ایضاً : شمارہ ششم تیر ماہ ۱۳۴۷ ہجری

جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ، کلکتہ جلد ۲۳ ، ۳۳

انگریزی مآخذ

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لیڈن - طبع اول

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا لندن ۱۹۶۱ء

عبدالمقتدر ، فہرست مخطوطات عربی و فارسی مملوکہ اورینٹل لائبریری بانکی پور کلکتہ ۱۹۰۸ء

زبید احمد ، دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو دی عربک لٹریچر الہ آباد

آربری ، اے ، جے . فہرست مخطوطات فارسی در انڈیا آفس لندن ۱۹۳۷ء

آرنلڈ ، طامس ، دی پریچنگ آف اسلام لاہور ۱۹۵۶ء

بیل ، طامس ، دی اورینٹل بایو گرافیکل ڈکشنری کلکتہ ۱۸۸۱ء

مسز بیورج ، بابر نامہ - -

بلوشے ، ای ، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ ببلیوتھیکا نیشنل پیرس . پیرس ۱۹۳۴ء

بروکلمین ، سی ، عربک لٹریچر لیڈن ۱۹۳۸ء

براؤن ، ای ، جی ، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری ، کیمبرج ۱۹۲۲ء

ایتھے ، ایچ . فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن آکسفورڈ ۱۹۰۳ء

ایتھے ، ایچ ، فہرست مخطوطات فارسی ، ترکی ، ہندوستانی و پشتو مملوکہ

بوڈلین لائبریری آکسفورڈ آکسفورڈ ۱۸۸۹ء

فلوگل ، جی ، فہرست مخطوطات عربی ، فارسی و ترکی مملوکہ ویانا لائبریری ویانا ۱۸۶۷ء

محمد اشرف ، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ ایڈنبرا ، یونیورسٹی لائبریری ہارٹفورڈ ۱۹۲۵ء

ہیٹی، پی۔ کے۔ فہرست مخطوطات عربی مملوکہ پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری پرنسٹن سنہ ۱۹۳۸ء

ہنٹر، ڈبلیو، ڈبلیو، امپریل گزیٹیر آف انڈیا، جلد اول لندن سنہ ۱۸۸۵ء

ایوانوف، ڈبلیو، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ کلکتہ سنہ ۱۹۲۶ء

لین پول، ایس، دی محمڈن ڈائنسٹیز پیرس سنہ ۱۹۲۵ء

لارنس، ڈبلیو، امپریل گزیٹیر آف انڈیا، کشمیر اینڈ جموں آکسفورڈ

لارنس، ڈبلیو، دی ویلی آف کشمیر لنڈن سنہ ۱۸۹۵ء

مترلکے ایچ، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ کپورتھلہ لائبریری لاہور سنہ ۱۹۲۴ء

نکلس، آر، اے، فہرست مخطوطات علوم الشرقیہ مملوکہ پروفیسر براؤن کیمبرج سنہ ۱۹۳۲ء

پرٹسے، ڈبلیو، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ ببلیوتھیک ذوگوتھا۔ ویانا سنہ ۱۸۹۵ء

پرٹسے، ڈبلیو، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ ببلیوتھیک ذوبرلن برلن۔ سنہ ۱۸۸۸ء

ریو، چارلس، فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ برٹش میوزیم آکسفورڈ سنہ ۱۸۸۱ء

روزن، اے، ٹی۔ فہرست مخطوطات فارسی مملوکہ انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل لینگویجز، جلد سوم سینٹ پیٹرس برگ سنہ ۱۸۸۶ء

شکور، ایم، اے، فہرست نوادرات نمائش منعقدہ پشاور پشاور سنہ ۱۹۴۸ء

سٹرینج، جی، ایل، دی لینڈز آف دی ایسٹرن کیلیفیٹ کیمبرج سنہ ۱۹۰۵ء

سٹوری، سی، اے، پرشین لٹریچر لنڈن سنہ ۱۹۲۶ء

صوفی، سی، ایچ، ڈی، کشیر لاہور سنہ ۱۹۳۴ء

سبحان، صوفی، سینٹس اینڈ مزارات لکھنؤ سنہ ۱۹۳۸ء

تھارنٹن، ای، اے گزیٹیر آف دی کنٹریز ایڈجیسنٹ ٹو انڈیا آن دی نارتھ ویسٹ لندن سنہ ۱۸۴۴ء

دربوو، پی، فہرست مخطوطات عربی مملوکہ لیڈن یونیورسٹی بیٹویا ۱۹۵۷ء

ولیم مورگرافٹ، ٹریولز ان لداخ اینڈ کشمیر لنڈن ۱۸۲۲ء

محمد ظفر خان، پرشین پوئٹس آف کشمیر آف مغل پیریڈ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی

طولفال، کے، علی ہمدانی برل ۱۹۶۲ء

طباعت سرورق زرین پرنٹرز لاہور